سیاسی جماعتیں

POLITICAL PARTIES

از، ماریس ڈے ورجر

Maurice Daverger

تلخیص وترجمہ: مسعوداحمدخان

باب 1

سیاسی جماعتوں کی ابتداء

1-ابتداوارتقاء

تاریخی اعتبار سے انگریزی زبان کا لفظ پارٹی یااس کی جمع پارٹیز کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔پہلے یہ لفظ ان دھڑوں کے لیے استعمال ہوتا تھا جن کی وجہ سے پرانی یورپی جمہوریہ سیاسی طور پر مختلف دھڑوں میں تقسیم ہوتی تھیں۔اسی طرح یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے دوران پارٹی کا لفظ اٹلی میں اُن نیم فوجی دستوں یا جتھوں کو بھی دیا جاتا تھا جو اس تحریک کی قیادت کے گرد جمع ہوتے تھے۔جدید دور کے آغاز میں پارٹی کا لفظ انقلابی حلقوں کے لیے استعمال ہونا شروع ہوا اور پھر ان کمیٹیوں کے لیے بھی مستعمل رہا جو اٹھارویں صدی میں ملکیت کی بنیاد پر محدود حق رائے دہی اور دستوری شہنشاہیت کے دور میں انتخابات کا اہتمام کرتی تھیں۔موجودہ دور میں پارٹی کا لفظ ایسی بڑی اور عمومی تنظیموں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو جدید جمہوری یا دیگر ممالک میں رائے عامہ کو متشکل کرتی ہیں۔

پرانے زمانہ کی ریاستوں میں سیاسی دھڑوں، جتھوں کے لیے اور موجودہ دور کے انقلابی حلقوں یا انتخابی کمیٹیوں یا بڑی بڑی عمومی تنظیموں کے لیے پارٹی کے لفظ کے یکساں استعمال معقول جواز ہے اور وہ یہ کہ یہ سب تنظیمیں ہوں یا دھڑے اور حلقے، یکساں طور پر حصول اقتدار کے درپے ہوتے ہیں۔حصول اقتدار کا مقصد مشترک ہونے کے باوجود یہ تنظیمیں دوسرے کئی اعتبار سے یکساں نہیں ہوتیں۔یہ نہ صرف اپنی ابتداوارتقاء کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں بلکہ اندرونی ہیئت وتنظیم کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتی ہیں۔درحقیقت سیاسی جماعتیں صحیح معنوں میں صرف ایک صدی سے وجود میں آئی ہیں۔

1- Parties

1850 تک ریاستہائے متحدہ امریکہ کے علاوہ کسی اور ملک میں جدید صورت میں سیاسی جماعتیں موجود نہ تھیں۔کئی دوسرے ممالک میں محلاتی یا پارلیمانی دھڑے، سیاسی یا فلسفیانہ انجمنیں اور انقلابی حلقے یا کمیٹیاں ضرور موجود تھیں مگر صحیح معنوں میں سیاسی جماعتیں موجود نہ تھیں۔ایک صدی کے بعد یہ صورت یکسر بدل چکی ہے۔اکثر ترقی یافتہ ممالک میں سیاسی جماعتیں سرگرم عمل ہیں اور انہیں کی تقلید میں باقی ماندہ ممالک میں سیاسی جماعتوں کے قیام کے لیے کوششیں جاری ہیں۔پارٹیوں میں اختلافات کے باوجود مجموعی طور پر یہی کہنا درست ہے کہ سیاسی جماعتوں کا وجود اور ارتقاء جمہوریت کے فروغ سے وابستہ

ہے۔حق رائے دہی میں وسعت اور پارلیمانی اداروں کے اختیارات ومراعات میں وسعت کے ساتھ ساتھ سیاسی جماعتوں کو بھی فروغ حاصل ہوا ہے۔اسمبلیوں کے اختیارات ومراعات میں توسیع کے ساتھ متعلقہ اراکین نے باہمی مقاصد کے لیے مشترکہ عمل کی راہیں تلاش کی ہیں اور بہت سی صورتوں میں انہیں اراکین کا مشترکہ عمل سیاسی جماعتوں کے قیام پر منتج ہوا ہے۔حق رائے دہی میں وسعت نے یہ لازم کر دیا کہ رائے دہندگان کو منظّم کیا جائے اور امیدواروں کو متعارف کرایا جائے تاکہ رائے مطلوبہ امیدواروں کے حق میں ہموار ہو سکے۔

سیاسی جماعتوں کا قیام وارتقاء اسمبلیوں کے قیام اور حق رائے دہی میں وسعت سے وابستہ ہے۔ سیاسی جماعتوں کے ضمن میں یہ وابستگی ایک کلیہ کی حیثیت رکھتی ہے۔مگر بعض جماعتیں ایسی بھی ہیں جو اس کلیہ سے انحراف کے نتیجے میں وجود آئیں۔نہ تو ایسی جماعتیں اسمبلیوں کے اندر قیام پذیر ہوئیں اور نہ ان کی وسعت انتخابی معرکوں سے وابستہ ہوئی۔آیئے پہلے ان جماعتوں کا مطالعہ اور تجزیہ کریں جو اسمبلیوں کے اندر قائم ہوئیں اور انتخابی معرکوں کے لیے انہوں نے وسعت اختیار کی۔

جماعتوں کا مطالعہ اور تجزیہ ان کی ابتدا کے حالات کے جائزہ سے اس لیے ہونا چاہیے کہ جماعتوں کی ابتدا کے حالات ان کی تنظیم وہیئت اور طریق کار کو متعین کرنے میں بنیادی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔جس طرح انسانی زندگی میں بچپن کے حالات انسان کے کردار وعمل کو متاثر کرتے ہیں اسی طرح سیاسی جماعتوں کی ابتدا ان کی نوعیت پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جماعتوں کی نوعیت کی صحیح پہچان ان کے ابتدائی حالات کے مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔مثال کے طور پر برطانوی لیبر پارٹی اور فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی میں ساخت اور تنظیم کے اعتبار سے فرق کو اس وقت تک بخوبی نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ ان کے ابتدائی حالات میں فرق پر نظر نہ ہو۔اسی طرح ابتدائی حالات کے مطالعہ کے بغیر نہ فرانس یا ہالینڈ میں کثیر جماعتی نظام کی توضیح کر سکتے ہیں اور نہ امریکہ میں دو جماعتی نظام کے قیام اور استحکام کی وضاحت ممکن ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جماعتوں کا ماضی ان کے حال اور مستقبل کو اگرچہ متعین ومقید نہیں کرتا مگر متاثر ضرور کرتا ہے۔

2- جماعتوں کا پارلیمانی اور انتخابی آغاز

پارلیمنٹوں کے اندر سیاسی جماعتوں کا آغاز سادہ طریقہ وترتیب سے ہوتا ہے۔ان کی ابتدا کسی پارلیمنٹ کے کچھ اراکین کا حلقہ قائم ہونے سے ہوتی ہے۔حلقہ کے قیام کے بعد انتخابی ضروریات کے پیش انتخابی کمیٹیاں ابھرتی ہیں اور آخر میں پارلیمانی حلقوں اور انتخابی کمیٹیوں کے درمیان مستقل تنظیمی رابطہ قائم ہونے سے سیاسی جماعتوں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔کچھ ایسی مثالیں بھی ہیں جہاں پارلیمنٹ کے اندر سے پیدا ہونے والی جماعتیں بیان کردہ ترتیب سے وجود میں نہیں آئیں۔مگر اس نوع کی بیشتر جماعتیں اسی ترتیب سے قائم ہوئیں ہیں پارلیمانی حلقے یا گروہ اکثر اوقات انتخابی کمیٹیوں سے پہلے رونما ہوئے ہیں۔ایسے ممالک میں جہاں اسمبلیاں انتخابی طریق سے پہلے موجود تھیں پارلیمانی حلقے وہاں بھی پیدا ہوتے تھے۔اسمبلی خواہ نامزد اراکین پر مشتمل ہو یا منتخب شدہ افراد پر، پارلیمانی حلقے وجود میں آ ہی جاتے ہیں۔قدیم روم کے سینٹ میں اور پولینڈ کی اسمبلی میں مختلف دھڑوں میں کشمکش ناگزیر تھی۔قدیم شہنشاہوں کے موروثی درباروں میں بھی دھڑا بندی ہوا کرتی تھی۔اگرچہ وہ دھڑے مستقل اور اس طرح

منظّم نہ ہوتے تھے جس طرح منتخب شدہ اراکین پر مشتمل پارلیمانی حلقے ہوتے تھے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بعض صورتوں میں پارلیمانی حلقے ان دھڑوں کی ترقی یافتہ صورت ہیں۔

بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اراکین کے سیاسی عقاید میں یگانگت نے پارلیمانی حلقوں کے قیام کے لیے جذبہ فراہم کیا ہوگا۔ حقائق مگر اس بات کی تصدیق نہیں کرتے۔ اکثر اوقات علاقائی بنیادوں پر باہمی احساس قربت یا مشترکہ پیشہ کے تحفظ کی ضرورت نے پارلیمانی حلقوں کے قیام کے لیے بنیادی جذبہ فراہم کیا اور عقاید میں یگانگت بعد میں پیدا ہوئی۔ بعض ممالک میں پارلیمانی گروہ یا حلقے ایک علاقے سے آنے والے اراکین پر مشتمل ہوئے اور بعد میں انہیں گروہوں نے نظریاتی حلقوں کی صورت اختیار کر لی۔ 1789 کی فرانسیسی دستور ساز اسمبلی میں جماعتوں کا ابھرنا اس قسم کے ارتقاء کی اچھی مثال ہے۔ اپریل 1789 میں صوبائی نمائندے وارسیلز میں اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے پہنچے تو قدرے حیران و پریشان ہوئے۔ نئے شہر میں تنہائی اور اجنبیت کے احساس سے بچنے کے لیے ایک علاقہ سے آئے ہوئے نمائندے آپس میں مل بیٹھتے کہ احساس اجنبیت کم ہو اور ساتھ ہی اپنے علاقائی مفادات کے تحفظ کے لیے کوشاں رہیں۔ اس ضمن میں پہل بریٹن (Breton) کے نمائندوں نے کی۔ انہوں نے ایک کیفے میں کمرہ کرایہ پر لے کر باقاعدہ اور منظّم طور پر باہمی ملاقاتوں کا اہتمام کیا۔ ان ملاقاتوں میں یہ بات ان پر آشکارہ ہوئی کہ ان کے خیالات میں یگانگت نہ صرف علاقائی مسائل پر ہے بلکہ قومی حکمت عملی کے بنیادی مسائل پر بھی آراء میں ہم آہنگی ہے۔ اسی احساس کی بنا پر انہوں نے دوسرے صوبوں کے ہم خیال نمائندوں کو اپنی صفوں میں شامل کرنا شروع کیا اور اس طرح بتدریج ''بریٹن کلب'' نے ایک نظریات گروہ کی صورت اختیار کر لی۔ فرانس کی تاریخ میں اسی قسم کے مراحل سے گزر کر علاقائی بنیادوں پر قائم شدہ ''جیراڈن کلب'' 3 نے بھی بعد میں ایک نظریاتی حلقہ 4 کا روپ دھارا۔

محض علاقائی وابستگی کی بنیاد پر قائم ہونے والے پارلیمانی حلقے بھی ہوتے ہیں۔

1- جذبہ لازم Essential Emotion- یہاں محرک کا لفظ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

2-Hypothesis فرضیہ (جو تحقیق سے پہلے درست ہونا فرض کر لیا جائے)۔

3-Girodon Club-

4-Ideological Faction-

مگر وہ ان سے مختلف ہوتے ہیں جو ابتدا میں نظریاتی ہوں مگر ان کا نام مل بیٹھنے کی جگہ کی نسبت سے پڑ گیا ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ نظریاتی حلقوں کی ابتدا علاقائی ہو۔ ایسے نظریاتی حلقے بھی سیاسی جماعتوں کی ابتدا ثابت ہوئے ہیں جنھوں نے آپس میں بیٹھنے کی جگہ کا انتخاب نظریات میں مطابقت کی بناء پر کیا۔ مگر خالص نظریاتی حلقوں کے نام بھی مل بیٹھنے کی جگہ کی نسبت سے پڑ گئے۔ نظریاتی حلقوں کو جگہ کے نام سے پکارا جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ 1849 تک کے فرانس میں نظریات ایسے عام اور معروف نہ تھے کہ جماعتیں ان نظریات کے نام سے موسوم ہوتیں۔

پارلیمانی حلقوں کے قیام و ارتقاء میں علاقائی اور نظریاتی عوامل کے علاوہ اراکین کے ذاتی مفادات کا بھی کافی دخل رہا ہے۔ بعض پارلیمانی گروہوں کی نوعیت کم و بیش ایسی انجمنوں کی ہوتی ہے جو محض مفادات کے تحفظ کے لیے وجود میں آئی ہوں۔ ذاتی مفادات میں قدرتی طور پر دوبارہ منتخب ہونے کی خواہش بہت اہم رہی ہے۔ پارلیمانی حلقے خواہ کتنے بھی مستحکم ہوں، ان کے اراکین کی یہ خواہش ایک

موثر عنصر کے طور پر قائم ہوتی ہے۔ متناسب نمائندگی کے نظام میں یا لسٹ سسٹم 1 کے تحت اراکین میں یہ رجحان بوجوہ اور بھی قوی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ممالک مثلاً سوئٹزر لینڈ اور سویڈن میں منظم پارلیمانی حلقوں کا قیام متناسب نمائندگی کے نظام کے نفاذ کے ساتھ عمل میں آیا تھا۔ علاوہ ازیں وزارت کے لیے تڑپ نے بعض پارلیمنٹ کے اراکین کو متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ جمہوریہ فرانس کی مختلف اسمبلیوں میں دائیں اور بائیں سے منسلک گروہوں کے درمیان اراکین کے ایسے حلقے موجود رہے ہیں جن کا کام عہدوں کے لیے تگ و دو کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح ایک تحقیق کے مطابق 2 برطانوی پارلیمانی حلقوں کے ارتقاء میں بدعنوانی اور رشوت حد درجہ اثر انداز رہی ہے۔ زیادہ تر برطانوی محقق اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، پھر بھی بعید از قیاس نہیں کہ رشوت و بدعنوانی کارفرما رہی ہو۔ یہ امر بہر حال مسلمہ ہے کہ برطانیہ کے دستوری ارتقاء کے دوران بہت عرصہ تک

1- List System

2- "British Political Parties"

وزراء کا بھی یہی طریقہ تھا کہ وہ پارلیمنٹ میں محفوظ اکثریت برقرار رکھنے کے لیے اراکین کے ضمیر نہیں تو ان کے ووٹ ضرور خریدا کرتے تھے۔ پارلیمنٹ کے ممبران کو ان کے ووٹ کی قیمت دینے کے طریق کار کی حیثیت نیم سرکاری تھی۔ ایوان کے اندر باقاعدہ ایک تپائی رکھی ہوتی تھی جہاں ممبران اپنے ووٹ کی قیمت وصول کیا کرتے تھے۔ اٹھورویں صدی کے آغاز میں یہ روش اس قدر عام ہوئی کہ 1714 میں برطانوی وزارت خزانہ نے باقاعدہ سیاسی سیکرٹری کا ایک عہدہ قائم کیا جو اس قسم کے مخدوش مالی کاروبار کا ذمہ دار ہوا۔ کچھ ہی عرصہ بعد سیکرٹری مذکور کو سیکرٹری برائے ''اقربا پروری'' 1 کہا جانے لگا۔ سیکرٹری کی دسترس میں حکومت کی آسامیاں بھی تھیں جن کو وہ رشوت اور بدعنوانی کے لیے استعمال کرسکتا تھا۔ ملازمتوں اور دیگر مراعات کا لالچ دے کر وہ اس حیثیت میں ہوتا تھا کہ اکثریتی جماعت کے ممبران کی تقریروں اور ووٹوں پر نظر رکھ سکے۔ ممبران کے طرز عمل پر کڑی نگرانی رکھنے کی وجہ سے سیکرٹری برائے امور ''اقربا پروری'' کی حیثیت ممبران کی نظر میں ایسے ہنٹر یا چابک کی ہوگئی جو انہیں کج روی سے باز رکھتا تھا۔ اسی بناء پر بعد میں اس کو انگریزی زبان میں ''وپ'' کہا جانے لگا۔ گویا اقربا پروری کے مواقع، رشوت اور سرکاری ملازمتیں اس کے ہاتھ میں ایک ہنٹر کی حیثیت رکھتی تھیں، تاکہ وہ ممبران پر استعمال کر کے پارلیمنٹ میں اکثریت کو برقرار رکھ سکے۔

برطانیہ کی سیاسی جماعتوں میں اسی طریق کے ذریعہ حد درجہ کا نظم وضبط قائم ہوا۔ برطانیہ میں بتدریج پارلیمانی اخلاق بہتر ہوئے اور اب حکومتیں کھلے بندوں رشوت واقربا پروری کا بازار گرم کر کے حمایت برقرار رکھنے کے درپے نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے ''وپ'' کی وہ نوعیت نہیں رہی جو ابتدائی مراحل میں تھی۔ بہرحال برطانوی جماعتوں میں ابتدائی دور میں پیدا شدہ نظم وضبط اور ''وپ'' کا تحکم وحیثیت برقرار ہے۔

برطانوی سیاسی جماعتوں میں نظم وضبط اور حد درجہ استحکام پیدا کرنے میں جو کردار بدعنوانی یا رشوت نے ادا کیا، ضروری نہیں کہ اور سیاسی جماعتوں

1- Patronage Secretary

2- Whip

میں بھی ایسا ہوا ہو۔ جماعتوں کی تنظیم وضبط کے ضمن میں بدعنوانی کے اس قسم کے اثرات مرتب ہونا لازم نہیں اور نہ برطانوی مثال سے یہ کلیہ یا تعمیم اخذ ہوتی ہے کہ جماعتوں میں نظم وضبط اور استحکام بدعنوانی کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً اٹلی کی جماعتوں پر تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہاں بدعنوانی کا اثر بالکل الٹ ہوا۔ چہ جائیکہ بدعنوانی اور رشوت پارلیمانی حلقوں میں نظم وضبط پیدا کرے۔ اٹلی میں بدعنوانی نے ان حلقوں کو کمزور اور منتشر کر کے شخصی قسم کی سیاسی رسہ کشی کے لیے راہ ہموار کی۔ لہٰذا علمی اعتبار سے درست یہی ہوگا کہ بدعنوانی اور سیاسی جماعتوں کے ارتقاء سے متعلق کسی قسم کا کلیہ کا دعویٰ نہ کیا جائے۔ ممکن ہے اس تعلق پر وسیع تر تحقیق کے بعد کوئی تعمیم اخذ کرنے کی راہ ہموار ہو۔

پارلیمانی حلقوں کا قیام خواہ علاقائی یا نظریاتی عوامل کا مرہون رہا ہو یا خود غرضی، لالچ اور ہوس اقتدار و جاہ طلبی وغیرہ سے وابستہ ہو، بہر حال انتخابی کمیٹیوں کا قیام اور توسیع براہ راست حق رائے دہی میں وسعت سے وابستہ ہوئی۔ حق رائے دہی میں وسعت نے یہ لازم کر دیا کہ نئے ووٹروں کو جماعتوں میں لایا جائے۔ مثلاً بیسویں صدی کے اوائل میں یورپ کے ممالک میں حق بالغ رائے دہی تسلیم ہونے سے اشتراکی جماعتوں میں وسعت پیدا ہوئی۔ نئے نئے ووٹروں نے ان جماعتوں کی صفوں میں شامل ہو کر انہیں وسعت دی۔ حق رائے دہی نے توسیع کے علاوہ مساوات کے حصول کا جذبہ اور وہاں کی روایتی سماجی قیادت کو اٹھا باہر کرنے کی خواہش بھی کارفرما تھی۔ عین ممکن ہے کہ مساوات وقیادت کے خواہش کے بغیر محض حق رائے دہی میں توسیع، انتخابی کمیٹیوں کے استحکام ووسعت پر منتج نہ ہوتی۔

انتخابی کمیٹیوں کی وسعت کا حق رائے دہی میں وسعت سے وابستہ ہونا اگرچہ محتاج وضاحت نہیں پھر بھی 1830 کے فرانسیسی یا 1832 کی انتخابی اصلاحات سے پہلے کے برطانوی نظام پر غور کرنے سے یہ بات مزید واضح ہو جائے گی۔ 1832 سے قبل کے محدود رائے دہی کے دور میں ووٹروں کو متحرک کرنے کے لیے انتخابی کمیٹیوں کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ اس دور میں رائے کا

1- Generalisation

حق رکھنے والے اتنے محدود اور سماجی طور پر ایسے یکساں صفات کے لوگ ہوتے تھے کہ ان کے لیے اپنے میں سے چند ایک کا انتخاب کر لینا کوئی پیچیدہ امر نہ تھا۔ وہ چند کو بلا واسطہ منتخب کر لیتے تھے۔ چونکہ ایک دوسرے سے وہ متعارف ہوتے تھے اس لیے یہ بھی ضرورت نہ ہوتی تھی کہ وہ کسی پارٹی یا انتخابی کمیٹی کی وساطت سے متعارف ہوں۔ گویا اس دور کے انتخابات یوں تھے جیسے گھر کی بات ہو کہ اپنوں نے اپنوں میں سے اپنوں کو چن لیا۔ انتخابات ایک طبقہ تک محدود ہوں تو انتخابی کمیٹیاں موجود ہوتی ہیں، مگر ان کا کردار واثر بہت محدود ہوتا ہے۔ حق رائے دہی میں وسعت کے ساتھ وہ زیادہ محرک وسیع نہ ہوں تو لامحالہ نئے ووٹر ان ہی روایتی سماجی اعیان کے لیے رائے دیں گے جن کو وہ جانتے ہوں۔ روایتی قیادت واعیان کے مدمقابل چونکہ نئی قیادت خواہش جاہ واقتدار سے سوشار ہوتی ہے، لہٰذا انتخابی کمیٹیوں میں وسعت ناگزیر ہو جاتی ہے۔ وسعت کے بغیر نئی قیادت نئے رائے دہندگان سے متعارف نہیں ہو سکتی۔ 1871 میں فرانسیسی نیشنل اسمبلی کے انتخابات میں یہی صورت ہوئی تھی۔ انتخابات سے کچھ ہی عرصہ قبل اچانک حق رائے دہی میں وسعت کر دی گئی اور فوری طور پر انتخابات عمل میں آئے۔ انتخابی کمیٹیاں حق رائے ددہی میں وسعت کی مناسبت سے سرگرم عمل نہ ہوئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نئے رائے دہندگان کی بہت بڑی اکثریت نے علاقہ کے انہیں زمینداروں کی طرف رجوع کیا جن سے وہ پہلے جان پہچان رکھتے

تھے۔ تاریخی طور پر یہ کہنا درست ہے کہ سیاست میں بائیں بازو کے عناصر کے ہاتھوں انتخابی کمیٹیوں کی تخلیق ہوئی۔ ان ہی کمیٹیوں کی وساطت سے بائیں بازو کے لیے یہ ممکن ہوا کہ رائے دہندگان کے ذہنوں میں اپنے اُمیدواروں کے لیے روایتی اعیان کی جگہ عزت وقار کا مقام حاصل کرسکیں۔ بائیں بازو کی انتخابی کمیٹیوں کے سرگرم عمل ہونے پر دائیں بازو کو اپنی حیثیت ووقار کو برقرار رکھنے کے لیے میدان میں آنا پڑا۔ گویا انتخابی کمیٹیاں پہلے بائیں بازو کی طرف سے قائم ہوئیں اور پھر ان عناصر سے قیادت کے لیے مسابقت کے پس منظر میں دائیں بازو کی انتخابی تنظیمیں قیام پذیر ہوئیں۔

انتخابی کمیٹیاں کسی خاص طریقہ یا قاعدہ کے تحت قائم نہیں کی جاتیں اور نہ ان کے قیام کے متعلق کسی کلیہ کے حوالہ سے بات کرنا ممکن ہے۔ مختلف انتخابی کمیٹیوں کے قیام کے سلسلے میں ان کے خاص حالات وواقعات بہت اہم ہوتیہیں اور ان حالات میں تنوع کے پیش نظر کوئی اصول یا کلیہ اخذ کرنا بھی مشکل ہے۔ انتخابی کمیٹیوں کا قیام بعض دفعہ تو یوں عمل میں آیا کہ اُمیدواروں نے خود اپنے گرد چند دوست احباب کو اکٹھا کرلیا کہ وہی انتخاب میں ان کے معاون ہوگئے۔ اُمیدواروں کے گرد احباب کے یہی حلقے انتخابی کمیٹیوں کی ابتدا بنے۔ برطانیہ میں صورت حال اس سے مختلف تھی۔ تمدنی اعتبار سے برطانیہ میں یہ مستحسن نہ تھا کہ معقول حمایت کے بغیر کوئی شخص انتخاب کے لیے اُمیدوار ہو۔ خواہش مند حضرات کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنی معقول حمایت ثابت کرنے کی غرض سے چند دوستوں کے اپنے ساتھ ملائیں۔ اُنیسویں صدی کے برطانیہ میں بہت سی انتخابی کمیٹیوں کے وجود میں آنے کا یہی جواز تھا۔ بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوا کہ چند اشخاص نے مل کر اپنے طور پر کسی کو اُمیدوار بنانے کے لیے راہ ہموار کی۔ 1876 میں پیرس کے چند طلبا اور کارکنوں نے مل کر ایک شخص 1 کو امیدوار بنانے کے لیے اشتراک کیا تھا، یہی اشتراک عمل بعد میں انتخابی کمیٹی کے طور پر سامنے آیا۔ کئی بار ایسا بھی ہوا ہے کہ پہلے سے موجود انجمنوں نے انتخابی کمیٹیوں کا روپ دھارلیا۔ 1789 کے انقلاب فرانس کے دوران بہت سی فلسفیانہ انجمنوں نے انتخابات میں یہی کردار ادا کیا۔ اسی طرح ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ابتدائی دور کے انتخابات میں مقامی کلبوں 2 نے یہی کردار ادا کیا تھا۔ بعض انتخابی کمیٹیاں اخبارات کی تحریک پر وجود میں آئیں 3۔ اس کے علاوہ کئی صورتوں میں مخصوص قانونی تقاضوں نے انتخابی کمیٹیوں کو جنم دیا ہے۔ برطانیہ کا 1832 کا قانون اس کی اچھی مثال ہے۔ 1832 کے قانون کے تحت رائے دہندگی میں وسعت کے ساتھ رائے دہندگان کا اندراج بھی ضروری قرار پایا اور چند ٹکے اندراج کی فیس بھی رکھی گئی۔ نئے ووٹر رجسٹریشن کے قواعد سے

1- Professor of Law at Sarbonne-emile Acollas

2- Local Clubs

3- Elecoral Committees Established under the Influence of 'Le National' and 'La Reforme'

ناواقف تھے اور نام رجسٹر کروانے کے لیے فیس ادا کرنے سے بھی گریز کرتے تھے۔ 1832 کے ابتدائی دور میں لامحالہ بہت کم لوگ رجسٹر ہوئے۔ اس صورت کے پیش نظر متوقع امیدواروں سے مل کر بہت سی رجسٹریشن انجمنیں 1 معرض وجود میں آئیں، تاکہ رجسٹریشن کے طریق کار میں سہولت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اپنے نام درج کروانے پر آمادہ کریں۔ ان انجمنوں کے قیام کے لیے پہلے لبرل لوگوں نے تحریک کی اور بعد میں جلد ہی ان کی مثال کو قدامت پسند 2 عناصر نے اپنا کر ویسی انجمنیں قائم کر

لیں۔شروع شروع میں یہ انجمنیں اُمیدواروں کو نامزد کرنے یا ان کو متعارف کرانے کے کام سے لاتعلق تھیں۔جوں جوں ان کی تعداد اور استعداد میں اضافہ ہوا تو وہی انجمنیں انتخابی امور میں دخیل ہو کر انتخابی کمیٹیوں کی صورت اختیار کرنے لگیں۔

برطانیہ کی طرح امریکہ میں بھی مخصوص حالات نے انتخابی کمیٹیوں کو جنم دیا اور تقویت دی۔ انیسویں صدی کے ریاستہائے متحدہ کے سیاسی نظام میں سرکاری اسامیاں بہت بڑی تعداد میں انتخاب کے ذریعہ پر ہوتی تھیں۔عام ووٹر یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ کونسی آسامیوں کے لیے کن لوگوں کو منتخب کریں۔ امریکہ کے صدر کا انتخاب بھی یک ووٹی نظام کے تحت ہوتا تھا3۔ان دونوں امور میں منظم راہنمائی کے لیے یہ لازم تھا کہ تنظیمیں وجود میں آئیں۔مزید یہ کہ دنیا کے مختلف حصوں سے نقل مکانی کر کے امریکہ میں بسنے والے لوگ ووٹروں کی تعداد میں مسلسل نئے لوگوں کا اضافہ کر رہے تھے۔انتخابات کے سلسلے میں ان کی رہنمائی اور بھی ضروری اس لیے تھی کہ وہ امریکی سیاسی نظام کے خدوخال سے ناآشنا تھے۔ان کی رہنمائی انتخابی کمیٹیوں کے ذریعے سے عمل میں آئی۔انتخابی کمیٹیوں کے قیام کے بعد امریکہ میں رائج نظام غنایم 4 نے ان کمیٹیوں کو مزید تقویت دی۔صدر جیکسن 5 کے دور سے

1- Registration Societies

2- Conservatives

3- Single Ballot System

4- Spoil System

5- President Jackson

رائج شدہ نظام لوٹ یا نظام غنایم کے تحت سب سرکاری آسامیاں اور عہدے فاتح پارٹی کا حصہ ہوتے تھے۔سرکاری عہدے انتخابی کمیٹیوں کے ہاتھ میں اپنی حیثیت کو مستحکم کرنے کا بہت بڑا وسیلہ تھے۔نظام غنایم امریکہ کی انتخابی کمیٹیوں کے لیے ویسے بھی وجہ استحکام وتقویت بنا۔جس طرح کہ رشوت و بدعنوانی برطانیہ کے پارلیمانی گروہوں کے لیے وجہ تقویت ہوئی تھی۔

ابتدائی دور میں چھوٹے چھوٹے حلقے، پارلیمانی گروہ اور انتخابی کمیٹیوں کے وجود میں آنے کے بعد یہ ضروری ہو گیا کہ ان سب کے درمیان مستقل باہمی ربط و تعلق قائم ہو۔مختلف ممالک میں اسی نوعیت کے مستقل تعلق کے قیام کے بعد صحیح معنوں میں سیاسی جماعتیں ظہور پذیر ہوئیں۔باہمی ارتباط کے مرحلہ میں عام طور پر یہی پارلیمانی گروہ تھے جنہوں نے ضروری اقدامات کیے۔انتخابی کمیٹیوں اور طرح طرح کے حلقوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کے سلسلہ کا آغاز اوپر سے کیا گیا۔باہمی ربط کا آغاز پارلیمانی حلقوں نے اپنے اراکین کے درمیان مستقل رشتے قائم کر کے کیا اور پھر پارلیمانی اراکین اپنے طور پر متعلقہ انتخابی کمیٹی کے ساتھ رشتہ و تعلق استوار کرنے کے درپے ہوئے تا کہ آئندہ انتخاب میں ان کمیٹیوں پر حمایت کے لیے انحصار کر سکیں۔پارلیمانی گروہوں کے اراکین کی انفرادی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف انتخابی کمیٹیوں نے ان اراکین کی وساطت سے ایک وفاق کی صورت اختیار کر لی اور بلاواسطہ باہم منسلک ہو گئیں۔ظاہر ہے کہ پارلیمانی گروہ خود بھی اس وفاق کا اہم حصہ ہو گئے۔سیاسی جماعتوں کا باقاعدہ قیام عمل میں لانے کے لیے فقط یہ باقی تھا کہ پارلیمانی گروہوں اور انتخابی کمیٹیوں کے درمیان موجود غیر رسمی ربط و تعلق کو باقاعدہ تنظیمی صورت دے دی جائے۔جوں ہی یہ ہوا سیاسی جماعتیں باقاعدہ وجود میں

آ گئیں۔ان جماعتوں کی رجسٹریشن کا مرحلہ محض رسمی بات تھی جس کی تکمیل بعد میں کر لی گئی۔

با قاعدہ وجود میں آنے کے بعد سیاسی جماعت کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان انتخابی حلقوں میں کمیٹیاں قائم کرے جہاں وہ پہلے موجود نہ ہوں۔ جماعت کے قیام کے بعد انتخابی کمیٹیوں کا قیام مرکزی تنظیم کی تحریک پر ہوتا ہے۔خیال رہے کہ ابتدائی کمیٹیوں کا قیام اس کے برعکس تھا۔سیاسی جماعت کے قیام میں آنے کے بعد کا ارتقاء گویا الٹے پاؤں چلنے لگتا ہے اور انتخابی کمیٹیاں دیگر عوامل کی بناء پر وجود میں آنے کی بجائے اب مرکزی تنظیم کی تحریک پر وجود میں لائی جاتی ہیں۔انتخابی کمیٹیوں کے وجود میں آنے یا انہیں وجود میں لائے جانے کا عمل حد درجہ اہم ہے۔اس کی اہمیت جماعتوں میں مرکزیت 1 یا تکسیر مرکزیت 2 کا اندازہ لگانے میں دو چند ہوتی ہے۔انتخابی کمیٹیوں کے قیام میں آنے کے طریق کار کے حوالہ سے جماعتوں کی تنظیم پر پارلیمانی قیادت کے اثر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جماعت کے قیام کے بعد جن حلقوں میں انتخابی کمیٹیاں موجود نہ ہوں ان میں جماعت کی تنظیم قائم ہو جاتی ہے۔ چونکہ ایسے حلقوں کی پارلیمنٹ میں نمائندگی نہیں ہوتی اس لیے جماعت کی تنظیم پارلیمانی گروہوں سے نسبتاً آزادی سے پنپنے لگتی ہے۔بتدریج جماعتی تنظیم ایسی خصوصیات اختیار کر لیتی ہے جو ان جماعتوں کا خاصہ ہوتی ہیں جو پارلیمانی گروہوں اور انتخابی معرکوں کی بدولت وجود میں نہ آئی ہوں۔ایسی جماعتیں پارلیمنٹ سے باہر وجود میں آنے والی جماعتیں کہلاتی ہیں اور چند صفات سے مختص ہوتی ہیں۔ان کو ورائے پارلیمنٹ جماعتیں بھی کہہ سکتے ہیں گویا ایسی جماعتیں جن کی ابتدا پارلیمنٹ کے باہر ہوئی ہو اور ان کو وجود میں لانے کے لیے پارلیمنٹ کے اراکین کی اعانت وتوسط شامل نہ ہوا ہو۔

3-ورائے پارلیمنٹ سیاسی جماعتیں3

ابتدا کے اعتبار سے دو طرح کی سیاسی جماعتوں کی تخصیص کی جا سکتی ہے۔ایسی جماعتیں جو پارلیمنٹ کے اندر یا پارلیمانی اراکین کی تحریک وتوسط سے وجود میں آئیں اور انتخابی معرکوں میں ان کا ارتقاء ہوا۔گذشتہ صفحات میں ایسی جماعتوں کی ابتدا کا ذکر کیا گیا ہے۔ جماعتوں کی دوسری قسم وہ ہے جو علاوہ از پارلیمنٹ وجود میں آتی ہیں۔ گویا ان کا وجود میں آنا پارلیمانی اراکین کے تحرک وتوسط کا مرہون نہیں ہوتا۔دونوں قسم کی

1- Cenntralisation

2- Decentralisation

3- Extra-Parliament Parties

جماعتوں میں فرق کو کڑی نوعیت کی تخصیص تصور کرنا مناسب نہیں۔البتہ ان دونوں قسم کی جماعتوں میں فرق کی نوعیت ان کی تنظیم وتربیت میں عام رجحانات کے فرق سے ظاہر ہوتی ہے۔دونوں قسم کی جماعتیں قطعی طور پر ہر لحاظ سے مختلف اقسام نہیں ہیں۔اکثر ورائے پارلیمنٹ جماعتوں کی تنظیم و ہیئت ان کو وجود میں لانے والے اداروں کی ہیئت سے متعین ہوتی ہے۔ان کی اصل سرگرمیاں پارلیمنٹوں سے باہر اور انتخابی معرکوں کے علاوہ ہوتی ہیں۔ایسی تنظیموں کے تحرک وتوسط سے وجود میں آنے والی سیاسی جماعتوں کو صحیح معنوں میں ورائے پارلیمنٹ جماعتیں کہا جاتا ہے۔

کئی قسم کے مختلف گروہ اور انجمنیں ورائے پارلیمنٹ جماعتوں کو وجود میں لا سکتی ہیں۔ یہ ممکن نہیں

کہ تمام کی مکمل فہرست مرتب کی جائے لہٰذا چند ایک گروہوں اور انجمنوں کی مثال پر اکتفا کیا گیا ہے۔
ورائے پارلیمنٹ جماعتوں کی ابتدا کے سلسلے میں مزدور انجمنوں 1 (ٹریڈ یونینوں) کی سرگرمیاں معروف مثال ہیں۔ بہت سی اشتراکی جماعتیں براہ راست مزدور انجمنوں کی تخلیق ہیں۔ ان انجمنوں کی تخلیق کردہ اشتراکی جماعتوں نے مختلف عرصوں تک کے لیے اپنی تنظیمی ہیئت کو انہیں انجمنوں کے مماثل رکھا۔ خاص طور پر پارلیمانی امور اور انتخابی معرکوں میں وہ جماعتیں اپنی خالق مزدور انجمنوں کے سیاسی دست و بازو کی حیثیت سے رہیں۔ لیبر پارٹی ایسی سیاسی جماعت کی نمائندہ مثال ہے۔

لیبر پارٹی کا قیام 1899 میں ٹریڈ یونین کانگرس 2 کی ایک قرارداد 3 کے تحت عمل میں آیا۔ اس قرارداد میں مذکورہ کانگرس نے انتخابی اور پارلیمانی تنظیمیں قائم کرنے کے فیصلہ کا اعلان کیا۔ مذکورہ قرارداد پاس ہونے سے قبل ایک آزاد لیبر پارٹی موجود تھی اور اشتراکی عقاید کی تبلیغ اور مسائل پر تحقیق و تلقین کے لیے قائم شدہ فبیئن سوسائٹی 4 بھی موجود تھی۔ اگرچہ ان

1- Trade Unions

2- Trade Union Congress

3- 'Halmer Notion' Passed on card vote by 543,000 To 438,000

4- Fabion Society

دونوں تنظیموں نے مذکورہ قرارداد منظور کروانے میں اہم حصہ لیا مگر اصل تحریک و حمایت مزدور انجمنوں سے پیدا ہوئی اور وہی فیصلہ کن تھی۔ برطانوی لیبر پارٹی کی مزدور انجمنوں سے اس ابتدائی وابستگی و انحصار کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارٹی آج تک انہیں انجمنوں پر حد درجہ انحصار رکھتی ہے۔ لیبر پارٹی کی مثال جماعتوں کی ہیئت پر ان کی ابتداء کے اثرات کی غماز ہے۔ بعض محققین 1 نے بجا طور پر اشتراکی جماعتوں کی تخصیص دو طرح کی جماعتوں میں کی ہے۔ ایک وہ جماعتیں جنہیں مزدور انجمنیں وجود میں لائیں اور دوسری وہ خالص اشتراکی جماعتیں جو پارلیمانی اراکین اور علمی حلقوں نے قائم کیں۔ پہلی قسم کی جماعتیں زیادہ حقیقت پسندانہ ہوتی ہیں جب کہ دوسری قسم کی نسبتاً زیادہ نظریاتی اور اصول پرستانہ واقع ہوتی ہیں۔

ورائے پارلیمنٹ جماعتوں کے قیام کے ضمن میں مزدور انجمنوں کے علاوہ امداد باہمی کی زرعی انجمنیں اور کسان انجمنیں بھی قابل ذکر ہیں۔ مزدور انجمنوں کی نسبت اگرچہ زرعی انجمنوں نے کم جماعتوں کو جنم دیا ہے پھر بھی بعض ممالک میں یہ انجمنیں کافی شد و مد سے اس عمل میں شامل رہی ہیں۔ ناروے، ڈنمارک، سویڈن کے علاوہ آسٹریلیا، کینڈا اور ریاست ہائے متحدہ میں بھی زرعی انجمنیں کافی سرگرم عمل رہی ہیں۔ بعض صورتوں میں یہ انجمنیں محض انتخابی اور پارلیمانی حلقوں کے روپ میں نظر آتی ہیں اور بعض دفعہ ان کی وساطت سے وجود میں آنے والی جماعتیں برطانوی لیبر پارٹی کی مثل ہوتی ہیں۔ یہ صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ زرعی انجمنیں یا کسان سبھائیں یہ فیصلہ کریں کہ وہ اپنی انتخابی تنظیم قائم کریں گی یا خود اپنے آپ کو براہ راست سیاسی جماعت میں ڈھال لیں گی۔

زرعی، مزدور و کسان انجمنوں کے علاوہ دانشوروں کے حلقے نے بھی ورائے پارلیمنٹ جماعتوں کو جنم دینے میں حصہ لیا ہے۔ برطانوی لیبر پارٹی کی نمو و قیام میں فبیئن سوسائٹی 2 سیاسی جماعتوں کے قیام کے سلسلے میں دانشور حلقوں کے اثر کی اچھی مثال ہے۔ انیسویں صدی کے دوران میں بہت

1- James Bryce

2- Fabian Societies

سی عوامی تحریکوں میں طلباء کی انجمنوں اور دیگر یونیورسٹی کے حلقہ ہائے احباب نے جو کردار ادا کیا ہے وہ بھی معروف ہے۔ یورپ میں دائیں بازو کی جماعتوں کو وجود میں لانے میں یہ حلقے بہت اہم رہے ہیں۔ اس طرح فری میسن 1 تنظیم فرانس اور دیگر یورپی ممالک میں ریڈیکل اور لبرل جماعتوں کے قیام میں شریک تھی۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر ممالک میں بہت سی ایسی جماعتیں ہوں گی جن کی تشکیل میں دانشوروں نے حصہ لیا ہو۔ ان حلقوں کی وساطت سے ابھرنے والی ایسی جماعتیں شاذ ہیں جنہوں نے بالغ رائے دہی کے ہوتے ہوئے ایسی مقبولیت حاصل کی ہو کہ وہ کامیاب ہوگئی ہوں۔ فرانس میں ژاں پال سارتر 2 جیسے معروف فلسفی کی قائم کردہ جماعت بھی ناکامی سے دوچار ہوئی۔ ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعتوں کے قیام کا یہ طریقہ محدود حق رائے دہی کے لیے تو شاید زیادہ موزوں ہو مگر بالغ رائے دہی کے نظام میں دانشوروں کی قائم کردہ جماعتوں کی کامیابی کا امکان نہیں ہوتا۔

عیسائی کلیسائی تنظیمیں اور مختلف فرقوں کی وساطت سے کئی جماعتیں وجود میں آئی ہیں۔ ہالینڈ میں کیتھولک فرقہ کی قدامت پسند جماعت کے مقابلے کے لیے فرقہ یعنی کیلونسٹوں 3 نے ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔ 1897 میں ان دونوں عیسائی فرقوں کی جماعتوں کے علاوہ پروٹسٹنٹ 4 فرقہ نے بھی جماعت قائم کی۔ یورپ میں 1914 کے بائیں بازو کی عیسائی جماعتیں کیتھولک تنظیموں کی وساطت سے قائم کی گئیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد عیسائی جمہوری جماعتوں کا قیام اور فروغ بھی انہیں تنظیموں کے اثر کا غماز ہے۔ پاکستان اور ہندوستان میں بھی کئی سیاسی جماعتیں مذہبی فرقوں کی تحریک وتوسط سے قائم ہوئیں۔ ہندومہاسبھا، جن سنگھ، اکالی دل، جماعت اسلامی کے علاوہ جمعیت العلمائے ہندو پاکستان بھی اچھی مثالیں ہیں۔ دوسری جنگ عظیم

1- Free Masonary

2- Jean Paul Satre

3- Calvinisit

4- Protestants

کے بعد عیسائی جمہوری جماعتوں کا قیام براہ راست کلیسا کی وساطت سے عمل میں نہیں آیا مگر فرقہ وارانہ تنظیموں نے ان کی اصل بنیاد رکھی اور کلیسا کی حمایت انہیں حاصل رہی۔ اٹلی اور جرمنی میں خاص طور پر ایسا ہوا۔

مذہبی فرقوں کے علاوہ 1914 کے بعد سابق فوجیوں کی تنظیمیں مغربی یورپ میں کئی فسطائی و نیم فسطائی سیاسی جماعتوں کو وجود میں لانے کے لیے سرگرم رہی ہیں۔ اٹلی میں سابق فوجیوں کی تنظیم کا فسطائیت کے قیام پر اثر جانی پہچانی مثال ہے۔ اس سے بھی بہتر مثال اٹلی کے سابق فوجیوں کی تنظیم کی ہے جس نے 1936 میں براہ راست اور کھلے طور پر اپنے آپ کو ایک سیاسی جماعت میں تبدیل کر لیا تھا۔ سیاسی جماعتوں کی ابتدا کے سلسلے میں خفیہ انجمنوں اور پراسرار گروہوں 2 کا اثر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس قسم کے گروہ پارلیمانی سطح پر اور انتخابی معرکہ میں کھلے بندوں شریک نہیں ہوتے۔ وہ قانوناً ممنوع قرار دیے جانے کی وجہ سے مخفی اور پراسرار طریقوں سے سرگرم عمل رہتے ہیں۔ قانونی پابندیاں ختم

ہوتے ہیں اُن میں سے بعض سیاسی جماعتوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران جرمنی کے فتح کردہ ممالک میں جرمنی کی مدافعت ومخالفت خفیہ طریقوں سے جاری رہی۔ 1945 میں ان خفیہ مدافعتی تحریکوں 3 نے جرمنی کی شکست کے بعد خود کو سیاسی جماعتوں میں تبدیل کر لیا۔ سیاسی جماعتوں کا روپ دھارنے والی یہ تحریکیں اکثر کامیاب نہیں ہوتیں مگر ان میں سے بعض کچھ عرصہ کے لیے کامیاب بھی ہو جاتی ہیں۔ مثلاً فرانس میں پیپلز ریپبلکن پارٹی اور اٹلی میں عیسائی جمہوری پارٹی 4۔ روسی کمیونسٹ پارٹی کی ابتدا بھی ایسے ہی حالات میں ہوئی تھی۔ 1917 میں پہلی جنگ عظیم کے دوران میں یہ پارٹی ممنوعہ جماعت سے باقاعدہ سرکاری جماعت بن کر سامنے آئی۔ روس میں باقاعدہ جماعت بن جانے کے بعد بھی اس کی تنظیمی ہیئت کے کئی پہلو وہی رہے جو اس کے خفیہ دور کا خاصہ تھے۔ اُس کمیونسٹ

1- Ex-Service Association

2- Clandestine Groups

3- secret Resistance Movements

4- People's Republican Party and Christian Democratic Party

پارٹی کے خفیہ دور کے تنظیمی پہلو برقرار رکھنے کا جواز خفیہ تنظیم کی ممکنہ ضرورت بھی تھی۔ 1917 میں اقتدار چونکہ غیر یقینی ومتزلزل تھا لہٰذا یہ ضروری سمجھا گیا کہ تنظیم کے خفیہ پہلوؤں کو برقرار رکھا جائے تاکہ حکومت چھن جانے کی صورت میں یا بوقت ضرورت تنظیم دوبارہ مخفی و پراسرار سرگرمیوں کی طرف لوٹ سکے اور انہیں برقرار رکھ سکے۔

ورائے پارلیمنٹ جماعتوں کو وجود میں لانے میں جہاں دوسری مذکورہ خارجی تنظیمیں 1 شریک رہی ہیں وہاں صنعتی اور تجارتی مفادات کی تنظیموں کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ بنک، بڑی بڑی تجارتی کمپنیاں، آجروں اور تاجروں کی انجمنیں اور ان کے وفاق کئی جماعتوں کے قیام میں شریک رہے ہیں۔ جماعتوں کی تشکیل وابتداء پر اس قسم کے اداروں کے اثر کا تعین انتہائی طور پر مشکل تحقیقی مرحلہ ہے۔ یہ عناصر سیاسی امور میں حد درجہ محتاط اور رازدارانہ طرز عمل اختیار کرتے ہیں جس کی وجہ سے جماعتوں کی ابتدا میں ان کے اثر وکردار کی نشان دہی مشکل ہوتی ہے۔

سیاسی جماعتوں کی ابتدا جو بھی ہو ورائے پارلیمنٹ جماعتیں ان جماعتوں سے واضح طور پر مختلف ہوتی ہیں جن کی ابتدا پارلیمنٹ کے اندر ہوئی ہو اور انتخابی مقابلوں میں وہ ارتقاء پذیر ہوئی ہوں۔ عام طور پر ورائے پارلیمنٹ جماعتیں یا خارجی جماعتیں 2 پارلیمانی جماعتوں سے زیادہ مرکزیت رکھتی ہیں۔ حقیقت میں ان کی ابتدا اوپر سے ہوتی ہے جب کہ پارلیمانی جماعتوں کی ابتدا بنیادی سطح پر تنظیمیں قائم ہونے سے ہوتی ہے۔ اول الذکر جماعتوں کی مقامی تنظیمیں یا کمیٹیاں مرکزی سطح پر موجود قیادت کے دباؤ کے تحت قائم ہوتی ہیں اور اسی وجہ سے مقامی تنظیموں کی آزادی عمل محدود رہتی ہے۔ پارلیمانی جماعتوں میں مقامی تنظیمیں پہلے سے موجود ہونے کی بنا پر باہمی ربط وضبط کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے مرکزی تنظیم خود قائم کرتی ہیں اور نتیجتاً اس تنظیم کے اختیارات کو یوں محدود کرتی ہیں کہ مقامی تنظیموں کی زیادہ سے زیادہ خودمختاری برقرار رہے۔ خارجی جماعتوں میں مرکزیت یا تکسیر مرکزیت 3 کی

1- External Organisations

2- External Parties

3- Decentralization

نوعیت پر ان کو وجود میں لانے والی تنظیموں میں مرکزیت یا تکسیر مرکزیت کی نوعیت اثر انداز ہوتی ہے۔ گویا خارجی تنظیم میں مرکزیت یا تکسیر مرکزیت اس تنظیم کی پیدا کردہ جماعت میں بھی منعکس ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر لیبر جماعتیں کمیونسٹ جماعتوں سے کم مرکزیت رکھتی ہیں جب کہ سرمایہ دار تنظیموں کی قائم کردہ جماعتیں لیبر جماعتوں لیبر جماعتوں سے بھی کم مرکزیت سے مختص ہوتی ہیں۔ بہر حال جماعتوں کی ورائے پارلیمنٹ ابتدا ان میں مرکزیت سے متعلق ضرور ہے۔ وجود میں لانے والی تنظیموں کے زیر اثر یہ جماعتیں پارلیمانی جماعتوں کی نسبت زیادہ مربوط اور منضبط 1 ہوتی ہیں۔ اس فرق کی وجہ ظاہر ہے۔ خارجی جماعتوں کے مکمل طور پر وجود میں آنے سے پہلے وہ مرکزی تنظیم موجود ہوتی ہے جو بعد میں قائم ہونے والی پارٹی کی مقامی اکائیوں کو یکجا رکھ سکے اور ان میں یک گونہ نظم وضبط برقرار رکھے۔ اس کے برعکس پارلیمانی جماعتوں کی ابتدا میں پارلیمانی اراکین کے غیر رسمی حلقوں کے علاوہ کوئی مربوط تنظیم پہلے سے موجود نہیں ہوتی جو بنیادی اکائیوں میں ربط وتعلق کو منظم و مربوط کرتے ہوئے مرکزیت کے رجحانات کو تقویت دے۔ لامحالہ یہ جماعتیں اول الذکر جماعتوں کی نسبت کم مرکزیت سے مختص ہوتی ہیں۔

مرکزیت اور تکسیر مرکزیت کے علاوہ بھی ہر دو قسم کی جماعتوں میں واضح فرق ہوتا ہے۔ پارلیمانی جماعتوں کی تنظیم پر متعلقہ پارلیمانی اراکین کا اثر بدرجہا زیادہ ہوتا ہے۔ ان کا یہ اثر ہر صورت میں قائم رہتا ہے۔ خواہ وہ اراکین بحیثیت مجموعی اپنی سیاسی جماعتوں کی تنظیم کے اعلیٰ ترین اداروں میں موجود ہوں یا محض انفرادی حیثیت میں انہیں پالیسی ساز اداروں میں نمائندگی دی گئی ہو اور بظاہر وہ ادارے پارلیمنٹ سے علیحدہ ہوں۔ پارلیمانی جماعتوں میں متعلقہ پارلیمانی اراکین کے اس غلبہ اور دسترس کو ان جماعتوں کے آغاز وارتقا میں نمائندہ اراکین کے کردار واثر کے حوالہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ورائے پارلیمنٹ یا خارجی جماعتوں میں صورت حال اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ ایسی جماعتوں کا قیام وارتقا چونکہ پارلیمانی اراکین کا مرہون منت نہیں ہوتا لہٰذا خارجی جماعتوں کی تنظیم پر متعلقہ پارلیمانی اراکین کا اثر اور عمل دخل

1- Coherent and Disciplined

بھی ہمیشہ کم تر ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خارجی جماعتوں میں پارلیمانی اراکین کے متعلق کم وبیش کھلے بندوں عدم اعتماد پایا جاتا ہے۔ جماعتی تنظیم میں اپنے پارلیمانی اراکین کی آزادی عمل کو محدود و مقید کرنے اور انہیں جماعت کے تابع فرمان رکھنے کا جذبہ بھی کارفرما ہوتا ہے۔ اگرچہ ان حقائق کی وضاحت دیگر عوامل کے حوالے سے بھی ممکن ہے مگر بنیادی اہمیت پھر بھی خارجی جماعتوں کے آغاز وارتقاء میں پارلیمانی اراکین کی تقریباً عدم موجودگی کو حاصل رہے گی۔ کہنے کو تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام اشتراکی جماعتیں خواہ ان کی ابتدا پارلیمانی ہو یا خارجی ہو، پارلیمانی اراکین کے بارے میں یکساں رویہ رکھتی ہیں۔ اس رویہ میں یکسانیت کے باوجود اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ فرانس کی اشتراکی مگر پارلیمانی آغاز والی جماعتوں میں برطانوی ورائے پارلیمنٹ لیبر پارٹی کی نسبت فرانسیسی کے متعلقہ اراکین کا اثر کہیں زیادہ ہے۔

سیاسی جماعتوں کی ابتدا کے اثرات ان کی ہیئت و تنظیم تک محدود نہیں ہوتے بلکہ ان کے تمام تر پہلوؤں پر مرتب ہوتے ہیں۔ پارلیمانی اراکین سے جماعتوں کا واسطہ وتعلق ان کی زندگی کا ایسا نمایاں

پہلو ہے جو جماعتوں کے ابتدائی حالات سے بہت متاثر رہتا ہے۔ ورائے پارلیمنٹ جماعتیں پارلیمانی ابتدا رکھنے والی جماعتوں کی نسبت زیادہ آزاد وخود مختار ہوتی ہیں۔ جن جماعتوں کی ابتدا وارتقاء پارلیمانی ہو، ان کی زندگی کا مقصد اسمبلی کی زیادہ سے زیادہ نشستیں جیتنا اور انہیں برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ یہی ان کے وجود کی غایت اور یہی ان کا اعلیٰ ترین مقصد ہوتا ہے۔ ان کے برعکس ورائے پارلیمنٹ کے لیے اگرچہ نشستوں کے لیے جدوجہد کرنا اہم قرار پاتا ہے مگر اس جدوجہد کی حیثیت جماعتوں کے لیے غایت اولیٰ کی نہیں ہوتی۔ نشستوں کے لیے جدوجہد کرنا جماعتی سرگرمیوں کا محض ایک حصہ ہوتا ہے یا ایک ذریعہ، جو وہ دیگر مقاصد کے حصول کے لیے بروئے کار لاتی ہیں۔ مثال کے طور پر برطانیہ یا فرانس کی قدامت پسند اور لبرل جماعتیں اپنی تمام تر توجہ انتخابی معرکوں پر صرف کرتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ نشستیں حاصل کرنا ان کی غرض وغایت قرار پاتا ہے۔ ان جماعتوں کے برعکس کمیونسٹ جاعتوں کے لیے انتخابی معرکے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی توجہ کا مرکز ہر طریق سے حصول اقتدار کے ذریعہ معاشی ومعاشرتی نظام کو ہمہ گیر خطوط پر استوار کرنا ہوتا ہے۔

سیاسی جماعتوں کے اغراض ومقاصد اور سرگرمیوں کی وسعت میں فرق کی دیگر وجوہات بھی ہوسکتی ہیں، مگر ان کی ابتدا کے اثرات لازماً قائم رہتے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ورائے پارلیمنٹ جماعتیں خواہ انتخابات کو فکری طور پر دل وجان سے تسلیم کیوں نہ کرتی ہوں پھر بھی انتخابات کو وہ اہمیت نہیں دیتیں جو پارلیمانی جماعتوں کا شیوا ہے۔ لامحالہ اول الذکر جماعتوں کا ارتقاء پارلیمانوں اور انتخابات کے تقاضوں سے عملی آزادی وخود مختاری کی روش پر ہوتا ہے جب کہ دوسری قسم کی جماعتوں کا ارتقا پارلیمانی اراکین سے گہری وابستگی وتابعداری اور انتخابی معرکوں کے تقاضوں کے تحت عمل میں آتا ہے۔

ابتدا کے اعتبار سے سیاسی جماعتوں کی پارلیمانی اور ورائے پارلیمانی جماعتوں میں تقسیم اس لیے مزید اہمیت کی حامل ہے کہ پارلیمانی ابتدا کی جماعتیں قدیم اور روایتی قسم کی جماعتوں سے مطابقت رکھتی ہیں جب کہ ورائے پارلیمانی جماعتیں جدید قسم کی جماعتوں کی عکاسی ہیں۔ 1900 تک زیادہ تر جماعتیں روایتی طریق پر وجود میں آئی تھیں۔ صرف چند جماعتیں ایسی تھیں جنہیں یورپ میں کلیسائی تنظیموں یا دانشوروں اور اہل ثروت ودولت نے جنم دیا تھا۔ اشتراکی جماعتوں کے قیام سے پہلے ورائے پارلیمنٹ جماعتیں شاذ تھیں۔ بیسویں صدی کے آغاز سے ورائے پارلیمنٹ جماعتیں قائم ہونا شروع ہوئیں اور بیسویں صدی میں جماعتوں کی پہلی قسم عام ہوئی۔ بیسویں صدی میں یورپ میں جماعتوں کی پارلیمانی ابتدا شاذ رہ گئی۔ البتہ نئے ممالک میں کئی جماعتیں پارلیمانی اراکین کے توسط وتحریک سے وجود میں آئی ہیں۔

نئے ممالک میں سیاسی جماعتوں کی پارلیمانی ابتدا کے طریق کا قائم رہنا گزشتہ معروضات کو باطل نہیں کر دیتا۔ ان ممالک میں بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ جماعتوں کی پارلیمانی ابتدا جمہوریت اور حق رائے دہی سے وابستہ ہے۔ جن ممالک میں قانون ساز ادارے نئے اور نسبتاً غیر مستحکم ہوں، حق رائے دہی محدود ومقید ہو، ان ممالک میں جماعتوں کی ابتدا پارلیمانی ہونے کا رجحان قوی ہوتا ہے۔ گویا جماعتوں کا قیام وابتدا جمہوری مراحل سے منسلک ہے۔ جوں جوں بالغ رائے دہی کا حق مسلم ومستحکم ہوتا جاتا ہے۔ اور قانون ساز اداروں اور انتخابات میں باقاعدگی اور استحکام پیدا ہوتا ہے، سیاسی جماعتوں کے قائم کرنے کے طریق بھی بدل جاتے ہیں۔ جمہوریت کے فروغ کے ساتھ ساتھ جماعتوں کی پارلیمانی

ابتدا کا طریق متروک ہو جاتا ہے اواس کی جگہ زیادہ جماعتوں کی ابتدا ورائے پارلیمنٹ ہوتی جاتی ہے۔ یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ پارلیمانی ابتدا رکھنے والی جماعتیں ایسے دور یا حالات کی عکاس ہیں جہاں باقاعدہ جماعتیں موجود نہ ہوں، حق رائے دہی محدود ہو اور قانون ساز ادارے منظم و مستحکم نہ ہوں، حق رائے دہی میں وسعت، انتخابی مقابلوں میں باقاعدگی اور قانون ساز اداروں کے اختیارات و استحکام میں اضافہ کے ساتھ ساتھ جماعتوں کی ابتدا پارلیمانی کم اور ورائے پارلیمنٹ زیادہ عام ہو جاتی ہے۔

باب 2

جماعتی تنظیم۔ مختصر جائزہ

1- سیاسی جماعتوں کی اقسام اور تنظیمی ہیئت

جماعتوں کی تنظیم کا انتہائی اہم پہلو ان میں تنظیم تنوع 1 ہے۔ لفظ اگرچہ سب کے لیے جماعت یا پارٹی کا استعمال ہوتا ہے مگر درحقیقت سیاسی جماعتیں تین یا چار نوعیت کی مختلف تنظیمیں ہیں جو خاص عمرانی صفات سے متصف ہوتی ہیں۔ جماعتیں نہ صرف اپنی ابتدا کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں بلکہ وہ بنیادی تنظیمی اکائیوں کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں وہ مجموعی ہیئت 2، اراکین کے درمیان باہمی رشتہ و تعلق اور اپنی اعلیٰ ترین سطح پر اداروں کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتی ہیں۔

سیاسی جماعتوں کی اقسام میں پہلی قسم میں وہ جماعتیں شامل ہیں جو مبنی بر کاکس 3 ہوتی ہیں۔ ان کی بنیادی سطح کی تنظیم کاکس کہلاتی ہے اور ساری تنظیم اسی پر استوار ہوتی ہے۔ مبنی بر کاکس جماعتیں انیسویں صدی میں درمیانہ طبقہ کی نمائندہ جماعتوں سے مطابقت رکھتی ہیں۔ مغربی یورپ کی کئی قدامت پسند اور آزاد خیال 4 جماعتیں اس قسم کی جماعتیں ہیں۔ اسی طرح ریاستہائے متحدہ کی دونوں جماعتیں اپنی دیرینہ صفات برقرار رکھتے ہوئے سیاسی میدان میں سرگرم عمل ہیں۔ کاکس پر مبنی یہ جماعتیں کئی صفات سے مختص ہیں۔ اولاً یہ جماعتیں اراکین کی تعداد میں محض اضافہ کے درپے نہیں ہوتیں۔ رکن سازی میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہوئے تعداد کو محدود رکھتی ہیں اور صرف معروف و منفرد افراد کی شمولیت کے لیے کوشاں ہوتی ہیں۔ عام لوگوں کو اپنی صفوں میں

1- Structural Heterogenity

2- General Framework

3- Caucus Based

4- Conservative and Liberal Partes

شامل کرنا اور محض گنتی بڑھانا ان کا طریق و مقصد نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ اس قسم کی جماعتوں کی تمام تر سرگرمیاں چونکہ انتخابی مقابلوں اور پارلیمانی و سیاسی جوڑ توڑ سے متعلق ہوتی ہیں، اس لیے ان کی تنظیم عارضی ہونے کا تاثر دیتی ہے۔ انتخابات کے قریب اور ان کے دوران ان کی تنظیم اور سرگرمیاں عروج پر ہوتی ہیں۔ ان جماعتوں کی تیسری صفت ان کی تنظیموں کی مختلف سطحوں کی باہمی آزادی اور تکسیر مرکزیت کا رجحان ہوتا ہے۔ چوتھی صفت ان جماعتوں کی تنظیم کی نسبتاً عارضی نوعیت سے پیدا ہوتی ہے، عارضی ہونے

کی وجہ سے پارٹی کی اپنی مستقل قیادت تقریباً ناپید ہوتی ہے، اور پارلیمانی قیادت کو جماعتی امور میں بھی فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ مجموعی طور پر ان جماعتوں کی قیادت ان کے پارلیمانی نمائندوں کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ نوعیت کے اعتبار سے قیادت بھی شخصی قسم کی ہوتی ہے جو پارلیمانی قائد کے گرد گھومتی ہے اور اسی کے گرد خاص حلقہ احباب کو اختیارات میں زیادہ عمل دخل حاصل ہوتا ہے۔ ایسی جماعتوں کی اپنی زندگی کی ہماہمی اقتدار کے لیے اندرونی رسہ کشی اور اختیارات و مراعات سے متعلق ترجیحات سے عبارت ہوتی ہے۔ مبنی بر کاکس جماعتوں کی پانچویں خصوصیت خالصتاً سیاسی امور پر توجہ مرکوز کرنا ہے۔ اصولی اور نظریاتی مسائل پر بحث و تمحیص یا نظریاتی بنیادوں پر نزاع و افتراق ان کی زندگی میں شاذ ہوتا ہے۔ ان جماعتوں سے وابستہ افراد حکمت عملی میں ترجیحات یا تو مفادات یا محض رسوم و عادات کی بنیاد پر متعین کرتے ہیں۔ اسی طرح اراکین کی وابستگی بھی مفاد یا عادت کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

یورپ کی اشتراکی جماعتوں کی ہیئت مذکورہ بالا مبنی بر کاکس جماعتوں سے مختلف ہوتی ہے۔ اولاً یہ کہ اشتراکی جماعتوں کی ابتدائی تنظیم یا برانچ 2 ہوتی ہے جس کی وجہ سے اُن جماعتوں کو مبنی بر شاخ 3 جماعتیں کہا جاتا ہے۔ دوسرے، ان کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ افراد کو اپنی تنظیم سے وابستہ کریں یا ان کے سیاسی فکر و عمل پر اثر انداز ہوں۔ جماعتی

1- Decentralization

2- Branch

3- Branch based Parties

تنظیم کے ساتھ وابستگی پیدا کرنے اور اسے برقرار رکھنے کا خاص طریق کار رہتا ہے۔ مبنی بر شاخ جاعتوں کا مالیات فراہم کرنے کا طریقہ بھی مبنی بر کاکس جماعتوں سے مختلف ہوتا ہے۔ مالیات کے لیے یہ جماعتیں زیادہ تر اراکین سے باقاعدہ وصول ہونے والے چندہ پر انحصار کرتی ہیں۔ اسی صورت کے پیش نظر نئے اراکین بنانے اور پرانے اراکین کو برقرار رکھنے اور ان سے باقاعدہ چندہ وصول کرنے کے لیے مستقل بنیادوں پر تنظیمیں برقرار رکھتی ہیں۔ مستقل تنظیم قائم ہونے کے ساتھ ساتھ جاعتوں سے وابستہ مستقل اہل کاروں کا طبقہ جنم لیتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ اہل کاران جماعتوں کی زندگی میں خاص اہمیت اختیار کر جاتے ہیں اور جماعتوں میں نوکر شاہی کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں۔ اور دل شاخ جماعتوں کی چوتھی صفت یہ ہوتی ہے کہ ان کی تمام تو کوششیں اور دلچسپیاں انتخابی معرکوں یا متعلقہ امور پر مرتکز نہیں ہوتیں۔ افراد اور اراکین کی سیاسی تربیت بھی ان کی کاوشوں کا بہت اہم حصہ ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کی جماعتوں میں اصول اور نظریات انتہائی اہم قرار پاتے ہیں۔ ان جماعتوں کے اندر اقتدار کے لیے رسہ کشی محض شخصیتوں کے مابین تصادم نہیں ہوتا بلکہ ان کے پیچھے نظریاتی اور اصولی اختلافات زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ اصول پرستی کے رجحانات قوی ہونے کے ناطہ سے یہ جماعتیں سیاسی میدان عمل سے نکل کر معاشرہ کے دوسرے پہلوؤں اور برائیوں کی اصلاح کے درپے ہوتی ہیں جب کہ مبنی بر کاکس جماعتوں کو ان امور سے سروکار نہیں ہوتا۔ اصولی طور پر مبنی بر شاخ جماعتوں کی ہر سطح پر انتخابات کا ہونا طے شدہ امر ہے مگر عملاً ان جماعتوں میں چند سری کے رجحانات قوی ہوتے ہیں۔ مبنی بر شاخ جماعتوں کی تنظیم نیم مرکزیت 1 سے متصف ہوتی ہے۔ ان میں نہ فسطائی تنظیموں کی سی مرکزیت ہوتی ہے اور نہ مبنی بر کاکس جماعتوں کی طرح تکسیر مرکزیت کا رجحان قوی ہوتا ہے۔

بیسویں صدی میں اور خاص طور پر پہلی جنگ عظیم کے بعد اشتہالی یا کمیونسٹ اور فسطائی نظریات کے زیر اثر دو نئی قسم اکی جماعتیں ابھری ہیں۔ کمیونسٹ جماعتوں کی ابتدائی تنظیم سیل کہلاتی ہے۔ اسی وجہ سے

1- Ousi-centralim

ان جماعتوں کو مبنی بر سیل 1 جماعتیں کہا جاتا ہے۔ فسطائی جماعتوں کی بنیادی تنظیم دستہ یا ملیشیا کہلاتی ہے اور انہیں مبنی بر دستہ 2 جماعتیں کہا جاتا ہے۔

فسطائی اور کمیونسٹ جماعتیں چند مشترکہ خصوصیات کی حامل ہیں۔ اشترا کی جماعتوں کے برعکس یہ دونوں اقسام کی جماعتیں حد درجہ کڑی مرکزیت 3 سے متصف ہوتی ہیں۔ ان کی تنظیم کی ہیئت ایک احرام کی سی ہوتی ہے جس میں ہر ایک تنظیم سطح اپنے سے اوپر کی سطح کی تنظیم کے تابع ہوتی ہے۔ تنظیم میں یک جہتی مختلف سطحوں کے درمیان عمودی روابط۴ کے ذریعہ برقرار رکھی جاتی ہے۔ بنیادی سطح پر تنظیمی اکائیاں خواہ وہ سیل ۵ ہوں یا دستہ ۶ خود مختاری سے قطعی طور پر عاری ہوتی ہیں۔ اپنی سطح پر یہ دستے ایک دوسرے سے مربوط بھی نہیں ہوتے بلکہ اپنے سے اوپر کی تنظیمی سطح کے تابع ہوتے ہیں اور اسی کی وساطت سے باہمی روابط قائم کر سکتے ہیں۔ بنیادی اکائیوں کی ایک دوسرے سے علیحدگی کا یہ نظام جماعتوں میں متوقع خلفشار کو محدود رکھنے اور نظم وضبط برقرار رکھنے کے لیے ایجاد کیا گیا ہے۔ فسطائی اور کمیونسٹ جماعتوں کی دوسری خصوصیت ان کی قیادت کی تشکیل کا تحکمانہ نظام ہے۔ اعلیٰ ترین سطح پر خود ساختہ قیادت نامزدگی کے ذریعہ دیگر سطحوں پر قیادت کا قیام عمل میں لاتی ہے۔ انتخاب کا طریق یا قطعی طور پر مسترد کر دیا جاتا ہے۔ یا پرانے نام نمائش کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُس کا مقصد اوپر کی سطح سے مقرر کردہ قیادت کی تصدیق کرنا ہوتا ہے۔ مختلف سطحوں پر نامزدگیوں کے عمل پر جماعت کی خود ساختہ قیادت کا پورا تسلط ہوتا ہے اور اس میں جماعت کے پارلیمانی نمائندوں کا عملاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ان جماعتوں کی تیسری صفت انتخابات سے متعلق ان کا طرز عمل ہوتا ہے۔ ہر دو قسم کی

1- 1Cell Based

2- Militia Based

3- Rigid Centralization

4- Vertical links

5- Cell

6- Militia

جماعتیں انتخابی معرکوں پر واجبی توجہ دیتی ہیں۔ ان کا اصل مقصد انتخاب نہیں بلکہ اقتدار ہوتا ہے۔ اقتدار کے حصول کے لیے یہ جماعتیں مسلسل پرچار، دہشت گردی، ہڑتال، تخریب کاری اور غنڈہ گردی جیسے حربے استعمال کرنے کو روا سمجھتی ہیں۔ حکومتوں کی سختی اور پابندی کے امکان کے پیش نظر یہ جماعتیں اپنے آپ کو کھلے عام اور زیر زمین سرگرمیوں اور سیاسی جدل وجہد کے لیے تیار رکھتی ہیں۔

فسطائی اور کمیونسٹ جماعتوں کی چوتھی خصوصیت ان کے نظریات اور ان سے وابستگی کی نوعیت سے متعلق ہے۔ یہ دونوں جماعتیں کلیت پسندانہ نظریات پر مبنی ہوتی ہیں۔ اپنے اراکین سے محض سیاسی وابستگی کا تقاضہ نہیں کرتیں بلکہ ان کی زندگی کے ہر پہلو کو تابع کرنے کا تقاضا کرتی ہیں۔ اراکین کی ذاتی

زندگی اور معاشرتی وسیاسی زندگی میں فرق کو گوارانہ کرتے ہوئے ان کی زندگی کے ہر پہلو کو منظّم کرنے اور جماعت کے تابع کرنے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ جماعتوں کے ان تقاضوں کا اثر اُن کے اراکین کی وابستگی پر بہت گہرا ہوتا ہے۔ جماعتوں کے ساتھ ان کی وابستگی کی نوعیت انتہائی جذباتی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اراکین کی یہ جنونی وابستگی جماعت سے متعلقہ عقاید وتواہمات پر یقین پر مبنی ہوتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے یورپ میں عیسائی مذہبی فرقوں کے ساتھ وابستگی میں شدت کم ہونے کے ساتھ ساتھ مذکورہ جماعتوں کے ساتھ اُسی نوعیت کی وابستگی پیدا ہوئی ہو۔ بہر حال اشتہالی اور فسطائی جماعتوں کی تنظیموں نے مذہبی نوعیت کی وابستگی اور فوجی نوعیت کے نظم وضبط کو یک جا کر رکھا ہے۔

فسطائی اور کمیونسٹ جماعتوں کی مشترک خصوصیات کے علی الرغم ان کے درمیان بنیادی فرق بھی ملحوظ رہنا چاہیے۔ ان میں پہلا فرق تنظیم سے متعلق ہے۔ کمیونسٹ جماعتوں کی تنظیم مقام مزدوری ۲ میں قائم کردہ سیلوں پر مبنی ہوتی ہے۔ جب کہ فسطائی تنظیم کی بنیاد جماعت کے نیم فوجی دستوں پر ہوتی

1- Totalitarian

2- Working Place Cells

ہے۔ ان جماعتوں کے درمیان دوسرا فرق ان کی معاشرتی وطبقاتی ساخت 1 سے متعلق ہے۔ کمیونسٹ جماعتیں مزدور طبقہ کی سیاسی امنگوں کا مظہر ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں جو مزدور طبقہ کی نجات کے لیے جدو جہد میں ہراول دستہ کی حیثیت سے سرگرم عمل ہیں۔ اس کے برعکس فسطائی جماعتیں رؤسا اور نچلی سطح پر درمیانہ طبقہ کے مفادات کی عکاسی ہیں اور ان طبقوں کی حفاظت اور ان کے مقاصد کے حصول اور سیاسی اقتدار پر قبضہ کے لیے کوشاں ہوتی ہیں۔ فسطائی دستوں کی حیثیت ان طبقات کے لیے دفاعی فوج کی ہوتی ہے۔ تیسرا فرق ان جماعتوں کے نظریہ وفلسفہ سے متعلق ہے۔ کمیونست جماعتیں عقیدے کے لحاظ سے عوام الناس پر عدم اعتماد رکھتی ہیں۔ جب کے فسطائی جماعتیں عوام پر عدم اعتماد اور خواص پر اعتماد رکھتی ہیں۔ لہٰذا اول الذکر مساوات کی داعی ہیں جب کہ موخر الذکر رنگ ونسل اور قابلیت وصلاحیت کی بنیاد پر سماجی تخصیص وتفریق کی داعی ہیں۔ کمیونسٹ جماعتوں کے فلسفہ کی بنیاد ورائی نظام عقاید ہے جس کے مطابق انسان کا مستقبل روشن ہے۔ نئے علوم وفنون پیداوار پر ان کا یقین ہے کہ وہ انسان کو مہذب مخلوق بنا کر تہذیب کو اعلیٰ وارفع منازل تک لے جائیں گے۔ فسطائی فلسفہ اس کے برعکس انسانی فطرت ومستقبل کے بارے میں قنوطی 2 انداز فکر کا حامل ہے۔ انیسویں صدی کی سائنس اور عقل پرستی کو مسترد کرتے ہوئے وہ گذشتہ ادوار کی اقتدار، ایمان اور سادگی کی زندگی کی طرف رجوع کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔ اعلیٰ روایتی اقتدار کی از سرنو احیاء ونفاذ ان کا مقصود ہے اور رنگ ونسل اور زمین سے وابستگی پیدا کرنا ان کا انداز وطریق ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے فسطائی تحت شعور میں ان تمام صفات کے حامل دیہات اور کسان ہوں جب کہ کمیونسٹ تحت شعور صنعتی مزدور کی صفات پیدا کرنے کا خوہاں ہو۔

گزشتہ صفات میں بیان کردہ سیاسی جماعتوں کی اقسام کے علاوہ بھی کچھ جماعتیں ہیں۔ مثلاً یورپ کی کیتھولک جماعتیں یا عیسائی جمہوری جماعتیں ایسی ہیں جن کی حیثیت قدیم جماعتوں اور اشترا کی جماعتوں کے درمیان ہے۔ تنظیمی اور

1- Social Composition

2- Cynical

نظریاتی اعتبار سے وہ نہ پرانی جماعتوں سے ہم آہنگ ہیں اور نہ جدید اشترا کی جماعتوں سے مطابقت رکھتی ہیں۔علاوہ ازیں اشترا کی جماعتوں میں چند لیبر جماعتیں ایسی ہیں جو تنظیمی اعتبار سے عام اشترا کی جاعتوں سے مختلف ہیں اوران کی تنظیم بالواسطہ اجتماعی 1 رکنیت پر مبنی ہے۔چند دیہاتی وزرعی جماعتیں بھی ایسی ہیں جو بیان کردہ اقسام کے احاطہ میں نہیں آئیں۔اسی طرح لاطینی امریکہ،افریقہ،مشرق وسطی اور 1939 سے پہلے وسطی یورپ میں ایسے گروہ تھے جو ایک یا چند افراد کے گرد یا قبیلہ کے گرد جمع ہو کر جماعتوں کا روپ دھار لیتے تھے۔یورپ میں ان اقسام کی جماعتیں اب شاذ ہیں۔البتہ افریقہ وایشیا اور لاطینی امریکہ میں ایسی جماعتیں تا حال موجود ہیں۔

متذکرہ اقسام کے ضمن میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ جماعتوں میں بیان کردہ اختلافات ان میں عام رجحانات کی نشان دہی کرتے ہیں۔ان اختلافات کو جماعتوں میں کڑی تفریق 2 کی بنیاد نہیں بنانا چاہیے۔چند صفات جو ایک قسم کی جماعتوں میں مشترک ہیں وہی صفات بعض صورتوں میں دوسری قسم کی جماعتوں میں بھی ہوسکتی ہیں۔بہر حال یہ امر بھی اتفاقی نہیں کہ جماعتوں کی بنیادی اکائیاں، رکنیت کا طریق اور وابستگی کی نوعیت، قیادت کا تقرر وطریق اور دیگر صفات کے اعتبار سے ایک قسم کی جماعتیں مختص ہوں جب کہ دوسری قسم کی جماعتیں ان سے امور میں ان سے مختلف ہوں۔آئندہ صفحات میں ان ہی اختلافات کو متعین کرنا اور انہیں انتہائی احتیاط سے بیان کرنا مقصود ہے۔

2-سیاسی جماعتوں کی تنظیم

سیاسی جماعتوں کی تنظیم کی اہمیت دو چند ہے۔جدید دور میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔کسی جماعت کی چھوٹی چھوٹی اکائیاں تنظیم سے وابستہ ہو کر ایک برادری کی صورت اختیار کرتی ہیں۔تنظیم ہی اراکین کی سرگرمیاں کے لیے ذرائع اور ماحول فراہم کرتی ہے اور اسی کی بدولت اراکین میں اتفاق ویگانگت پیدا ہوتی ہے۔علاوہ ازیں جماعتیں تنظیم کی وساطت سے

1- Indirect Collective Membership

2- Rigid Differentiation

قیادت کا انتخاب وتقرر عمل میں آتا ہے۔جماعتی تنظیم ان کے اختیارات اور دائرہ کار متعین کرتی ہے اور اکثر اوقات کسی جماعت کی قوت وتحریک اور اس کی مستعدی یا کمزوری کی وضاحت تنظیم کے حوالہ سے کی جاتی ہے۔

گزشتہ ستر سالوں کے دوران جماعتی تنظیم میں بہت اہم تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔بڑے بڑے مغربی ممالک میں ان سالوں کے دوران اگر چہ حکومتی ڈھانچہ روایتی خطوط پر قائم رہا ہے۔مگر سیاسی جماعتوں کی تنظیم یکسر تبدیل ہوئی ہے۔جماعتی تنظیم کے ضمن میں کم وبیش دو تین بڑے انقلاب آئے ہیں جس کی بدولت سیاسی زندگی کا ماحول اور جمہوری اطوار میں بنیادی تغیر رونما ہوا ہے۔1890 اور 1900 کے دوران اشترا کی جماعتوں نے روایتی بنی بر کاکس تنظیم کی جگہ مبنی بر شاخ تنظیم استوار کی۔کاکس میں محدود رکنیت 1 کو ترک کر کے عام کھلی رکنیت 2 کا اصول اپنایا اور ساتھ ہی ایسی مربوط تنظیمیں قائم کیں جن میں جماعت کی چھوٹی چھوٹی شاخیں تنظیم کے ساتھ منسلک ہوئیں جب کہ کاکس پر مبنی روایتی جماعتوں کی اکائیاں ایک دوسرے سے نسبتاً آزاد تھیں اور تنظیم سے یوں باقاعدہ منسلک نہ ہوتی تھیں۔جماعتی تنظیم میں

دوسرا انقلاب کمیونسٹ پارٹیوں کی بدولت 30-1925 کے درمیان رونما ہوا۔ انہوں نے روایتی اور اشتراکی جماعتوں سے منفرد تنظیم قائم کی جس کی بنیاد محدود رکنیت پر رکھی اور رکنیت کے لیے پہلے پیشہ اور جائے مزدوری کو بنیاد بنایا۔ جائے مزدوری میں قائم کردہ چھوٹے چھوٹے سیل جمہوری مرکزیت 3 کے اصول کے تحت باہم مربوط ہوئے۔ باہم مربوط ہوتے ہوئے ہوئے بھی یہ سیل ایک دوسرے سے عمودی 4 روابط کے طریق کی بدولت ایک دوسرے سے علیحدہ رکھے گئے۔ عوام کو منظم کرنے کے ضمن میں عمودی روابط کا طریق اتنا اہم ہے کہ کمیونسٹ جماعتوں کو کامیابی مارکسی نظریات یا مزدور طبقہ کی زبوں حالی کی وجہ سے اتنی نہیں ہوئی جتنی کہ عمودی روابط کا اصول اپنا کر ہوئی ہے۔ آخر میں جماعتیں تنظیم میں اس تغیر کا ذکر بھی ضروری ہے جو فسطائی جماعتوں نے 35-1925 کے درمیان بپا کیا۔

1- Restricted Membership

2- Open Membership

3- Democratic Centralism

4- Vertca! Links

انہوں نے چھوٹے چھوٹے نیم فوجی دستے قائم کر کے انہیں باہم مربوط کیا اور ان سے بڑے بڑے سیاسی لشکر دیے جو طاقت و دھونس کے ذریعے ریاست پر پہلے قبضہ و تسلط قائم کرنے کے درپے ہوئے اور بعد میں اس تسلط و اقتدار کے محافظ بنے۔

سیاسی جماعتوں کی تنظیم میں مذکورہ تغیرات تمام مغربی ممالک میں یکساں طور پر رونما نہیں ہوئے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں جماعتی تنظیم روایتی بنیادوں پر جوں کی توں قائم رہی۔ وہاں جدید ترین آلات کار کے ساتھ پرانی تنظیم اور سیاسی طریق کار بدستور موجود ہیں۔ انگلستان اور سفید فام دولت مشترکہ کے ممالک کسی قابل ذکر کمیونسٹ یا فسطائی تحریک سے دوچار نہیں ہوئے۔ اسی طرح وہاں اشتراکی عناصر نے بھی مزدور انجمنوں کی بنیاد پر بالواسطہ سیاسی جماعتیں قائم کر کے ایک منفر صورت اختیار کی ہے۔ بالواسطہ اشتراکی جماعتیں دیگر ممالک میں شاذ ہیں، مگر برطانیہ میں ان کے اثر اور طاقت کے پیش نظر خاص توجہ کی مستحق ہیں۔

(1) بلاواسطہ اور بالواسطہ جماعتی تنظیم

سیاسی جماعتوں کی بلاواسطہ تنظیم وہ ہوتی ہے جس میں افراد انفرادی طور پر جماعت کے رکن ہوں۔ رکنیت کے فارم پر دستخط کیے ہوں۔ باقاعدہ چندہ دیتے ہوں اور رکن کی حیثیت سے مقامی سطح پر تنظیم کی نشستوں میں شریک ہوں۔ اس کے برعکس بالواسطہ تنظیم وہ ہوتی ہے جس میں رکنیت انفرادی حیثیت میں نہ ہو بلکہ کسی اور انجمن کے رکن ہونے کے ناطے سے افراد کو سیاسی جماعت کی رکنیت حاصل ہو۔ بالواسطہ سیاسی جماعتیں مزدور انجمنوں، امداد باہمی کی انجمنوں کے علاوہ دانشوروں کے حلقوں اور مختلف حلقہ ہائے احباب پر مشتمل ہوتی ہیں۔ گویا ان جماعتوں کا براہ راست کوئی شخص رکن نہیں بنایا جاتا، بلکہ دیگر انجمنوں اور حلقوں کے متعلقہ جماعت کے ساتھ منسلک ہونے کی بدولت ان کے تمام اراکین از خود سیاسی جماعت کے رکن ہو جاتے ہیں۔ ایسی جماعتوں کی رکنیت براہ راست نہیں ہوتی بلکہ منسلک شدہ انجمنوں کی وساطت سے ہوتی ہے۔ بلاواسطہ جماعتوں کے برعکس بالواسطہ جماعتوں کی رکنیت کے لیے نہ

افراد فارم وغیرہ بھرتے ہیں اور نہ انفرادی حیثیت میں چندہ دیتے ہیں۔ فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی بالواسطہ اشتراکی جماعت کی مثال ہے جب کہ 1900 کی برطانوی لیبر پارٹی بالواسطہ اشتراکی جماعت کا اچھا نمونہ ہے۔

بالواسطہ اور بلاواسطہ جماعتوں کی ہیئت وتنظیم میں فرق کی نوعیت وفاق اور وحدانی ریاست میں فرق جیسی ہے۔ وحدانی وفاقی ریاست میں شہریوں اور قومی ریاست کا براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ جب کہ وفاقی ریاست میں شہری صوبوں کی وساطت سے قومی سطح پر ریاست سے منسلک ہوتے ہیں۔ اگرچہ وفاقی ریاست اور بالواسطہ جماعتوں میں ایک مماثلت ضرور ہے مگر ان میں فرق بھی مدنظر رہنا چاہیے۔ وفاقی ریاست میں شامل صوبوں سے بالاتر تشخص قومی ریاست کا ہوتا ہے اسی تشخص کی بدولت وہاں کے شہری ایک قوم قرار پاتے ہیں۔ اس کے برعکس بالواسطہ جماعت میں مشمولہ انجمنوں سے اعلیٰ اور بالا کوئی تشخص قائم نہیں ہوتا اور نہ جماعت سے منسلک انجمنیں جماعت کے وجود میں ضم ہوتی ہیں۔ درحقیقت جماعت سے بالواسطہ وابستہ افراد نفسیاتی اعتبار سے جماعت کے رکن نہیں ہوتے۔

(ب) بالواسطہ جماعتوں کی اقسام

بالواسطہ جماعتوں کی بالعموم دو اقسام دیکھنے میں آئی ہیں۔ ایک قسم بالواسطہ اشتراکی جماعتوں کی ہے اور دوسری قسم یورپ کی کیتھولک جماعتوں کی ہے۔ اول الذکر قسم میں وہ جماعتیں شامل ہیں جن میں امداد باہمی کی انجمنیں، حلقہ ہائے احباب اور دیگر انجمنیں شامل ہوتی ہیں۔ اور وہ سب ایک ہی سماجی طبقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسری قسم کی بالواسطہ جماعتیں کسی ایک طبقہ تک محدود نہیں ہوتیں بلکہ ان میں مزدور انجمنوں کے علاوہ کسان سبھائیں۔ ایوان صنعت وتجارت، تاجر انجمنیں اور صنعت کاروں کی نمائندوں انجمنیں بھی شامل ہو کر جماعت کو ایک وفاق کی صورت دیتی ہیں۔ گویا جماعت مختلف سماجی طبقات کو یوں یک جا کرتی ہے کہ وہ جماعت میں متحد ہوتے ہوئے بھی اپنی انفرادی تنظیموں کو قائم رکھتے ہیں۔ ہر دو اقسام کے اندر بھی تنوع اور جدت ہے۔ ہر جماعت ایک قسم کی جماعت ہوتے ہوئے کئی پہلوؤں سے مخصوص بھی ہو سکتی ہے۔ بہر حال مطالعہ کے لیے چند مثالیں کافی ہوں گی۔ برطانوی لیبر پارٹی اور بلجیم ورکرز پارٹی بالواسطہ اشتراکی جماعت کی مثالیں ہیں جب کہ بالواسطہ کیتھولک جماعتوں میں بلجیم ورکرز بلاک 1 اور آسٹرین پیپلز 2 پارٹی شامل ہیں۔

مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ بالواسطہ کی تیسری قسم ان زرعی جماعتوں کی ہے جو زرعی انجمنوں، کسان سبھاؤں اور امداد باہمی کی زرعی انجمنوں پر مشتمل ہیں۔ ان جماعتوں کی تخلیق وتحرک میں زرعی انجمنوں کا کردار دوسری قسم کی اشتراکی جماعتوں میں مزدور انجمنوں کے کردار کے مثل ہوتا ہے۔ زرعی جماعتوں میں سے کوئی جماعت ایسی نہیں ہوئی جو تنظیم میں وسعت کے اعتبار سے دیگر اشتراکی جماعتوں کے ہم پلہ ہو۔

زرعی بالواسطہ جماعتوں میں بلغاریہ کی زرعی جماعت 3 اور آسٹریلیا کی جماعت 4 شامل ہیں۔

بالواسطہ جماعتوں کی ہیئت وترتیب میں ایک اور فرق بھی بیان کرنا ضروری ہے۔ کچھ بالواسطہ جماعتیں ایسی ہیں جنہوں نے سیاسی جماعت کی صورت اس وقت اختیار کی جب کہ جماعت سے منسلک تنظیموں کے مقامی سطح کے تمام اراکین نے مل بیٹھ کر سیاسی فرقوں کی شکل اختیار کی۔ اُن کے علاوہ کچھ بالواسطہ

جماعتیں وہ ہیں جن کی مقامی سطح پر تنظیم تمام وابستہ اراکین پر مشتمل ہونے کی بجائے صرف وابستہ انجمنوں کے مقامی نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ برطانوی لیبر پارٹی اول الذکر قسم کی جماعت ہے جب کہ بیلجئین ورکرز پارٹی اور سویڈن کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی دوسری قسم کی جماعت کی مثال ہے جو جماعت سے وابستہ انجمنوں کے مقامی سطح پر اراکین کے توسط سے وجود میں آئی ہے۔

1900 میں وجود میں آنے کے بعد برطانوی لیبر پارٹی میں بہت سی تبدیلیاں آئیں۔ اس کے ارتقاء میں کئی مراحل کی واضح نشان دہی کی جاسکتی

1- Belgian Workers

2- Austrian People's Party

3- Bulgarian Agrarian Party

4- Austrian country Party

ہے۔ 1913 اور 1917 کا قانون 1، جماعت کے دستور میں 1918 کی ترامیم اور 1946 میں ٹریڈ یونین ایکٹ کی تنسیخ وغیرہ برطانوی لیبر پارٹی کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ارتقائی مراحل میں ان تبدیلیوں کی وجہ سے جماعت کی مجموعی صورت ایک ایسی بلاواسطہ مخلوط جماعت کی ہوگئی جس میں انفرادی حیثیت میں شامل ہونے والے اراکین وابستہ اراکین 2 کے شانہ بشانہ موجود رہتے تھے۔ لیبر پارٹی کے ساتھ بالواسطہ وابستگی کا طریق کم وبیش 1918 تک قائم رہا۔ اس دوران کسی فرد کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اپنی انفرادی حیثیت میں پارٹی کا رکن بنے۔ صرف وابستہ مزدور انجمنوں اور دیگر حلقوں کی جماعت کے ساتھ وابستگی کی بدولت افراد جماعت کے رکن تصور ہوتے تھے۔ وابستہ انجمنوں کے تمام اراکین بلاتخصیص لیبر پارٹی کے رکن تصور ہوتے تھے۔ اُن منسلکہ انجمنوں کے اراکین میں پارٹی کی مخالفت یا حمایت کی بنا پر کوئی قانونی تفریق نہ تھی۔ وہ سب کے سب یکساں طور پر وابستہ رکن ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ مختلف سطحوں پر پارٹی کی تنظیم وابستہ انجمنوں کی متعلقہ سطح کے نمائندوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ بہرحال ابتداء ہی سے مقامی سطحوں پر جماعتی تنظیم کے مستقل عہدوں کے ہونے کی وجہ سے جماعتی تشخص تشخص ابھرا اور تمام وابستہ عناصر کی ایک قیادت پیدا ہوئی۔ 1918 تک یہ صورت بدستور رہی۔ 1913 میں قانون میں تبدیلی اور 1918 میں لیبر پارٹی کی سیاسی اصلاحات نے جماعت کی بالواسطہ ہیئت کو تبدیل کیا۔

1913 تک قاعدہ اور طریق یہ تھا کہ لیبر پارٹی سے وابستہ ہونے والی انجمنیں لیبر پارٹی کو اپنے وسائل سے از خود چندہ فراہم کرتی تھیں۔ انجمنیں اپنے اراکین سے جو چندہ اپنے لیے وصول کرتی تھیں اسی میں سے لیبر پارٹی کو فراہم کرتی تھیں۔ چندہ وصول کرتے وقت یا پارٹی کو دیتے وقت اپنے اراکین سے سیاسی مقاصد کے لیے مالی وسائل فراہم کرنے کی اجازت لینا یا انہیں مطلع کرنا ضروری نہ تھا۔ 1908 میں آسبرن نامی ریلوے کا مزدور اس طریق پر معترض ہوا۔

1- Trabe Union Act 1913, 1917

2- Affiliated Members

اس نے اپنی یونین کو لیبر کو پارٹی کے لیے مالیات فراہم کرنے سے باز رکھنے کے لیے مقدمہ کر دیا۔ مختلف عدالتوں سے ہوتے ہوئے مقدمہ کا فیصلہ برطانیہ کی اعلیٰ ترین عدالت میں اس شخص کے حق میں ہوگیا۔

قریب تھا کہ لیبر پارٹی منسلکہ انجمنوں سے حاصل ہونے والی رقوم سے محروم ہو کر معدوم ہو جاتی ہے، 1913 میں اس بحران کا حل متعلقہ قانون میں مصالحتی ترامیم کے ذریعہ تلاش کر لیا گیا۔ 1913 کے ایکٹ کے تحت یونینوں اور دیگر انجمنوں کو یہ حق حاصل ہوا کہ وہ خفیہ رائے دہی کے ذریعہ کسی سیاسی تنظیم سے وابستہ ہوں اور اسے مالی وسائل فراہم کریں۔ سیاسی جماعت کو مالیات فراہم کرنے کے لیے یہ شرط عاید کی گئی کہ متعلقہ یونین یا انجمنیں اپنے لیے چندہ وصول کرتے وقت ''سیاسی چندہ'' کی علیحدہ تخصیص کریں گی۔ وابستہ انجمنوں کے تمام اراکین کو یہ حق بھی دیا گیا کہ وہ چاہیں تو سیاسی چندہ دینے انکار کر دیں اور با قاعدہ طور پر سیاسی چندہ سے خود کو مستثنیٰ کرالیں۔ ان ترامیم کا اثر جماعت کی تنظیم پر مختلف ہوا۔

پہلی ترمیم کی وجہ سے برطانوی لیبر پارٹی کی تنظیم میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی، سوائے اس کے کہ ہر یونین کے لیے لیبر پارٹی سے وابستہ ہونے سے قبل خفیہ رائے شماری کے ذریعہ یونین کے اراکین سے اس کی منظوری حاصل کرنا ضروری قرار پایا۔ البتہ دوسری ترمیم نے لیبر نے پارٹی کی ہیئت کو خاصہ تبدیل کیا۔ 1913 کی مذکورہ ترمیم سے قبل لیبر پارٹی کی تنظیم میں بلاواسطہ جماعت ہونے کی کوئی علامت تک موجود نہ تھی۔ کوئی فرد واحد بھی انفرادی حیثیت میں پارٹی سے منسلک نہ تھا۔ 1913 کے بعد ''سیاسی چندہ''[1] کٹوانے سے وابستہ یونین کے اراکین اور لیبر پارٹی کے درمیان ایک رابطہ قائم ہو گیا۔ یونینوں کی وساطت سے جماعت کے ساتھ یہ وابستگی از خود یوں قائم ہو جاتی تھی کہ یونین کے اراکین کی خاموشی رضا مندی تصور ہوتی تھی اور ان کے دیے گئے چندہ میں سے سیاسی جماعت کے لیے چندہ کاٹ لیا جاتا تھا۔

1927 کی عام ہڑتال کے بعد قدامت پسند حکومت نے نیا قانون 2 کیا۔ 1913 کی ترمیم کو یکسر

1- Political Levy

2- Trade Union Act, 1927

بدلتے ہوئے یہ بات قانون میں رکھ دی گئی کہ یونین کے اراکین کی جماعت کے لیے سیاسی چندہ کے متعلق خاموشی کو رضا مندی نہیں بلکہ چندہ دینے سے انکار سمجھا جائے گا۔ چندہ صرف وہ اراکین دینے کے پابند ہوں گے جنہوں نے واضح طور پر چندہ دینے سے اقرار کیا ہو۔ اس نظام کے تحت لیبر پارٹی کی ہیئت بلاواسطہ پارٹی کی ہو گئی۔ چندہ دینے کے لیے تحریری اقرار ایسا ہی عمل ہے جیسے انفرادی طور پر جماعت کی رکنیت اختیار کرنا ہو۔ 1946 میں لیبر پارٹی کی حکومت نے 1927 کا قانون منسوخ کر دیا اور 1913 کے قانون کے تحت جو نظام رائج تھا اس کو دوبارہ بحال کر دیا۔ اب پھر سے وابستہ یونین کے اراکین کی خاموشی سیاسی چندہ کے لیے ان کی رضا مندی قرار دی گئی اور چندہ دینے سے انکار کے لیے تحریری طور پر انکار کرنا لازم قرار پایا۔ 1946 میں گویا لیبر پارٹی نے ایک بار پھر بالواسطہ ہیئت کی طرف رجوع کیا۔ باوجود اس رجوع کے لیبر پارٹی کی بالواسطہ ہیئت کی طرف تبدیلی اس واسطے بھی ہوئی کہ 1918 میں لیبر پارٹی نے اپنے دستور میں ترمیم کر دی تھی۔ اس ترمیم کے ذریعہ لیبر پارٹی نے انجمنوں کی وساطت سے اجتماعی رکنیت کے ساتھ براہ راست انفرادی رکنیت کی اجازت بھی دے دی۔ اس سے واسطہ ارکان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور 1949 میں براہ راست اراکین کی تعداد سوا سات لاکھ سے تجاوز کر گئی۔ اجتماعی اراکین کو شمار کیے بغیر بھی لیبر پارٹی بلاواسطہ اراکین کی بدولت یورپ کی سب سے بڑی اشتراکی جماعت ہو گئی۔ اگرچہ لیبر پارٹی کے فیصلہ ساز اداروں میں انجمنوں کے نمائندے بڑی اکثریت میں موجود تھے مگر براہ راست اراکین کی جماعت سے وابستگی فیصلوں پر اثر انداز ہوتی تھی۔ یہی بات بعد میں

پارٹی تنظیم کو یونینوں سے قدرے آزاد رکھنے میں معاون ثابت ہوئی۔

برطانیہ کی لیبر پارٹی کی طرح بیلجیم سوشلسٹ پارٹی بھی 1945 میں بہت اہم تبدیلیوں سے دوچار ہوئی اور اس کی ہیئت بالواسطہ جماعت سے تبدیل ہو کر بلاواسطہ ہو گئی۔ ہیئت میں اس تبدیلی کی بدولت جماعت کا نام بھی بیلجیم ورکرز پارٹی سے بدل کر سوشلسٹ پارٹی رکھ دیا گیا۔ یہ جماعت بھی اپنی سابقہ صورت میں مزدور یونینوں اور امداد باہمی اور دیگر انجمنوں کے وفاق پر مشتمل تھی۔ اگرچہ اس کی ہیئت وتعلیم برطانوی جماعت کی مثل تھی مگر ان دونوں میں کئی فرق بھی تھے۔ برطانوی لیبر پارٹی کے برعکس بیلجیم کی جماعت کی تخلیق میں امداد باہمی کی انجمنوں نے زیادہ اہم کردار ادا کیا تھا۔ ابتدائی دور میں بیلجیم کی پارٹی کو پہلے سے موجود بڑی بڑی مزدور تنظیموں کی پشت پناہی حاصل نہ تھی۔ گویا بیلجیم کی جماعت نے بڑی تنظیموں کو جنم دیا جب کہ برطانوی پارٹی خود ایسی تنظیموں کی تخلیق تھی جو پہلے سے موجود تھیں۔ بیلجیم کی مذکورہ جماعت کا ارتقاء بھی برطانوی پارٹی سے مختلف تھا۔ بیلجیم میں جماعت نے مزدور تحریک کو تقویت دی جب کہ برطانیہ میں مزدور انجمنیں جماعت کے لیے طاقت کا سرچشمہ تھیں۔ برطانیہ کے برعکس بیلجیم کی ٹریڈ یونینوں کا کوئی ایسا مرکزی ادارہ نہ تھا جو سوشلسٹ جماعت سے باہر ہو۔ البتہ ایک جنرل کمیٹی ضروری تھی مگر اس کی حیثیت بھی ثانوی تھی۔ اصولی طور پر تمام ٹریڈ یونینوں کے اراکین پارٹی کے رکن ہوتے تھے اور اسی طرح پارٹی کے اراکین کے لیے ٹریڈ یونینوں کا رکن ہونا ضروری تھا۔

بیلجیم سوشلسٹ پارٹی کی بنیادی سطح کی تنظیم بھی لیبر پارٹی کی اس سطح پر تنظیم سے مختلف رہی ہے۔ اس کی بنیادی تنظیم وابستہ انجمنوں کے محض نمائندوں پر مشتمل ہونے کی بجائے وابستہ انجمنوں کے تمام تر اراکین پر مشتمل ہوتی ہے۔ بنیادی سطح پر اسی قسم کی تنظیم سویڈن کی ورکرز پارٹی 1 کی ہے جہاں مقامی شاخ کی رکنیت افراد کے لیے اور انجمنوں کی مشترکہ نشست میں منتخب ہوتے ہیں۔ اس نشست میں انفرادی اراکین اور اجتماعی طور پر وابستہ اراکین بلاتخصیص شرکت کرتے ہیں جس کی بدولت سویڈن اور بیلجیم کی مذکورہ جماعتوں کی تنظیم برطانوی لیبر پارٹی کی نسبت بہت کم بالواسطہ تنظیم ہے۔ 1945 میں بیلجیم کی ورکرز پارٹی پہلے سے بھی زیادہ بلاواسطہ تنظیم کی خصوصیات کی حامل ہو گئی۔ مزدور تنظیموں کی صفوں میں کمیونسٹ عناصر کے دباؤ کے تحت ہی ٹریڈ یونینیں 1945 میں پارٹی سے الگ ہو گئیں۔ ان کے الگ ہو جانے کے بعد پارٹی کو براہ راست اراکین کی بنیاد پر از سر نو دیگر یورپی

1- Swedish Social Democratic Workers Party

اشتراکی جماعتوں کی طرح منظّم کیا گیا۔ تنظیم نو کے بعد بھی بیلجیم ورکرز پارٹی کا منظّم گروہوں سے رابطہ منقطع نہیں ہوا۔ نئے دستور کے تحت اقتصادی ثقافتی اور سماجی گروہ اب بھی اجتماعی رکنیت حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ جماعت سے اپنی کوششوں کو ہم آہنگ کریں۔ منظّم اور وابستہ گروہوں اور دیگر اراکین کے درمیان ہر سطح پر رابطہ کا اہتمام یوں کیا جاتا ہے کہ جماعت کے اداروں میں انفرادی اور اجتماعی اراکین کی نمائندگی مساوی ہوتی ہے۔ مشترکہ سیاسی جدوجہد خاص طور پر لیوپولڈ سوئم کے خلاف جدوجہد اور گزشتہ روابط نے پھر سے ٹریڈ یونینوں اور ورکرز پارٹی کو یکجا کر دیا ہے اور قوی رجحان ہے کہ کمونسٹ عناصر کے کمزور ہو جانے کے ساتھ یہ پارٹی 1945 سے قبل کی تنظیمی ترکیب کی طرف لوٹ جائے یعنی ٹریڈ یونینیں جو کمیونسٹ عناصر کے زیر اثر 1945 میں علیحدہ ہو گئی تھیں دوبارہ پارٹی کے ساتھ وابستہ ہو جائیں۔

برطانوی لیبر پارٹی اور بیلجیم ورکرز پارٹی کے علاوہ بیلجین کیتھولک پارٹی 1921-45 کے درمیانی

عرصہ میں بالواسطہ جماعتوں کی تیسری مثال ہے جو بالواسطہ تنظیم ہونے کے باوجود مذکورہ بالا جماعتوں سے قدرے مختلف ہے۔ 1914 سے قبل بیلجیم میں مختلف کیتھولک تنظیموں کا ایک وفاق موجود تھا۔ ان تنظیموں میں جمہوری اقدار کے فروغ کے ساتھ ساتھ وفاقی تنظیم کمزور ہوگئی۔ 1914 تک کیتھولک تنظیموں کی یہ فیڈریشن درمیانہ طبقہ کی قدامت پسندانہ اقدار کی آئینہ دار تھی۔ جمہوری اقدار کے فروغ کی وجہ سے فیدریشن مختلف طبقات کی تنظیموں میں بٹ گئی۔ اتحاد کو بحال کرنے کے لیے، نئی اقدار اور سماجی انجمنوں کو ان کا مقام دینے کے لیے 1921 میں فیدریشن کی ساخت میں بنیادی اصلاحات کی گئیں۔ جماعت کا نیا نام کیتھولک یونین رکھا گیا اور اس میں مختلف تنظیموں کی چار بڑی فیڈریشن شامل ہوئیں۔ درمیانہ طبقہ کے نمائندہ کیتھولک گروہوں کا سابقہ فیدریشن کے علاوہ کسانوں کی لیگ۲، عیسائی مزدور لیگ۳ (جو مختلف مزدور انجمنوں اور انجمن ہائے احباب پر مشتمل تھی)

1- Belgian

2- Flemish Peasant's League

3- League of Chrisian Workers

کیتھولک یونین سے وابستہ ہوئیں۔ علاوہ ازیں مختلف کاریگروں اور دکان داروں کی انجمنیں بھی اس میں شامل ہوئیں۔ پارٹی سے وابستگی صرف فیڈریشن اختیار کرتی۔ فیڈریشن میں شامل تنظیمیں محض بالواسطہ طور پر کیتھولک یونین میں شامل ہوئیں۔ ہر چار فیڈریشن یونین کی جنرل کونسل میں چھ نمائندے نامزد کرتیں اور کونسل کی نشستوں پر وہ نمائندے باری باری صدارت کے فرائض انجام دیتے۔ جنرل کونسل کے اختیارات بہت کم تھے اور عملاً مختلف تنظیموں میں مصالحت اور تجاویز پر غور کرنے تک محدود تھے۔ کونسل کا سب سے اہم فرض تمام وابستہ فیڈریشنوں کو انتخابات کے لیے متفقہ امیدواروں کی فہرست پر رضامند کرنا تھا۔ کیتھولک یونین سے وابستہ اراکین کسی بھی سطح پر ایک اجتماعی برادری کی طرح منظّم نہ تھے اور نہ ان میں وہ احساس یگانگت تھا جو براہ راست اراکین کے درمیان ہوتا ہے۔ برطانوی لیبر پارٹی کے برعکس اس میں انفرادی رکنیت کی کوئی صورت نہ تھی۔ جنرل کونسل کی حیثیت بھی وابستہ فیڈریشنوں کے ایسے نمائندہ ادارے سے زیادہ نہ تھی جو چند امور پر مشورہ کے لیے بیٹھتے ہوں۔ کونسل کی اس حقیقت میں بتدریج تبدیل آئی۔ جنرل کونسل کا مستقل صدر مقرر ہونے سے فیڈریشنوں کے اثر سے کونسل نسبتاً آزاد ہو گئی۔ اسی طرح چند امور میں اسے فیصلہ کرنے کے اختیارات بھی دیے گئے جس سے کیتھولک یونین سے وابستہ فیدریشنوں سے علیحدہ بطور پر سیاسی جماعت اپنا تشخص قائم کرنے کی طرف قدم بڑھایا۔

بیلجیمن کیتھولک یونین سے ملتی جلتی سیاسی جماعت آسٹریا کی پیپلز پارٹی۱ تھی۔ وہ بھی تین پیشہ ورانہ بنیادوں پر منظّم گروہوں پر مشتمل ہے۔ ایک گروہ کسانوں کی نمائندگی کرتا ہے جب کہ دوسرا عام مزدوروں اور سفید پوش کارکنوں کا نمائندہ گروہ ہے اور تیسرا درمیانے طبقہ کی آواز ہے۔ مختلف پیشوں اور طبقوں سے متعلق دیگر انجمنیں انہیں تین بڑے گروہوں سے وابستہ ہو کر پیپلز پارٹی میں شریک ہو سکتی ہیں۔ کیتھولک یونین اور پیپلز پارٹی میں فرق یہ ہے کہ یونین میں شامل تمام فیدریشنوں کو صرف جنرل کونسل کی سطح پر نمائندگی حاصل ہے اور اس سطح پر وہ ایک پارٹی کی صورت میں اشتراک عمل کرتے

1- Austrian People's Party

دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے برعکس آسٹریا کی پیپلز پارٹی وابستہ گروہوں کے ساتھ ہر سطح پر اشتراک عمل کا

اہتمام کرتی ہے۔

(ج) بالواسطہ تنظیم کے عوامل:

بلاواسطہ جماعتی تنظیم اب عام ہے جب کہ بالواسطہ تنظیم شاذ ہے۔اس لیے یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں کہ وہ کون سے عوامل تھے جنہوں نے معدودے چند جماعتوں کو عام روش کے برعکس بالواسطہ ہیئت اختیار کرنے کی طرف راغب کیا۔اس ضمن میں کوئی عام کلیہ شاید نہ ہو۔ جماعتوں کے مخصوص حالات ہی انہیں بالواسطہ ہیئت اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر بیلجیم میں ٹریڈ یونینوں اور سوشلسٹ پارٹی کے درمیان نفاق اور پارٹی سے علیحدگی وہ عمل تھا جس کی بدولت وہاں کی سوشلسٹ پارٹی کی بالواسطہ ہیئت محدود ہوئی۔ بلجیم کی ٹریڈ یونین تحریک میں کمیونسٹ عناصر کے غلبہ نے وہ خاص حالات پیدا کیے جس کی بدولت انہوں نے پارٹی سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی تنظیم قائم کی۔ فرانس میں اس کے برعکس کمیونسٹ عناصر کے اثر کی وجہ سے ٹریڈ یونین تحریک میں نفاق پیدا ہوا اور ٹریڈ یونینوں کے نئے غیر کمیونسٹ سنٹرل آفس کے قیام کے بعد فرانس کی سوشلسٹ پارٹی کے ساتھ قریبی تعلقات کو اور بھی مستحکم کیا۔ اسی طرح 1950 میں بیلجیم سوشلسٹ پارٹی اور ٹریڈ یونین تنظیم کا از سرِ نو اشتراک بادشاہ کے خلاف خاص حالات کا مرہون تھا۔ پارٹی اور ٹریڈ یونینوں کی مشترکہ کمیٹی جو بادشاہ کے خلاف جدوجہد کے لیے قائم کی گئی تھی وہ بعد میں برقرار رہی اور دونوں کے درمیان مستقل تعاون کا ذریعہ بنی۔

مندرجہ بالا مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بالواسطہ ہیئت کے معینات 1 سے متعلق کسی عام اصول کی نشان دہی دشوار ہے۔ مگر یہ بات بھی درست ہے کہ نظریات وعقائد نے بالواسطہ ہیئت اختیار کرنے پر جماعتوں میں آمادگی پیدا کی ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض کیتھولک جماعتوں کی بالواسطہ ہیئت گرجا یا پوپ کی جاری کردہ اقدار سے متاثر ہوئی اور اجتماعی زندگی کے متعلق

1- Determinants

کیتھولک اقدار نے سیاسی تنظیموں کی صورت متعین کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ عقاید اور جماعتی تنظیم میں یہ تعلق ہر جگہ ثابت نہیں۔ آج کی زیادہ تر عیسائی اشتراکی جماعتیں مثلاً فرانس، اٹلی اور جرمنی کی جماعتیں کیتھولک آبادی کے باوجود بالواسطہ ہیئت کی بجائے بلاواسطہ بنیادوں پر استوار ہیں۔ بلاواسطہ ہیئت اپنانے میں ان جماعتوں میں دوسری اشتراکی جماعتوں کے طریق کار کی تقلید کا جذبہ کیتھولک اجتماعیت 1 نسبت زیادہ موثر رہا ہے۔ تقریباً تمام کی تمام موجودہ کیتھولک جماعتیں عیسائی ٹریڈ یونینوں سے ایسے ہی وابستہ ہیں جیسے عام اشتراکی جماعتیں ان سے وابستہ ہیں۔ کیتھولک اجتماعیت کے نظریات نے اگرچہ جماعتوں کو بالواسطہ تنظیم اختیار کرنے کی طرف راغب کیا بھی ہو تو دیگر کیتھولک جماعتیں اس تنظیمی ترکیب کی طرف راغب نہیں ہوئیں۔ بلکہ اس دور کی عام روش اختیار کرتے ہوئے انہوں نے بلاواسطہ ہیئت کو اپنایا ہے۔

یہ بات ثابت کرنے کے لیے کہ نظریاتی عوامل جماعتوں کی بالواسطہ یا بلاواسطہ ہیئت کو ہر صورت میں متعین نہیں کرتے مزید مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ مارکس کا نقطۂ نظر ہے کہ سیاسی جماعتیں مختلف معاشی طبقات کی امنگوں کی سیاسی مظہر ہوتی ہیں۔ برطانوی لیبر پارٹی کی ترکیب و تنظیم مارکسی نقطۂ نظر کے عین مطابق ہے۔ مگر برطانوی پارٹی یورپ کی تمام اشتراکی جماعتوں سے کم مارکسی نظریات کی حامل جماعت

ہے۔ یورپ کے ممالک میں مجموعی طور پر بلاواسطہ ہیئت ناروے، سویڈن اور ڈنمارک جیسے ممالک کی اشترا کی جماعتوں میں عام ہے مگر یہ وہ ممالک ہیں جہاں مارکسی نظریات کی اہمیت بہت کم ہے۔اس کے برعکس فرانس، اٹلی وغیرہ میں جہاں مارکسی نظریات کی طرف رجوع شدید رہا ہے وہاں کی اشترا کی جماعتیں بالواسطہ ہیئت کی بجائے بلاواسطہ ہیئت رکھتی ہیں۔ اگرچہ نظریات تنظیمی ترکیب پر اثر انداز ہوتے ہیں مگر ہر حال میں ہیئت کو متعین نہیں کرتے۔ برطانیہ کی لیبر پارٹی اور ٹریڈ یونین تحریک نے اکثر عملی مسائل کی طرف زیادہ توجہ دی ہے اور نظریات میں شدت اختیار کرنے سے احتراز کیا ہے حالانکہ اس کی بالواسطہ ہیئت اس بات کی متقاضی ہے کہ مارکسی نظریات میں یہ جماعت جوش وخروش کا مظاہرہ کرے۔اس کے

1- Catholic Corporative Doctrines pr Catholic Collectivism

برعکس فرانس کی اشترا کی جماعت بلاواسطہ ہیئت کے باوجود نظریاتی مسائل کی طرف حد درجہ مائل رہی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ مارکسی نظریات نے ٹریڈ یونین تحریک کو مشتعل نہیں کیا بلکہ ٹریڈ یونینوں کے قیام کے بعد انہوں نے مارکسی نظریات سے اجتناب کیا تاکہ عملی مسائل حل کرنے کو مجموعی انقلاب کے مقاصد پر ترجیح دی جا سکے۔لہٰذا فوری حل طلب مسائل پر توجہ دینے کے تقاضوں کو معاشرتی انقلاب برپا کرنے کے مقاصد پر فوقیت حاصل ہوئی۔

نظریات (خواہ مارکسی ہوں یا کیتھولک) کی نسبت مختلف ممالک کے قومی مزاج اور نفسیاتی رجحانات بالواسطہ ہیئت اپنانے میں زیادہ موثر رہے ہیں۔ یہ امر محض اتفاقی نہیں کہ لاطینی ممالک مثلاً فرانس، اٹلی وغیرہ میں بالواسطہ جماعتیں تقریباً مفقود ہیں جب کہ انگریز اور جرمن نسل کے ممالک میں بالواسطہ ہیئت کی جماعتیں موجود وموثر ہیں۔قومی مزاج اگرچہ ایک مبہم تصور ہے مگر جماعتی ہیئت کے معینات میں اس کا اثر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔قومی مزاج کے علاوہ متعلقہ انتخابی نظام بھی جماعتی ہیئت وترکیب پر اثر انداز ہوتا ہے۔مثلاً حق بالغ رائے دہی کی عدم موجودگی نے اشترا کی جماعتوں کے ارتقاء کو محدود رکھا اور ٹریڈ یونین تنظیم کے عروج واستحکام میں مد ثابت ہوا۔مضبوط وموثر ٹریڈ یونین تحریک کئی ممالک میں بالواسطہ جماعتی تنظیم پر منتج ہوئی ہے۔

بالواسطہ ہیئت کی مندرجہ بالا توضیحات جزوی ہونے کے ساتھ ساتھ مصنوعی بھی ہیں اور غیر ثابت شدہ مفروضات پر مبنی ہیں۔ بہر حال بالواسطہ ہیئت کے تجزیہ کو مزید آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔بشرطیکہ اُسے اشترا کی جماعتوں تک محدود رکھا جائے۔موجودہ صدی کے آغاز میں بالواسطہ ہیئت رکھنے والی مزدور جماعتوں اور بلاواسطہ ہیئت والی اشترا کی جماعتوں کے درمیان سخت مسابقت کا رجحان تھا۔کئی ممالک میں دونوں طرح کی جماعتیں بیک وقت موجود تھیں۔مثلاً انگلستان، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا میں ہر دو نوع کی جماعتیں ایک ہی دور میں سرگرم عمل تھیں۔ ان ممالک میں بلاواسطہ اشترا کی جماعتیں بالواسطہ لیبر جماعتوں کے مقابلہ میں قائم نہ رہ سکیں۔بالواسطہ جماعتی تنظیم ان ممالک میں مستحکم ہوئی جہاں ٹریڈ یونین تحریک جماعتوں کے وجود میں آنے سے قبل موجود اور زوردار تھی جب کہ بلاواسطہ ہیئت ان ممالک میں عام ہوئی جہاں ایسا نہ تھا۔ٹریڈ یونینوں کے جماعتوں سے قبل موجود ہونے کی مختلف وجوہات تھیں۔بعض ممالک مثلاً بیلجیم، سویڈن، ڈنمارک وغیرہ میں بالغ رائے دہی کا حق محدود تھا۔اس امر کی بدولت ٹریڈ یونینیں ہی ان کی سرگرمیوں کا محور بنیں۔بعض دوسرے ممالک مثلاً انگلستان میں خاص انتخابی نظام اور دو

جماعتی نظام کے ہوتے ہوئے مزدور طبقہ کے لیے پارلیمنٹ میں نمائندگی حاصل کرنا شروع صدی تک تقریباً محال تھا اور نہ وہ انتخابات پر زیادہ اثر انداز ہو سکتے تھے۔ صنعتی مزدوروں میں سیاسی عمل کی طرف رجوع پیشہ ورانہ تنظیموں کی وساطت سے پیدا ہوا۔ نتیجتاً ٹریڈ یونینیں اور امداد باہمی کی انجمنیں اشترا کی جماعتوں کے وجود میں آنے سے قبل منظّم ہوئیں۔ بعد کے دور میں جب سیاسی تغیرات نے اشترا کی جماعتوں کے قیام وارتقا کے لیے سازگار ماحول فراہم کیا تو پہلے سے موجود ٹریڈ یونینوں کی تنظیموں نے ٹھوس مدد مہیا کی۔ ٹریڈ یونینوں کے کردار اور سیاسی جماعتوں پر ان کی سبقت نے جماعتوں میں بالواسطہ ہیئت کی طرف رجحان کو پیدا کیا اور استحکام بخشا۔ برطانیہ کی مثال ہی لیجیے کہ وہاں انیسویں صدی کے آخر تک ٹریڈ یونینیں بہت زوردار ہو چکی تھیں اور 1895 میں ان کے اراکین کی تعداد پندرہ لاکھ تھی جو بالغ مزدوروں کی کل تعداد کا پانچواں حصہ تھی۔ اس دور کے برطانیہ میں ہارڈی کی قائم کردہ لیبر پارٹی بھی سرگرم عمل تھی مگر انتخابات میں اس کو صرف پینتالیس ہزار ووٹ حاصل ہونے اور دو جماعتی نظام کی وجہ سے پارلیمنٹ کی ایک نشست بھی اس کے حصہ میں نہ آئی۔ بڑی طاقت ور ٹریڈ یونین تنظیم ہی کی بدولت لیبر پارٹی اس قابل ہوئی کہ برطانیہ کی دو بڑی جماعتوں یعنی کانزرویٹو اور لبرل جماعتوں 1 کے درمیان اپنا مقام پیدا کر سکے۔

برطانیہ کے علاوہ سویڈن اور بیلجیم میں بھی پہلے سے موجودہ مزدور انجمنیں اور امداد باہمی کی انجمنیں نئی جماعتوں کی موثر معاون ہوئیں۔ دونوں مذکورہ ممالک میں بالغ حق رائے دہی نہ ہونے کی وجہ سے مزدور طبقہ جماعت کے ذریعہ سیاسی اظہار سے عاری تھا جب کہ مزدور انجمنیں اور امداد باہمی کی انجمنیں سرگرم عمل تھیں اور مزدور طبقہ کے حالات اور معیار کو بہتر کرنے میں کامیاب تھیں۔ ہر دو ممالک میں صنعتی جدوجہد اور عام ہڑتال جیسے حربوں سے ہی بالغ حق رائے دہی کے لیے معرکے ہوئے۔ بیلجیم میں 1891 اور 1893 میں اور سویڈن میں 1902 اور 1903 کی عام ہڑتالوں کے بعد اس حق کا حصول ممکن ہوا۔ لامحالہ اشترا کی جماعتوں کے لیے یہی راہ تھی کہ وہ پہلے سے موجودہ طبقاتی تنظیموں کے حوالہ سے اپنی تنظیم کرتے ہوئے بالواسطہ ہیئت اختیار کریں۔ سویڈن کی ٹریڈ یونین تحریک 1898 میں سوشلسٹ پارٹی 2 میں شامل ہوئی۔ پہلے پہل تمام شامل ٹریڈ یونینوں کے اراکین کے لیے جماعت سے وابستگی لازمی تھی۔ 1900 میں یہ رکنیت اختیاری کر دی گئی اور 1908 میں وابستہ یونینوں کے اراکین کو یہ حق دے دیا گیا کہ وہ تحریری طور پر اپنے آپ کو جماعت کی رکنیت سے مستثنیٰ کر لیں۔ اس حق سے سویڈن کی سوشلسٹ پارٹی تنظیمی اعتبار سے برطانوی لیبر پارٹی کی مثل ہو گئی۔

برطانیہ، سویڈن اور بیلجیم کے برعکس فرانس کی اشترا کی جماعتوں نے بلاواسطہ ہیئت اپنائی۔ فرانس میں حق رائے دہی بالغان نے مزدور طبقہ کے لیے سیاست میں بھرپور شرکت کو اس وقت ممکن بنایا جب کہ ٹریڈ تحریک کو طرح طرح کی قانونی اور عملی مشکلات درپیش تھیں۔ فرانس کی ورکرز پارٹی³ 1879 میں قائم ہوئی جب کہ ٹریڈ یونین فیڈریشن کا قیام 1902 میں عمل

1- Conservative and Liberal Parties

2- Social Democratic Party

3- French Worker's Party

میں آیا۔ لہٰذا یہ ممکن نہ تھا کہ فرانس کی ورکرز پارٹی ٹریڈ یونین کی بنیاد پر قائم ہو کر بالواسطہ ہیئت اختیار

کرتی۔ٹریڈ یونین تحریک نے بتدریج زور پکڑا تو اس کا سامنا پہلے سے موجود اور مضبوط اشترا کی جماعت سے ہوا۔ٹریڈ یونین تحریک کے نزدیک ورکرز پارٹی اپنے مزاج اور طریق کے اعتبار سے کچھ زیادہ ہی پارلیمنٹ نواز،نظریاتی طور پر کٹر اور بورژوائی نوعیت کی تھی۔مگر اس سے مقابلہ مزدور طبقہ میں پھوٹ اور نفاق پر منتج ہوتا۔ورکرز پارٹی کی مضبوط حیثیت کے پیش نظر ٹریڈ یونین تحریک کے لیے یہی راستہ تھا کہ وہ سیاسی عمل اور جہد کی بجائے خالص صنعتی عمل کو اپنائیں۔جرمنی میں بھی سیاسی ارتقاء کچھ اس طرح ہوا کہ جماعت ٹریڈ یونین تحریک کے مقابلہ میں اس قدر منظم اور مضبوط تھی کہ ٹریڈ یونین تحریک واضح طور پر جماعت کے تحت اس کے ایک آلہ کار کی حیثیت رکھتی تھی۔جماعت اور ٹریڈ یونینوں کے درمیان تعلق کی یہ نوعیت برطانیہ سے یکسر مختلف تھی جہاں لیبر پارٹی ٹریڈ یونینوں کی آلہ کار تھی۔1945 تک بیلجیم میں بھی کم وبیش صورت حال برطانیہ جیسی تھی۔

مندرجہ بالا مطالعہ اور مثالوں سے سیاسی جماعتوں کے ارتقاء اور ارتقاع کے متعلق ذہن تعمیمات اخذ کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے۔مثلاً یہ تعمیم یا اصول عمومی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جہاں ٹریڈ یونین یا اسی قسم کی دیگر تنظیمیں اشترا کی جماعتوں سے پہلے قائم ہوئیں اور خوب زور دار اور مستحکم تھیں، وہاں اشترا کی جماعتوں کا ارتقاء انہی تنظیموں کے دائرہ میں ہوا اور ان جماعتوں نے قدرتی طور پر بالواسطہ تنظیم کی طرف رغبت کی۔اس کے برعکس جن ممالک میں جماعت ٹریڈ یونین تحریک سے قبل قائم اور ارتقاء پذیر ہوئی وہاں اشترا کی جماعت نے اپنی روایتی بلاواسطہ ہیئت کو ترجیح دی۔اس صورت میں ٹریڈ یونین تحریک یا تو جماعت کے تابع ہوتی ہے یا اپنی خودمختار حیثیت کو برقرار رکھتی ہے۔ٹریڈ یونین اپنی راہ جماعت کی مروجہ حیثیت وقوت کے حوالہ سے متعین کرتی ہے۔ان مشاہدات کو ایک قطعی عمرانی کلیہ کی حیثیت دینا تو غلط ہوگا البتہ اگر یونینیوں اور اشترا کی جماعتوں میں اس

1- Industrial action

تعلق کو محض ایک بنیادی رجحان کہیں تو بیان کردہ تعلق ایک توضیحی اصول ضرور فراہم کرتا ہے بشرطیکہ یہ بات ذہن میں رہے کہ تعلق کی نہج کو بہت سے دیگر عوامل نہ صرف متاثر کر سکتے ہیں بلکہ اسے غلط اور نادرست بھی ثابت کر سکتے ہیں۔

3-سیاسی جماعتوں کی بنیادی اکائیاں ا

سیاسی جماعت اپنے مزاج اور اندرونی ماحول کے اعتبار سے ایک برادری نہیں ہوتی بلکہ کئی چھوٹی چھوٹی برادریوں پر مشتمل تنظیم ہوتی ہے۔متعلقہ ممالک کے طول وعرض میں بکھری ہوئی یہ برادریاں شاخوں،کاکس یا انجمنوں کی صورت میں انہیں مربوط کرنے والے اداروں کی وساطت سے باہم مربوط ہوتی ہیں۔

بنیادی اکائی کی اصطلاح جماعتوں کی بنیادی سطح کی تنظیموں یعنی شاخوں اور خلیوں وغیرہ کے لیے مستعمل ہے۔ضروری ہے کہ کسی جماعت کی بنیادی سطح پر تنظیم یا اس کی بنیادی اکائیوں کو جماعت کی دیگر ذیلی یا تابع یا حامی تنظیموں ۲ سے ممیز کیا جائے۔اس طرح کی تنظیمیں بعض صورتوں میں جماعتی تنظیم کا دم چھلہ ہوتی ہیں اور بنیادی سطح پر جماعتی تنظیم کی صفات نہیں رکھتیں۔کئی ثقافتی تنظیمیں،انجمن ہائے خواتین، طلباء تنظیمیں وغیرہ اسی قسم کی ہوتی ہیں۔اور ان کی غرض وغایت متعلقہ جماعت کے لیے حمایت حاصل

کرنا، اراکین میں جذبہ رفاقت کو مضبوط کرنا اور اسی قسم کے دیگر مقاصد کا حصول ہوتا ہے۔ اسی طرح لیبر فیڈریشن اور دیگر پیشہ ورانہ انجمنوں کی جماعتی تنظیم سے علیحدہ نشان دہی ضروری ہے۔ لیبر فیڈریشن اور وفاقی نوعیت کے پیشہ ورانہ ادارے بذات خود چھوٹی چھوٹی تنظیموں کے الحاق سے قائم ہوتے ہیں۔ بعض صورتوں میں بنیادی سطح پر جماعتی تنظیم سے انہیں الگ کرنا دشوار ہوتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس طرح کی ثقافتی یا دیگر تنظیمیں اپنی فطرت ورجحان کے اعتبار سے سیاسی نہیں ہوتیں۔

1- Basic Ullits of Political Parties

2- Ancillary Organisation

البتہ سیاسی جماعتوں کی نمو دان کے اشتراک واجتماع سے ہوتی ہے خواہ یہ اشتراک اعلیٰ ترین سطح پر ہو یا اس کا اہتمام ہر سطح پر کیا گیا ہو۔ سیاسی جماعتوں اور دیگر تنظیموں میں اشتراک عمل کی وجہ سے جماعتی تنظیم اور دیگر ذیلی تنظیموں میں تخصیص اور بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ مثلاً ٹریڈ یونین بعض اوقات بلا واسطہ جماعت کی ذیلی یا تابع تنظیم کے طور پر کام کرتی ہے اور کبھی ٹریڈ یونین بالواسطہ جماعت کی شاخ بھی ہوتی ہے۔

ہر سیاسی جماعت کی بنیادی سطح کی تنظیم مخصوص ہیئت رکھتی ہے۔ فرانسیسی اشتراکی جماعتوں کی شاخیں ہوں یا امریکی جماعتوں کی کاکس، کیمونسٹ جماعتوں کے سیل ہوں یا اٹلی کی فسطائی جماعت کے دستے ہوں، سب ایک دوسرے سے حد درجہ مختلف ہیں۔ بنیادی تنظیم کی طرح ہر جماعت کی مجموعی ہیئت وترکیب بھی دوسری جماعت سے کم مماثلت رکھتی ہے۔ تنوع کے باوجود جماعتوں کی چار اقسام کی بنیادی تنظیمیں الگ کی جاسکتی ہیں۔ اکثر جماعتیں ان ہی چار اقسام میں سے ایک یا دوسری اپناتی ہیں۔ بنیادی تنظیم یا اکائیوں کی یہ قسمیں کاکس، شاخ، سیل اور دستہ کے ناموں سے موسوم ہیں۔ آیئے یکے بعد دیگرے چاروں کی خصوصیات کا تفصیلی جائزہ لیں۔

(ا) کاکس

کچھ جماعتوں کی بنیادی سطح کی تنظیمی اکائی کو کاکس کہتے ہیں۔ انگریزی زبان میں یہ لفظ سیاسی اصطلاح کا درجہ رکھتا ہے۔ اگرچہ اس نوعیت کی تنظیمیں اکائی کے لیے کمیٹی یا ٹولہ کا لفظ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے مگر کاکس کی اصطلاح معروف ہونے کی بنا پر مناسب ہے۔ بطور پر تنظیمی اکائی کے کاکس چند خصوصیات کی حامل ہے۔ اولاً یہ کہ کاکس محدود نوعیت کی تنظیم ہوتی ہے۔ چند افراد پر مشتمل ہونے کے باوجود توسیع کی خواہاں نہیں ہوتی۔ نہ یہ نئے اراکین کو اپنی صفوں میں شامل کرتی ہے۔ اور نہ تبلیغ واشاعت کے ذریعہ اراکین کی تعداد میں اضافہ کے لیے کام کرتی ہے۔ کاکس کے اراکین کی حیثیت اپنے تئیں ایک محدود حلقہ کی ہوتی ہے۔ کوئی شخص محض خواہش

1- Tacit Co-option

کرنے سے کاکس کا رکن نہیں بنتا۔ نئے افراد کی شمولیت یا در پردہ نامزدگی کے ذریعہ کی جاتی ہے یا انہیں باضابطہ نامزد کیا جاتا ہے۔ بہر حال اراکین کی تعداد میں کمی کے باوجود جماعتی امور میں کاکس حد درجہ اثر واختیار کی حامل ہوتی ہے۔ اس کی طاقت اور اثر کا انحصار تعداد پر نہیں بلکہ اراکین کی صفات اور صلاحیتوں پر ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر کاکس ایسے معروف افراد کا گروہ ہوتا ہے جو اپنے اثر ورسوخ کی وجہ سے شامل کیے گئے ہوں۔

کاکس کی دوسری خصوصیت اس کے طریق کار سے متعلق ہے۔عموماً ایک کاکس بہت بڑے علاقہ میں سرگرم عمل ہوتی ہے۔اس کا علاقہ عموماً بڑے انتخابی حلقوں سے مطابقت رکھتا ہے۔فرانس میں جمہوریہ سوئم کے تحت مختلف سیاسی جماعتوں کے کاکس ملک کی انتظامی اکائیوں کے حوالہ سے قائم تھے۔ ہر انتظامی صوبہ کے لیے ایک پارٹی کاکس قائم تھا۔ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں کاکس کا قصبوں اور میونسپل کمیٹیوں میں خاص اہمیت حاصل ہے تا کہ وہاں انتظامی آسامیوں کو انتخابات کے ذریعہ سیاسی غنائم کے طور پر حاصل کرسکیں اس کے علاوہ کاکس کی سرگرمیاں عبوری اور وقتی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ یہ سرگرمیاں انتخابات کے دوان اپنے عروج پر ہوتی ہیں اور انتخابات کے درمیانی عرصہ میں کم رہ جاتی ہیں۔ درحقیقت کاکس ایک نیم مستقل تنظیم کا نام ہے جو نہ قطعی عارضی ہے کہ ایک انتخاب کے بعد ناپید ہوجائے اور نہ اس کی حیثیت ایسی مستقل تنظیم کی ہے جو ہمہ وقتی ہو اور جس کے لیے سیاسی جہداور اشاعت وتبلیغ کا کام کبھی ختم نہ ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا خصوصیات کاکس تنظیم کی مشترک صفات ہیں۔ان کے باوجود کاکس کی کئی اقسام کی تخصیص بھی ممکن ہے۔ مثلاً بالواسطہ کاکس اور بلاواسطہ کاکس میں واضح فرق ہے۔فرانس کی ایک سوشلسٹ ا پارٹی کے کاکس بلاواسطہ کاکس کی اچھی مثال ہیں جب کہ برطانیہ کی لیبر پارٹی ایک دور میں بالواسطہ کاکس پر مبنی تھی۔فرانس کی مذکورہ جماعت کے کاکس معروف افراد پر مشتمل ہیں اور انہیں ذاتی حیثیت میں ان کے اثر ورسوخ کی وجہ سے لیا جاتا ہے۔معروف تجار یا صنعت کار،قصبوں کے ڈاکٹر، وکیل،معروف

1- French Radical Socialist Party

اور نیک سیرت استاد اپنے حلقے کے کاکسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ان کی حیثیت کسی طبقہ یا تنظیم کے نمائندہ کی نہیں ہوتی بلکہ وہ ذاتی حیثیت میں شامل ہوتے ہیں۔اس وجہ سے بلاواسطہ کاکس طبقاتی نمائندوں کی بجائے نامی گرامی افراد پر مشتمل تنظیم ہوتی ہے۔اس کی رکنیت کے لیے کوئی ایک واضح قاعدہ نہیں ہوتا۔عموماً ان افراد کی شمولیت درپردہ نامزدگی کے ذریعہ طے ہوتی ہے۔ برطانیہ کی لیبر پارٹی میں صورت اس کے برعکس رہی ہے۔لیبر پارتی کے کاکس وابستہ ٹریڈ یونین،انجمن ہائے امداد باہمی وغیرہ کی مقامی تنظیموں کے نمائندوں پر مشتمل ہوتے تھے۔کاکس میں شامل اراکین کی نمائندہ حیثیت کی وجہ سے لیبر پارٹی کے کاکس بالواسطہ کاکس کی اچھی مثال تھے۔اگر فرانس کے مذکورہ کاکس سے لیبر پارٹی کے کاکس مختلف ہیں مگر کاکس تنظیم کی مشترک خصوصیات کے ہر دو کاکس حامل رہے ہیں۔ لیبر پارٹی کے کاکس میں ہر شامل فرد اپنی نمائندہ حیثیت میں ایک نامی گرامی شخصیت کا درجہ رکھتا ہے۔کاکس میں اُن کی حیثیت ذاتی اثر کی بدولت نہیں بلکہ نمائندہ حیثیت کی بدولت ہوتی ہے۔ برطانیہ میں لیبر پارٹی کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ روایتی اعیان۲ اور شرفا پر انحصار کرتی۔لہٰذا روایتی اعیان کی جگہ مختلف اداروں اور انجمنوں کے نمائندہ افراد کو نئے اداراتی اعیان۳ کی حیثیت حاصل ہوئی۔ان کی حیثیت پیدائش یا فطری برتری کی بنیاد پر نہ تھی بلکہ منظم عوام کے اعتماد کی مرہون منت تھی۔

تیسری قسم کے کاکس وہ ہیں جو ماہرین پر مشتمل ہوتے ہیں۔کاکس میں ان کی شمولیت نہ ان کے ذاتی اثر ورسوخ کی وجہ سے ہوتی ہے اور نہ وہ کسی نمائندہ حیثیت میں شامل ہوتے ہیں۔انتخابی معرکوں سے متعلق امور سے شناسائی اور مہارت کی بدولت ان کو شامل کیا جاتا ہے۔ریاست ہائے متحدہ امریکہ

میں پارٹی کاکس اسی نوعیت کے ہیں۔زیادہ تر ماہرین کی حیثیت انتخابی ایجنٹوں ۴ (Agents) کی ہوتی ہے۔متعلقہ کاکس کے نمائندے چھوٹے قصبوں اور ضلعوں میں پھیلے ہوتے ہیں اوران کی وساطت سے کاکس کا اثر

1- Tacit Co-option

2- Traditional Elite

3- Institutional Dlite

4- Elctoral Agentse

ہر جگہ محسوس ہوتا ہے۔فرانس میں ضلعوں اور دیگرانتظامی اکائیوں کے ناطے سے کاکس قائم ہوتے ہیں اور ہر کمیون اکی سطح پرایک نمائندہ سرگرم عمل ہوتا ہے۔ جماعتوں کے باقاعدہ انتخابی ایجنٹ جماعت کے لیے رضا کارانہ طور پر پروپیگنڈا کرنے والے لوگوں سے الگ ہوتے ہیں۔مثلاً انگلستان میں انتخابات کے دوران جماعتی مبلغین یا حامیوں کی حیثیت باقاعدہ انتخابی ایجنٹوں سے مختلف ہوتی ہیں۔عین ممکن ہے کہ مبلغین اور حامی متعلقہ کاکسوں میں شامل نہ ہوں۔متعلقہ جماعت کے لیے چونکہ ان کی اہمیت بھی ہوتی ہے اس لیےضروری ہے کہ ان کا اور خاص طور پرانتخابی ایجنٹوں کی حیثیت اور مقام کا جائزہ لیا جائے۔

انتخابی ایجنٹ شاذ ہی کاکس کے کل وقتی ملازم ہوتے ہیں۔وہ نہ کاکس سے تنخواہ وصول کرتے ہیں اور نہ اس کے لیے ہمہ تن مصروف ہوتے ہیں۔انتخابی ایجنٹ ممکن طور پر نہ رضا کارانہ معاونین ہوتے ہیں اور نہ ہی سرفروش قسم کے حامیوں کی صف میں ہوتے ہیں۔ان کا مقام جماعتی نوکرشاہی اور رضا کارانہ طور پر کام کرنے والے افراد کے درمیان ہوتا ہے۔انہیں جماعتیں سے کچھ مراعات حاصل ہوتی ہیں اور ساتھ ساتھ اپنے پیسوں کی بدولت جماعتی تنظیم سے نسبتاً آزاد بھی رہتے ہیں۔امریکہ میں انتخابی ایجنٹوں کو ''کپتان'' بھی کہا جاتا ہے۔بعض اوقات ان کپتانوں کی کفالت جماعت کے ذمہ ہوتی ہے۔وہ ان کو فرضی قسم کے عہدوں پر تعینات کر دیتے ہیں تا کہ وہ باقاعدگی سے تنخواہ وصول کرتے رہیں اور جماعت کے لیے کام کر سکیں۔امریکہ کے بعض شراب خانوں کے منیجر اور قسم کے مقاصد کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس معاشرہ میں سیاسی تبلیغ کے لیے شراب خانوں،قہوہ خانوں اور ثقافتی کلبوں سے بہتر کونسی جگہ ہوسکتی ہے۔ایسی جگہوں پر لوگ تفریح طبع کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔منیجروں کے لیے خوب موقع ہوتا ہے کہ وہ ان مباحث میں شریک ہوکر جماعتی مسلک کی تبلیغ وتلقین کریں۔انسانی نفسیات سے شناسا ہوتو منیجر اس ضمن میں بہت موثر ہوسکتا ہے۔سب جماعتیں اس امر سے بخوبی واقف ہیں اور اپنے ایجنٹوں کی وساطت سے ان جگہوں

1- Commune

کو زیراثر رکھنے کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔

جدید دور میں کاکس ایک متروک تنظیمی ترکیب ہے۔محدود حق رائے دہی کے ہوتے ہوئے یہ تنظیم فطری اور بجا معلوم ہوتی ہے۔جہاں بالغ حق رائے دہی نیا نیا ہو وہاں بھی یہ بے جا نہیں۔بالواسطہ کاکس کے علاوہ دوسروں نے روایتی اعیان کو مجتمع کرنے کی کوشش کی ہے۔اپنی تنظیم اور سماجی ساخت کے اعتبار سے،کاکس نچلی اور بالائی سطح کے متوسط طبقہ کے اثر کے غماز ہیں۔مارکسی اصطلاح میں کاکس عموماً درمیانہ طبقہ کا سیاسی مظہر ہوتا ہے۔انیسویں صدی کے آخر کے یورپ میں دو طرح کے کاکس تھے۔ایک وہ جو

قدامت پسند جماعتوں نے قائم کیے۔ ان میں روایتی شرفا یا جاگیر دار اور صنعت کار اور بعض معروف پادری اور بنک کار شامل تھے۔ دوسرے وہ کاکس جو آزادی پسند۱ اور تغیر پسند۲ جماعتوں نے قائم کیے۔ یہ کاکس تجارتی احباب، چھوٹے صنعت کاروں، سرکاری ملازمین، استاد وکلاء، اخبار نویسوں اور مصنفین وغیرہ پر مشتمل تھے۔ انیسویں صدی کے ملکیت پر مبنی حق رائے دہی کے دور میں سیاسی جماعتیں کاکسوں پر مشتمل وفاق ہوتی تھیں۔ اجتماعی تنظیم اور اندرونی نظم وضبط بھی ڈھیلا ہوتا تھا۔ پہلے پہل انتخابی معرکوں کے لیے بالکل عارضی اور وقتی کمیٹیاں قائم ہوتی تھیں۔ ان میں سے بعض انتخابات کے بعد قائم رہیں اور نیم مستقل صورت اختیار کرنے کے ساتھ ہی جماعتی کاکسوں کی صورت اختیار کرلی۔ لہٰذا یہ کہنا مشکل ہے کہ انتخابی کمیٹیاں پہلے بنیں یا کاکس پہلے قائم ہوئے۔

حق رائے دہی بالغان کے رائج ہونے سے کاکس تنظیمیں فوری طور پر ہر ملک سے مفقود نہیں ہوئی۔ جب تک عوام کی اپنی سیاسی تنظیمیں اور مزدور انجمنیں وغیرہ قائم نہیں ہوئیں وہ کاکسوں کے ذریعے ہی روبعمل رہے۔ مروجہ کاکسوں نے صنعتوں مزدوروں اور دیگر نئے پیشوں سے وابستہ لوگوں کو اپنے انتخابی ایجنٹوں کی تعداد میں اضافہ کرکے متاثر کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایک ایسی کوشش (بعض اوقات غیر شعوری طور پر سرزد ہوئی) تھی جس کے ذریعہ حق

1- Liberal

2- Radical

رائے دہی بالغان کے نتائج کو محدود و مقید کرنا مقصود تھا۔ مگر اس کوشش کو خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی اور نئی جماعتوں نے لوگوں کو جیتنے اور ہم خیال بنانے کے لیے زیادہ موثر اپنائے جن کی وجہ سے کاکسی تنظیم انحطاط پذیر ہوئی۔

حق رائے دہی بالغان کی وجہ سے اگرچہ کاکسی تنظیم کا انحطاط ہوا مگر یہ انحطاط نہ تو کلی ہوا اور نہ ہر ملک میں یکساں ہوا۔ اول یہ کہ بالواسطہ کاکس نے اس ہیئت کو حیات نودی اور پرانی تنظیموں کے لیے یہ ممکن کیا کہ وہ نئے معاشی اور سماجی تقاضوں کے مطابق تنظیم نو کرسکیں۔ پرانے وضع دار شرفا جاگیردار اور صاحب ثروت لوگوں کی جگہ نئے اداروں مثلاً مزدور انجمنوں اور امداد باہمی کی انجمنوں کے نمائندوں کو اپنی صفوں میں شامل کیا۔ اس اس طریق کی وجہ سے یہ ممکن ہوا کہ کاکس کو برقرار رکھتے ہوئے حقیقی طور پر عوامی جماعتوں کو فروغ حاصل ہوا۔ برطانیہ کی لیبر پارٹی جیسی حقیقی عوامی جماعت کا فروغ اس طریق نے ممکن بنایا۔ اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس تغیر کے دوران کاکس کی ساخت میں بھی انقلاب رونما ہوا۔

انیسویں صدی کے ٹوری اور لبرل کاکس بیسویں صدی کے لیبر کاکس سے یکسر مختلف تھے۔ بالواسطہ کاکس واضح طور پر روایتی کاکس سے انحراف کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جمہوری اطوار کے فروغ کے باوجود روایتی کاکس مفقود نہیں ہوئے اور کئی جماعتوں میں انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس ضمن میں دائیں بازو کی جماعتوں کی مثال دی جاسکتی ہے۔ اس ضمن میں امریکی جماعتیں بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ دائیں بازو کی جماعتوں میں کاکسی تنظیم کا بدستور رواج کئی وجوہات کی بنا پر قائم ہے۔ یہ جماعتیں اونچے اور متوسط طبقے کی نمائندگی کرتی ہیں۔ یہ طبقہ یا پیدائشی حیثیت سے مسلم ہوتا ہے یا اس میں شامل افراد نے مقابلہ اور مسابقت میں نکھر کر اپنا مقام حاصل کیا ہوتا ہے۔ ان میں یک گونہ خوداعتمادی ہوتی ہے۔ ان کی

تربیت اور ذہنی افتاد کی وجہ سے کاکس تنظیم ان کے لیے فطرتی ہے۔ شاخوں کا کھلا ماحول اور کمیونسٹ سیلوں کا خفیہ طریق کار ان کے لیے ناگوار ہوتا ہے۔ روایتی اعیان کا مقام پرانی جماعتوں میں بھی محفوظ تھا۔ لامحالہ برطانیہ اور شمالی یورپ کی قدامت پسند جماعتیں اور اس طرح دائیں بازو کی فرانسیسی جماعتیں بدستور کاکس کی بنیاد پر قائم رہیں۔ ان میں سے بعض نے شاخ کو بنیادی تنظیم کے طور پر اپنانے کی کوشش بھی کی مگر ان کی سماجی ترکیب وساخت[1] سے عدم موافقت کی بنا پر یہ کوشش ناکام ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ہر دو جماعتیں بدستور مبنی بر کاکس جماعتیں ہیں۔ امریکی جماعتوں اور یورپ کی مذکورہ جماعتوں میں کافی فرق ہے۔ امریکی جماعتیں اولاً انتخابات کے در بے تنظیمیں ہیں جو انتخابات سے پہلے امیدواروں کی باقاعدہ نامزدگی کو یقینی بناتی ہیں اور اس اعتبار سے خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ علاوہ ازیں یہ جماعتیں کوئی نظریاتی گروہ یا دھڑے نہیں ہوتیں اور نہ ان کی حیثیت ایک طبقاتی برادری۲ کی ہوتی ہے۔ امریکہ کے وسیع علاقہ میں ان جماعتوں کے کاکس ایسے ماہرین پر مشتمل ہوتے ہیں جو انتخابات جیت سکیں اور دیگر انتظامی آسامیوں کو جماعت کے لیے قابو کرنے میں مشاق ہوں۔ ان ماہرین کی وفاداری میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ اپنی مہارت اور خدمات مختلف جماعتوں کو پیش بھی کرتے ہیں۔ امریکی جماعتوں کی یہ خصوصیات یورپ کی چند جماعتوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مقاصد یکساں ہوتے ہوئے بھی یورپ اور امریکہ کی مبنی بر کاکس جماعتوں کے طریق کار میں اختلافات کے باوجود کچھ خصوصیات مشترک بھی ہیں جس کی وجہ سے ان جماعتوں میں ایک حد تک تقابل ممکن ہے۔

مجموعی طور پر امریکہ کی جماعتیں مبنی بر کاکس جماعتیں کہی جا سکتی ہیں۔ امریکی جماعتوں میں دو طرح کے کاکس ہیں، ایک وہ جو باقاعدہ جماعتی طور پر منظّم ہیں۔ مقامی سطح سے بتدریج درمیانی اور اعلیٰ سطح تک قائم ہیں۔ ان کے متوازی غیر سرکاری کاکس ہیں جو مختلف سطحوں پر جماعتی سرداروں کی نگرانی میں کام کرتے ہیں۔ ہر دو صورتوں میں ہر کاکس چند ایسے نامی گرامی افراد پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جن کی ذاتی شہرت اور اثر ان کی تعداد سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ روایتی کاکس کے طریق کے عین مطابق ان میں ایسی شخصیات بھی شامل

1- Social Structure

2- Class Community

ہوتی ہیں جن کو جماعتی مشین نے خاموشی سے نامزد کیا ہوتا ہے۔ یہ شخصیات زیادہ تر پیشہ ور سیاسی افراد کے زمرے سے آتی ہیں۔ امریکی جماعتوں کی مجموعی ہیئت خاصی بوسیدہ معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ انہوں نے انتخابی ایجنٹ کی خدمات کے ذریعہ اپنے طریق اور تنظیم کو قدرے تبدیل کیا ہے۔ مگر بنیادی طور پر سرمایہ داری دور کی جمہوریت کا ڈھانچہ جوں کا توں ہے۔ امریکی جماعتوں کا تنظیمی استحکام باعث تعجب اس لیے نہیں کہ دنیا میں بہت کم جماعتیں ایسی ہیں جنھوں نے اپنی روایتی تنظیم کو ترک کر کے اسے نئے رخ پر استوار نہ کیا ہو۔ البتہ یہ امر ضرور قابل تحقیق ہے کہ حق رائے دہی بالغان کی وجہ سے عوام الناس کی سیاست میں شمولیت کے باوجود ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں کوئی بائیں بازو کی ایسی جماعت نہیں اُبھری جو جدید تنظیمی خطوط پر استوار ہو۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ میں کسی اشترا کی جماعت کے نہ اُبھرنے کا تعلق وہاں کے مزدوروں میں طبقاتی شعور کے نہ ہونے اور ان میں حد درجہ انفرادیت کے جذبات سے ہے۔ گویا امریکی جماعتوں کی پرانی تنظیم امریکی سیاست میں قدامت پسندی کے رجحانات کی بدولت ہے۔

(ب) شاخ

لفظ شاخ انگریزی لفظ ''برانچ'' کا ترجمہ ہے۔سیاسی جماعتوں کے ضمن میں اس سے مراد بہت سی سیاسی جماعتیں کی ابتدائی تنظیم ہے۔بطور ایک سیاسی انتظامی اکائی کے شاخ کی چند خصوصیات ہیں۔اولاً یہ کہ کسی جماعت کی شاخ اس کی مجموعی تنظیم کا جزو ہوتی ہے، جس کے بغیر شاخ کا وجود محال ہوتا ہے۔ کاکس کی نسبت ''شاخ'' زیادہ موثر طور پر اپنی مرکزی تنظیم کے تحت ہوتی ہے اور کاکس کی طرح کی حقیقی خودمختاری سے عاری ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مبنی بر شاخ جماعتیں کاکس پر مبنی جماعتوں کی نسبت زیادہ مرکزیت کی حامل ہوتی ہیں۔دوسرے یہ کہ شاخ اراکین کے اعتبار سے وسیع تر ہوتی ہے، جبکہ کاکس کو محدود رکھا جاتا ہے۔شاخ اپنے اراکین کی تعداد میں اضافہ چاہتی ہے۔مزید اراکین کو شامل کرنے کے لیے سرگرم عمل رہتی ہے تاکہ تعداد کے ساتھ اس کی طاقت میں اضافہ ہو۔اگرچہ شاخ معروف اور باصفات حضرات سے گریزاں نہیں ہوتی مگر تعداد میں اضافہ ان کا اصل مقصود ہوتا ہے۔

تیسری خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ شاخ ایک کھلی تنظیم ہے جس میں ہر کس و ناکس محض خواہش کرنے سے شامل ہوسکتا ہے۔اگرچہ رکنیت سے متعلق جماعتوں کے قواعد وضوابط بھی ہوتے ہیں اور رکنیت کی شرائط بھی رکھی جاتی ہیں، مگر عملاً یہ قواعد وشرائط محض کاغذی کارروائی کی حیثیت رکھتے ہیں وہ قواعد شمولیت کے خواہاں افراد کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے۔یاد رہے کہ کاکسی تنظیم محدود ہوتی ہے اور اس میں نامزدگی کے بغیر کسی کی شمولیت ممکن نہیں ہوتی۔یوں بھی کاکس چند معروف شخصیات کا اجتماع ہوتا ہے جب کہ شاخ میں عام لوگوں کو شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے اور ان سے رابطہ کا اہتمام ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کاکس کی نسبت شاخ کا علاقہ کم ہوتا ہے۔مثال کے طور پر فرانس میں کاکس کے علاقے پورے پورے اضلاع ۱ پر محیط ہیں جب کہ شاخیں دیہات اور کمیون کی سطح پر قائم ہیں۔بڑے بڑے شہروں میں آبادی کی گنجائی کے پیش نظر جماعتوں کی شاخوں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ محلّہ اور وارڈ کی سطح پر قائم ہوتی ہیں۔ سب نہیں مگر بعض جماعتیں بڑی بڑی شاخوں کو مزید چھوٹی شاخوں میں تقسیم کر دیتی ہیں تاکہ اراکین میں ربط وتعلق زیادہ قریبی ہو۔جرمن اور آسٹریا کی بعض جماعتوں کی شاخوں میں ''بلاک'' اور ''یونٹ'' اور فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کی شاخوں میں گروپ ۲ وغیرہ اسی قسم کی تقسیم کی مثالیں ہیں۔شاخوں کو حد سے زیادہ چھوٹے حصوں میں بانٹ دینے کے متعلق بھی شبہات ہیں کہ شاید وہ داخلی انتشار اور مخاصمت پر منتج ہوتے ہیں۔

شاخ کی چوتھی خصوصیت کاکس کے عارضی وجود کے برعکس اس کی مستقلی ہے۔انتخابات کے درمیانی عرصہ میں کاکسوں پر نیم خوابی ۳ کی سی

1- Arrondissment

2- German 'Blocks'. Austrian 'Tenaenent Units' and French-Socialist Party, 'Groups

3- Periond of Hibernation

کیفیت طاری ہوتی ہے۔اس عرصہ میں نہ ان کے اجلاس عام ہوتے ہیں اور نہ ان میں باقاعدگی ہوتی ہے۔اس کے برعکس جماعتوں کی شاخوں کی سرگرمیاں اگرچہ انتخابات کے دوران زیادہ ہوتی ہیں مگر باقی

عرصہ میں بھی ان کی سرگرمیاں نہایت باقاعدگی سے جاری رہتی ہیں۔اشترا کی جماعتوں کی شاخوں کے ماہانہ یا ہفتہ وار اجلاس باقاعدہ ہوتے رہتے ہیں۔ان اجلاسوں کی نوعیت بھی کاکس کے اجلاسوں جیسی نہیں ہوتی۔ان میں انتخابی چالوں اور حربوں پر بحث کے علاوہ ارا کین کی سیاسی تعلیم و تربیت کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔جماعت کے مقررین اور مبلغ دوسری جگہوں سے آکر شاخوں کے اجلاس سے خطاب کرتے ہیں اور بعد میں بحث و تمحیص کا سلسلہ رہتا ہے۔ان اجلاسوں میں یہ قوی رجحان ہوتا ہے کہ ارا کین چھوٹے چھوٹے مقامی اور انتخابی جھگڑوں میں الجھ جائیں۔جماعتیں کوشش کرتی ہیں کہ شاخوں کے اجلاسوں میں اس رجحان کو روکیں تاکہ اصولی اور عمومی مسائل پر پوری توجہ دی جاسکے۔

شاخ کے ارا کین کی تعداد چونکہ کاکس سے زیادہ ہوتی ہے اس لیے شاخوں کی اندرونی تنظیم بھی زیادہ کامل اور موثر ہوتی ہے۔کاکسی تنظیم کے اندر حفظ مراتب 1 سیدھا سادھا ہوتا ہے۔عام طور پر کسی ایک قائد کا اثر سب اطراف و جوانب میں دیکھنے میں آتا ہے۔بعض اوقات اس کا اثر غالب ہوتا ہے۔ ریاست ہائے متحدہ میں اکثر کاکس کسی ایک سردار یا گرو یا باس (Boss) کے تابعدار لوگوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔بعض اوقات کاکس کے عہدے داروں کو صدر، نائب خزانچی وغیرہ یہ نام دیے جاتے ہیں۔یہ نام کاکس کے اندر کسی کڑی تقسیم کار کے غماز نہیں ہوتے بلکہ مناصب میں برائے نام فرق کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔اس کے برعکس شاخ میں مناصب میں تقسیم کار و فرائض زیادہ واضح اور متعین ہوتے ہیں۔شاخوں کے لیے یہ ضروری بھی ہے کہ ان کی ایک کمیٹی بڑی تعداد میں بکھرے ہوئے ارا کین کی راہ نمائی کرے۔کم از کم یہ لازم ہے کہ اس کا سیکرٹری ہو جو اجلاس طلب کر سکے اور اس کے لیے ایجنڈا تیار کرے۔خزانچی پر بھی لازم ہے کہ وہ انفرادی یا اجتماعی سطح پر چندہ وصول کرے اور اس کا حساب رکھے۔

1- Hierarchy

اس کمیٹی کی تشکیل عموماً ملحقہ شاخ کی سطح پر انتخابات کے ذریعہ ہوتی ہے۔

بطور تنظیم شاخ کو اشترا کی جماعتوں نے ایجاد کیا۔وہ اشترا کی جماعتیں جو خالصتاً سیاسی مقاصد کے لیے منظّم ہوئیں اور بلاواسطہ ہیئت کو اپنایا انہوں نے قدرتی طور پر شاخ کو اپنی سرگرمیوں کے لیے بنیادی اکائی کی حیثیت دی۔بعض بالواسطہ جماعت جیسی ہو جائے۔اشترا کی جماعتوں کے لیے شاخ کو اپنانا ایک قدرتی امر اس لیے بھی تھا کہ ان جماعتوں نے عوام کو منظّم کرنے میں پہل کی۔ان کا مقصود یہی تھا کہ وہ عوام کی سیاسی تربیت کر سکیں اور مزدور طبقہ کے لیے ان میں سے قیادت پیدا کرسکیں۔اگرچہ یہ جماعتیں اور شاخیں عوام کی سیاسی امنگوں کی فطری مظہر تھیں مگر سب عوام نے اشترا کیت کو تسلیم نہ کیا اور نتیجتاً متوسط طبقہ سے ابھرنے والی جماعتوں نے شاخ اور اس کے طریق کار کا اپنایا کہ اس طریق کی بدولت مزدور طبقہ کی جماعتیں اس قدر کامیاب ہوئی تھیں۔بہت سے ممالک میں وسطی اور دائیں بازو کی جماعتوں نے اپنی روایتی تنظیموں ترکیب کرتے ہوئے شاخ کو بنیادی تنظیم کے طور پر اپنایا۔تنظیمی ترکیب کے طور پر شاخ ایک بیماری کی طرح پھیلی ہے اور تقریباً سب نئی جماعتوں نے شاخ ہی کو اپنی تنظیموں کو بنیادی اکائی بنایا ہے۔

اگرچہ شاخ کو بڑے وسیع پیمانے پر اپنایا گیا ہے مگر اپنانے والی تمام جماعتوں کی اصل نوعیت پر اس کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔زیادہ تر قدامت پسند جماعتوں اور وسطی یا میانہ ۲ جماعتوں میں شاخ کا نظام حقیقی کم اور کاغذی زیادہ ہے۔ان جماعتوں کی شاخوں کے باقاعدہ اجلاس بہت کم ہوتے ہیں۔کبھی کبھار یا

سال میں ایک بار ہو جاتا ہے۔علاوہ ازیں میں نہ رکنیت سازی میں باضابطگی ہوتی ہے اور نہ چندہ اکٹھا کرنے میں باقاعدگی پائی جاتی ہے۔لہٰذا شاخیں محض کمیٹی کے اداکین اوران کے معدودے چندحواریوں تک

1- Belgian Workers Party

2- Centre Parties

محدودہوتی ہیں۔ان معدودے چنداراکین میں سے بھی اکثر کے غیر حاضر رہنے کی وجہ سے موثراراکین کی تعداد بہت ہی کم رہ جاتی ہے۔تعداد کے اعتبار سے اس قسم کی شاخوں کے اجلاس کاکس کے اجلاسوں سے زیادہ مختلف نہیں ہوتے۔حقیقی معنوں میں کسی شاخ کی اصل اس کی کمیٹی ہوتی ہے جو باقاعدگی سے تنظیم کے روزمرہ کاموں کونمٹانے کا اہتمام کرتی ہے۔مذکورہ کمیٹی ایک قسم کا کاکس ہی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے روایتی کاکس نے قدرے تبدیل ہوکرشاخ صورت میں نئی زندگی حاصل کی ہو۔سیاسی لیڈر عام طور پر شاخ کی نوعیت میں اس تغیر سے شاکی ہوتے ہیں مگر یہ نیں جانتے کہ اس تغیر سے گریز یوں ممکن نہیں کہ یہ ان جماعتوں کے اراکین کی سرشت کے مطابق واقع ہوا ہے۔مجموعی طور پر سطح کا متوسط طبقہ اجتماعی سیاسی اقدام کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ان میں یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ ان کی سیاسی سوجھ بوجھ کافی ہے اور جماعت کی شاخ کے اجلاس سے انہیں کچھ سیکھنا نہیں ہے۔ان میں ایسے افراد کی بھی کمی ہوتی ہے جو پوری تندہی اور انہماک سے شاخ کے کاموں میں مصروف ہوکر اس کے اجلاس کو دلچسپ بنائیں۔ متوسط طبقہ کی عادات اور بودوباش انہیں کئی اور مشاغل بھی فراہم کرتے ہیں۔ان کے لیے ایسے مواقع کی کمی نہیں ہوتی جہاں وہ اپنی سماجی اہمیت کوتسلیم کروائیں،اسی وجہ سے ان میں سیاست سے قدرتے بے نیازی اور نفرت کا رجحان بھی ہوتا ہے۔اس طبقہ کے برعکس عام لوگ سیاست محرکات کی بنا پر سیاست کی طرف اسی قسم کا رویہ رکھتے ہیں۔لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاخ کا نظام مزدور ذہنیت کے مطابق ہے۔مختلف طبقات کی سماجی اور نفسیاتی خصوصیات سے متعلق یہ باتیں بہت ہی اجمالی اور مصنوعی نوعیت کی ہیں۔ مختلف طبقات کا طرزعمل ممالک کی تاریخ،ان کی روایات اور دیگر تغیرات کی بنا پر مختلف ہوسکتا ہے۔ بہر کیف یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ طبقات میں مذکورہ بالا نفسیاتی رجحانات ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور ان کا اثر متعلقہ تنظیموں پر مرتب بھی ہوتا ہے۔

قدامت پسند جماعتوں اور وسطی جماعتوں کا شاخ کے نظام کو اپنانا عمرانی اعتبار سے خاص دلچسپی کا حامل ہے۔تنظیمی مستعدی کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انہوں نے شاخ کے نظام کو اپنایا۔ مزدور طبقہ کو اپنی جماعتوں میں شامل کرنے کی خواہش کے علاوہ شاخ کو اپنانے میں اصل محرک یہ تھا کہ ان جماعتوں کو جمہوری رنگ دینے کی خواہش تھی تا کہ ان کی ہیئت جدید دور کے سیاسی عقاید سے ہم آہنگ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ کاکس کی تنظیم معدودے چندلوگوں پر مشتمل ہونے اور اس کے طریق اور تشکیل کی بدولت چندسرانہ 1 اور غیر جمہوری ہے جب کہ برانچ یا شاخ کا نظام ایسا کھلا ہے جس میں ہر کس و ناکس شامل ہوسکتا ہے اور قائدین کو اراکین منتخب کرتے ہیں۔ان کی تشکیل اور طریق سیاسی جمہوریت کے تقاضوں سے اصولاً ہم آہنگ ہے۔لہٰذا شاخ کا نظام جمہوری دور میں ''جائز''۳ قرار پایا کہ یہی نظام اختیار واقتدار کے متعلق اس دور کی غالب اقدار کے مطابق تھا۔شاخ کو قدامت پسند جماعتوں کا اپنانا اسی نوعیت کا فعل تھا جس طرح کہ ان پڑھ اقوام کا پارلیمانی نظام اور بالغ حق رائے دہی کو اپنانا ہے۔

قدامت پسند جماعتوں کا شاخ کے نظام کو اپنانا جمہوری اقدار کی برتری کا اعتراف ہے۔ اصولاً اس نظام کو اپنانا ان جماعتوں کی مستعدی کی ضمانت نہیں۔ محض اچھے اصول کسی ادارے کی موثر کارکردگی اس وقت تک یقینی نہیں بنا سکتے جب تک کہ اس تنظیم میں شامل افراد کی ذہنی اور سماجی خصوصیات میں تبدیلی نہ ہو۔ لامحالہ قدامت پسند جماعتوں میں شاخ کا نظام رائج ہونے کے باوجود موثر اور حقیقی نہیں ہوا۔

اشتراکی جماعتوں کے علاوہ صرف دو طرح کی مزید جماعتوں نے شاخ کے نظام کو حقیقی زندگی دی ہے۔ اولاً کیتھولک جماعتوں نے اور دوسرے فسطائی رجحانات رکھنے والی جماعتوں نے اپنی شاخوں کو موثر بنایا ہے۔ کیتھولک عقاید سے وابستگی اور Nationalist-Mystique نے درمیانہ طبقہ کے لوگوں کو ایسی تنظیمی ہیئت اختیار کرنے کی طرف راغب کیا جس سے وہ فطری طور

1- Organisational Effeciency

2- ALigarchic

3- Legitimate

برگزیزاں تھے۔ ہر دو قسم کی جماعتوں کے نظریات طبقاتی تفریق سے بالاتر تھے جس کی وجہ سے ان کو کچھ مزدور طبقہ کی حمایت بھی حاصل تھی۔ ان جماعتوں کے اندر بھی وہ شاخیں نسبتاً بہتر طور پر کام کرتے تھیں جن میں غالب اکثریت متوسط طبقہ یا کسانوں کی بجائے مزدور طبقہ کی ہوتی۔ یہ بات اشتراکی جماعتوں کے تجزیہ سے بھی ثابت ہے کہ جوں جوں یہ جماعتیں زیادہ سے زیادہ متوسط طبقہ پر مشتمل ہوئیں ان میں شاخ کا نظام بھی روبہ زوال ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ اشتراکی جماعتوں کی سرگرمیاں اور جوش وخروش بیسویں صدی کے آغاز سے کہیں کم ہے۔ جوش وخروش کی یہ کمی غالباً ان شاخوں کی سماجی ساخت 1 میں مزدور طبقہ کی تعداد میں کمی سے متعلق ہے۔ اب بھی زیادہ تر اشتراکی جماعتوں کی مزدور شاخوں ۲ کی متوسط یا مخلوط طبقہ ۳ کی شاخوں کی نسبت زندگی کی رمق زیادہ عیاں ہے۔

(ج) سیل

جماعتی تنظیم کے دو بنیادی پہلو سیل کو شاخ سے ممیّز کرتے ہیں۔ ایک وہ اساس جس پر جماعتوں کی بنیادی تنظیم مبنی ہو اور دوسرے اراکین کی تعداد۔ شاخ اور کاکس دونوں کم وبیش علاقہ کی بنیاد پر قائم ہوتی ہیں۔ ان دونوں کے برعکس سیل پیشہ کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں تاکہ ان پیشہ ور لوگوں کو اکٹھا کر سکیں جو ایک جگہ کام کرتے ہیں۔ سیلوں میں اراکین کی جائے رہائش وسکونت کو کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ فیکٹری ہو کہ دکان یا دفتر اس میں دور دراز علاقوں میں رہنے والے لوگوں اپنے پیشہ کے حوالہ سے سیل کے رکن ایک دوسرے سے بہت دور رہائش پذیر ہوں۔ چند پیشوں مثلاً جہاز رانی وغیرہ میں سیل کے اراکین اور زیادہ منتشر ہوتے ہیں۔ پیشہ پر مبنی سیلوں کے ساتھ ضرورت کے تحت علاقوں پر مبنی سیل ہی

1- Social Composition

2- Proletarian Branches

3- Middle Class or Mixed Branches

قائم ہوتے ہیں۔ علاقہ پر مبنی سیل اس لیے قائم ہوتے ہیں کہ ان کے ذریعہ علاقہ میں بکھرے ہوئے مزدور کو یکجا کر سکیں۔ ایسے افراد کو منظم کرنے کے لیے بھی قائم ہوتے ہیں جو کسی ایک جگہ کام نہ کرتے

ہوں۔ مثلاً ڈاکٹر یا وکیل یا زمیندار اور صنعت کار اور تجار وغیرہ کو علاقائی سیلوں 1 کے ذریعہ یکجا کیا جاتا ہے۔ علاقائی سیل اس اعتبار سے شاخ کی مثل ہیں کہ وہ بھی علاقہ کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں۔ شاخ کی نسبت ان کا علاقہ بہت محدود ہوتا ہے۔ یہ گلی، محلوں اور دیہات کی سطح پر قائم ہوتے ہیں۔ کمیونسٹ جماعتوں میں علاقائی سیل ہوں بھی تو ان کی اہمیت بہت کم ہوتی ہے۔ حقیقی معنوں میں سیل وہی ہوتے ہیں جو مختلف علاقوں میں رہنے والے لوگوں کو پیشہ کی بنیاد پر یکجا کریں۔

اراکین کی تعداد کے اعتبار سے بھی شاخ کی نسبت سیل بہت محدود اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ عموماً ایک شاخ میں اراکین کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہوتی ہے مگر ایسی شاخیں بھی کافی ہوتی ہیں جن میں اراکین کی تعداد کسی سو بلکہ بعض دفعہ کئی ہزار تک ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس ایک سیل میں اراکین کی تعداد کسی بھی صورت میں ایک سو سے زائد نہیں ہوتی۔ اصولی طور پر کمیونسٹ جماعتوں میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ پندرہ سے بیس اراکین پر مشتمل سیل پورے طور پر موثر ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود ان جماعتوں کے دساتیر میں تعداد پر کوئی حد نہیں لگائی جاتی۔ اگرچہ ایک سیل کی تعداد میں اضافہ سے گریز کیا جاتا ہے مگر جونہی مناسب عہدیدار مل جائیں بڑے سیل کو دو یا دو سے زیادہ سیلوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

شاخ کی نسبت سیل تنظیم کے تحت اراکین پر تنظیم کی کہیں زیادہ دسترس ممکن ہوتی ہے اس کی کئی وجوہات ہیں اول یہ کہ سیل کے تمام اراکین ایک مقام پر کام کرتے اور ایک ہی پیشے سے وابستہ ہونے کی بدولت ایک مستقل گروہ ہوتے ہیں جو ہر روز آپس میں کام پر ملتے ہیں۔ باقاعدہ اجلاسوں کے علاوہ ان کے درمیان مستقل غیر رسمی رابطہ ہوتا ہے۔ کام کے آغاز یا اختتام پر متعلقہ سیل کے سیکرٹری کے لیے یہ بہت آسان ہوتا ہے کہ وہ ہدایات جاری

1- Area Cells

کرے اور اراکین کی سرگرمیوں پر نظر رکھ سکے۔ شاخ میں تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے نہ تو اراکین کے لیے یہ ممکن ہوتا ہے کہ سب احباب سے جان پہچان ہو اور نہ ہی ان میں مسلسل رابطہ کا اہتمام ممکن ہے جب کہ پندرہ یا بیس افراد پر مشتمل تنظیم میں یہ سب باتیں آسانی سے ہو سکتی ہیں۔ نتیجتاً سیل کے اراکین نہ صرف ایک دوسرے کو بخوبی جانتے ہیں بلکہ جماعت کے اندر بظاہر اتحاد و یک جہتی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ایک پیشہ سے متعلق ہونے کی بدولت سیل کے اراکین کے حالات کار یکساں ہوتے ہیں اور وہ ایک ہی قسم کے حالات سے دوچار ہوتے ہیں ان کے حالات و مسائل میں یکسانیت ان کے اندر باہمی یک جہتی کو تقویت دیتی ہے۔ مگر اس یکسانیت میں خدشہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر اراکین اقتصادی مسائل میں الجھ کر اصل سیاسی مقاصد کو نظر انداز نہ کریں۔ کمیونسٹ جماعتوں کی سالانہ روداد کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہے کہ اکثر سیل اقتصادی مسائل میں الجھ جاتے ہیں اور جماعت کی تنظیم اس رجحان سے انہیں بچانے کے لیے تدابیر اختیار کرتی رہتی ہے۔ مگر ان مسائل سے گریز اتنا آسان نہیں ہوتا۔ اس کی راہ میں بڑی مشکل اصولوں اور ان کے روزمرہ اطلاق میں بعد سے پیدا ہوتی ہے۔ عام لوگوں کے لیے بڑے اعلیٰ وارفع تصورات بھی باعث رغبت نہیں رہتے، جب تک کے ان سے براہ راست مثبت نتائج حاصل ہونے کی توقع نہ ہو۔ عام لوگوں کے لیے سیاست تعیش نہیں بلکہ مسائل کے حل کا وسیلہ ہوتی ہے۔ البتہ متوسط طبقہ کی جماعتوں میں اصولوں کی خاطر ان سے وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے سیلوں میں اصولوں اور روزمرہ زندگی کے حقائق میں مطابقت پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ مجموعی طور پر مقامی

مسائل مثلاً گندگی اور گلیوں سڑکوں کی صفائی جیسے مسائل کا تعلق بڑے سیاسی اصولوں اور مسائل سے نہیں ہوتا۔ البتہ ان کا تعلق اوقات اور حالات وشرائط کار، تنخواہوں میں اضافہ وغیرہ جیسے مسائل سے براہ راست ہوتا ہے۔ مارکسی نظریات کی جماعتیں اس تعلق کو اور بھی زیادہ اصرار کے ساتھ اجاگر کرتی ہیں تاکہ ان کے اصولوں اور اراکین کے روزمرہ کے مسائل میں تعلق کے احساس سے اراکین میں وابستگی اور بھی مستحکم ہونے سے تنظیم کا ان پر مکمل اختیار رہے۔

سیل تنظیم سے متعلق مندرجہ بالا تجزیہ کی افادیت یوں محدود ہے کہ یہ تجزیہ اگرچہ مزدور طبقہ کی سیاسی جماعتوں کے اعتبار سے درست ہے، مگر دوسری جماعتوں کے عمل سے یہ ثابت نہیں۔ مزدور طبقہ کی جماعتوں کے علاوہ جماعتوں میں سیل تنظیم جماعت سے اراکین کی وابستگی کو مضبوط کرنے کی بجائے کمزور کرتی ہے۔ یورپ میں مزدور ذہنیت حالات کار اور دیگر پیشہ ورانہ مسائل کے سلسلہ میں سیاسی نوعیت کے اجتماعی عمل میں اپنے حالات کو بہتر کیا ہے۔ ان کے برعکس رئیس لوگ اور متوسط طبقہ اور زمیندار و کسان اپنے پیشہ اور کام کو نجی معاملہ تصور کرتے ہیں اور دنیا میں اپنی کامیابی کو اپنی ذاتی کوشش کا ثمر تصور کرتے ہیں۔ امریکہ کا مزدور طبقہ بھی ایسے ہی خیالات کا مالک ہے اور اقتصادی منصوبہ بندی کی طرف ارتقا کے باوجود متوسط طبقہ کے نفسیاتی رجحانات میں گہری تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

سیل تنظیم کی خصوصیات کے ضمن میں آخری بات یہ ہے کہ سیل خفیہ سرگرمیوں کے لیے انتہائی موزوں تنظیم ہے۔ شاخ کا نظام ایسی سرگرمیوں کے لیے غیر موزوں ہے کہ اس میں سرگرمیوں کو پوشیدہ رکھنا انتہائی دشوار ہوتا ہے۔ سب اراکین کو اعتماد میں لینے اور کھلے اجلاس طلب کرنے کے تقاضے خفیہ قسم کی سرگرمیوں کے لیے شاخ کو غیر موزوں بنا دیتے ہیں جب کہ سیل میں اس قسم کی مشکلات کا تدارک آسانی سے ممکن ہے۔ سیل کے اراکین نے کام کی جگہ پر ہر روز ہی ملنا ہوتا ہے۔ اسی جگہ رابطہ اور مشورہ ہو جاتا ہے اور قطعی طور پر ضروری نہیں ہوتا کہ سب اراکین باضابطہ طور پر ایک جگہ اجلاس کریں۔ اطلاعات ایک دوسرے تک خفیہ طریقے سے آہستگی کے ساتھ پہنچا دی جاتی ہیں اور کام سے پہلے یا بعد ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔ ضرورت پڑنے پر سیل کو مزید تقسیم کر کے چھوٹے چھوٹے گروہ تشکیل دیے جا سکتے ہیں تاکہ راز داری کو برقرار رکھتے ہوئے خلاف قانون کارروائیاں جاری رکھی جا سکیں۔ درحقیقت سیل اسی قسم کی کارروائیوں کے لیے تشکیل دیے گئے تھے اور 1917 سے قبل روس میں سرگرم عمل تھے۔ انتہائی نامساعد حالات میں یہ انقلابی خیالات کی تبلیغ کرتے تھے اور پولیس ان کے درپے ہوتی تھی۔ 1917 میں روس اقتدار سنبھال کے بعد بھی یہ تنظیم برقرار رکھی گئی کیونکہ یہ تنظیم عوام میں اپنے عقاید کی تبلیغ اور جماعت میں شمولیت کے لیے بہترین بنیاد فراہم کرتی تھی۔

ایک تنظیمی اکائی کے طور پر شاخ اشتراکی جماعتوں کی ایجاد ہے جب کہ سیل کمیونسٹوں کی اختراع ہے۔ بلکہ اختراع تو یہ روسی کمیونسٹ پارٹی کی تھی جس نے کمیونسٹوں کی بین الاقوامی تنظیم 1 کی ایک قرارداد کے ذریعہ 1924 میں دنیا کی تمام کمیونسٹ جماعتوں پر مسلط کیا۔ روس کی کمیونسٹ پارٹی کو اپنی تنظیمی ہیئت مسلط کرنے میں مشکلات بھی درپیش رہیں مگر مجموعی طور پر دنیا کی کمیونسٹ جماعتوں نے تو اس کو اپنا لیا۔ جب کہ دیگر جماعتوں نے سیل کو اختیار نہیں کیا۔ اس دور کے جمہوری عقاید سے مطابقت کی بدولت شاخ کو بڑے وسیع پیمانہ پر اختیار کیا گیا جب سیل محض کمیونسٹ جماعتوں تک محدود رہے۔ لازم ہے کہ اس امر کی تشریح کی جائے۔

اشتراکی جماعتوں کے علاوہ دیگر جماعتوں میں شاخ کی مقبولیت اور سیل کے کمیونسٹ جماعتوں تک محدود رہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ متوسط طبقہ مثلاً دکاندار، ڈاکٹر، صنعت کار اور وکلاء وغیرہ چونکہ کسی ایک جگہ کام نہیں کرتے لہٰذا پیشہ کی بنا پر سیل تنظیم میں انہیں یکجا کرنا دشوار ہے۔ ان کے علاوہ چھوٹے بڑے اور غیر سرکاری ملازم، مثلاً کلارک، کاریگر، درمیانہ درجہ کے افسر بہت کم تعداد میں کمیونسٹ جماعتوں سے وابستہ ہوئے ہیں۔ دوسری وجہ جس کی بنا پر اشتراکی جماعتوں نے سیل کو اپنانے سے گریز کیا وہ تھی ٹریڈ یونین تنظیم کی مخالفت۔ جہاں ٹریڈ یونین تحریک موثر تھی وہاں کمیونسٹ جماعتوں کے سیلوں کو سیاسی حریف بنایا گیا اور جہاں بالواسطہ جماعتیں قائم تھیں ان کے اندر سیلوں کے قیام کا امکان نہ تھا۔ کمیونسٹ جماعتوں نے بھی ٹریڈ یونینوں کو ایسا قلعہ بنانا چاہا جس کا گھیرنا اور قابو کرنا تو مقصود تھا مگر اس کو کمزور کرنا مقصود نہ تھا جب کہ اشتراکی جماعتوں کے نزدیک ٹریڈ یونین کا دفاع مقصود تھا۔ اشتراکی جماعتوں کی مدافعت کافی کامیاب رہی جس کی بدولت سیل کا نظم اشتراکی جماعتوں نے بھی نہ اپنایا۔

1- Third International

سیل تنظیم کی عدم مقبولیت کی تیسری وجہ اشتراکی جماعتوں کے اراکین کی مخالفت تھی۔ چونکہ ان جماعتوں میں شاخ کا رواج ہو چکا تھا اور ان سے وابستگی بھی پیدا تھی اس لیے انہوں نے شاخ کے نظام کو ہی برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔ موجودہ کمیونسٹ جماعتوں میں بھی جائے محنت پر مبنی سیلوں کی بجائے علاقائی سیلوں کی طرف رجحان زیادہ ہے۔ روایتی سیل تنظیم سے کمیونسٹ جماعتوں کے اراکین کا عدم اطمینان غالباً اس وجہ سے بھی ہے کہ لوگ جماعتوں سے محض کام کے ناطے سے منسلک ہونے سے مطمئن نہیں ہوتے۔ سیاسی وابستگی سے وہ اپنی روزمرہ پریشانیوں کا مداوا کرنے کے ساتھ ساتھ وسعت قلب ونظر کے متلاشی بھی ہوتے ہیں۔ روایتی سیل تنظیم ایک پیشہ اور جگہ تک مقید ہونے کی وجہ سے افادیت کھودیتی ہے۔ شاخ میں مختلف پیشوں اور سطحوں کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ ان کے اجلاس اور مباحثوں کے موضوعات میں بھی وسعت اور تنوع ہوتا ہے۔ مختلف پیشوں سے آئے ہوئے لوگ ایک دوسرے سے مل کر اپنے خاص ماحول سے فرار کی ذہنی ضرورت پوری کر سکتے ہیں۔ سیل کے اجلاس اسی فیکٹری اور کارخانہ کے لوگوں اور مسائل تک محدود ہونے بدولت محدود ماحول فراہم کرتے ہیں۔ اسی مقید ماحول سے چھٹکارا دلانے کے لیے کمیونسٹ جماعتیں بھرپور کوشش کرتی ہیں اور مرکزی قیادت کے دباؤ کے تحت قدرے کامیاب بھی ہیں۔ اشتراکی جماعتوں میں کم مرکزیت کی بدولت یہ ممکن نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ بدستور شاخ کے نظام کو ترجیح دے رہی ہیں اور اسی میں عام لوگوں کے لیے رغبت کا سامان بھی ہے۔

مجموعی طور پر سیل اور شاخ میں موازنہ مقصود ہو تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاخ کا نظام فطری ہے جب کہ سیل کا نظام مصنوعی نوعیت کا ہے۔ فطری سے مراد یہ ہے کہ یہ نظام عام اور معروف رجحانات کے مطابق ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو شاخ کی صورت میں منظم کرنے کے لیے کم کوشش درکار ہوتی ہے۔ سیل کا نظام اس اعتبار سے مصنوعی ہے کہ اس کو برقرار رکھنے کے لیے انتہائی کوشش درکار ہوتی ہے اور پھر بھی یہ مسلسل کشیدگی سے دوچار رہتا ہے۔ شاخ کے فطری ہونے اور سیل کے مصنوعی ہونے کو زیادہ بڑھا چڑھا کر بیان کرنا درست نہ ہوگا اور نہ ہی سیل کی بنیاد پر جماعت قائم کرنے میں مشکلات کے ذکر میں مبالغہ آرائی مناسب ہے۔

اگرچہ بعض صورتوں میں یہ مشکلات واقعی بہت ہو جاتی ہیں۔ مثلاً فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی ٹریڈ یونینوں کی

سب سے طاقتور تنظیم سے منسلک ہونے کی بدولت انتہائی مشکلات سے دوچار رہتی ہے۔ اگر پارٹی سے منسلک کوئی ٹریڈ یونین اشتراکی نظریات کی حامل ہے تو پارٹی کے کمیونسٹ کارکن ان کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں۔ مطالبات تیار کرنے، نعرے لگانے اور جھنڈے وغیرہ استعمال کرنے کے معاملات پر نزاع رہتا ہے اور پارٹی کوشش منسلک ٹریڈ یونینوں میں گھس کر انہیں قابو کر لے۔ اگر کوئی منسلک ٹریڈ یونین خود ہی کمیونسٹ ہو تو پارٹی کے نمائندوں اور یونین کے نمائندوں میں رسہ کشی ہوتی رہتی ہے۔ پارٹی کے نمائندے خواہ مخواہ ٹریڈ یونین کے معاملات میں مداخلت کے مرتکب ہو کر باہمی کشیدگی کو جنم دیتے ہیں۔

بہر حال فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی میں بھی جائے محنت پر قائم کردہ سیلوں کی تعداد میں 1945 کے بعد کافی کمی ہوئی ہے۔ اس امر کی جزوی طور پر وضاحت جماعت کی سماجی ساخت کے حوالہ سے بھی کی جا سکتی ہے۔ جماعت کے اراکین میں متوسط طبقہ اور زمینداروں کی تعداد میں صنعتی مزدور طبقہ کی نسبت زیادہ اضافہ اس کی ایک وجہ ہے، مگر جائے محنت پر مبنی سیلوں میں کمی کے عام رجحان کی یہی ایک وجہ نہیں۔ کمیونسٹ پارٹیوں کی بنیادی اکائی کے طور پر ان سیلوں کو برقرار رکھنے میں مشکلات بھی ان کے انحطات کی وجہ بنی ہیں۔ کمیونسٹ پارٹیوں کی قیادت سردست اپنی روایتی تنظیمی ہیئت کو ترک کرنے پر اس لیے آمادہ نہیں کہ ان کے خیال میں جائے محنت پر مبنی تنظیم شاخ کے نظام سے کہیں زیادہ موثر ہے۔

روایتی سیل تنظیم کا شاخ کی نسبت زیادہ موثر ہونا اس کمیونسٹ جماعت کی تنظیم پر زیادہ صادق آتا ہے۔ جو مزدور طبقہ پر مشتمل ہو۔ ہر سیل میں اراکین کی کم تعداد اور اس میں استحکام باقاعدہ کڑے اور مضبوط نظم وضبط کی ضمانت ہے جب کہ شاخوں میں یونہی معمولی اور مصنوعی قسم کا نظم وضبط ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ سیل میں اس قسم کا نظم وضبط اور طریق کار بہت سے افراد کو رکنیت اختیار کرنے سے باز رکھتا ہے۔ اس کے برعکس شاخوں میں نسبتاً آزادانہ بحث وتمحیص کا ماحول باعث رغبت ہوتا ہے۔ بہر طور کمیونسٹ جماعتوں میں رکنیت اختیار کرنے والے افراد کے لیے سیل ہی فوری، یقینی اور سنجیدہ سیاسی علم و عمل اور تربیت کا ذریعہ ہے۔ واقعی سیل کا نظام ان جماعتوں کی قوت کا ایک لازمی عنصر بھی ہے مگر ان کی ساخت کی بدولت سیاسی عمل کا اصل مقصود ومرکز تبدیل ہو جاتا ہے۔ دوسری نوعیت کی تنظیموں کے ساتھ موازنہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

کاکس ہی کو لیجیے، کاکس اصلاً انتخابی اور پارلیمانی مقاصد کے لیے قائم کردہ تنظیم ہے تاکہ انتخابات جیتے جا سکیں اور منتخب شدہ نمائندوں پر حصول مقاصد کے لیے دباؤ ڈالا جا سکے۔ انتخابات منظم کرنا اور عام آدمی کا نمائندوں سے رابطہ رکھنا کاکس کے وسیلہ سے ممکن ہوتا ہے۔ اب شاخ کو لیجیے، ان باتوں کے علاوہ شاخ پر مبنی تنظیمیں عوام کی سیاسی تربیت کا اہتمام بھی کرتی ہیں تاکہ عوام میں سے ایسی قیادت پیدا ہو جو دوسری قیادت کی جگہ لے سکے۔ سیاسی تربیت اور متبادل قیادت پیدا کرنے کے مقاصد کے باوجود شاخ پر مبنی جماعتیں انتخابی معرکوں اور پارلیمانی امور پر بے حد توجہ دیتی ہیں۔

شاخ اور کاکس کے بالکل برعکس سیل کے لیے یہ امور ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ سیل کی نوعیت، اس میں اراکین کی تعداد اور دائرہ کار سیل کو انتخابی معرکوں کے لیے ناموزوں کر دیتا ہے۔ دراصل سیل فیکٹریوں اور جائے محنت پر جدوجہد کے لیے ڈھالی گئی تنظیم ہے جو انتخابی معرکوں میں شرکت کے لیے متشکل نہیں ہوئی۔ یوں تو سیلوں کے اندر رہتے ہوئے بھی سیاسی مقاصد کے لیے ہنگامہ آرائی ممکن ہے۔ مگر اصل معنوں میں بڑے بڑے انتخابی معرکوں اور تحریکوں کے لیے دوسری تنظیموں کی وساطت اور مدد

کے بغیر یہ ممکن نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جماعتی تنظیم کو سیل کی بنیاد پر قائم کرنا دراصل سیاسی جماعت کے تصور میں بہت بڑی تبدیلی پر دلالت کرتا ہے۔ تمام مذکور سیاسی جماعتوں کی طرح سیل پر مبنی جماعتیں ووٹ حاصل کرنے، انتخابات جیتنے 5 نمائندوں کو یک جا کرنے اور عوام اور ان کے درمیان رابطہ قائم رکھنے تک محدود نہیں رہتیں۔ یہ جماعتیں ہنگامہ آرائی و شورش، اپنے اراکین میں نظم وضبط، اشاعت و تبلیغ کے علاوہ پراسرار قسم کی سرگرمیوں کو اصل مقصود کا درجہ دیتی ہیں اور اس ضمن میں انتخابات اور پارلیمانی مباحثے بھی محض ایک ثانوی ذریعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ حق بالغ رائے دہی اور پارلیمانی و انتخابی معرکوں کی بدولت سیاسی جماعتوں کا ارتقاء ارتقاع ہوا۔ ان میں کئی جماعتوں کا ارتقاء اس ڈھب سے ہوا کہ وہ اپنی تنظیمی ہیئت کی بدولت انتخابی اور پارلیمانی معرکوں کے لیے ناموزوں ہو کر ان سے عملاً کنارہ کش ہو گئیں۔ سیل پر مبنی جماعتیں اسی قسم کی حقیقت کی مثال ہیں۔ کئی دوسری جماعتیں ان سے بڑھ کر اس حقیقت کی منہ بولتی مثالیں فراہم کرتی ہیں مثلاً فسطائی جماعتیں۔

(د) دستہ یا ملیشیا

ملیشیا سیاسی جماعتوں کی چوتھی قسم کی بنیادی تنظیم کو کہتے ہیں۔ اس کے لیے نجی سپاہ یا دستہ کی اردو اصطلاح بھی نہایت موزوں ہے۔ وہ سیاسی جماعتیں جنھوں نے انتخابی اور پارلیمانی معرکوں سے دامن کشی کا طرز عمل اختیار کیا انہوں نے نیم فوجی دستے قائم کر کے اپنی تنظیم کی بنیاد ڈالی یہ جماعتیں مبنی بر سپاہ یا مبنی بر ملیشیا جماعتیں کہلاتی ہیں۔

ملیشیا دراصل جماعتوں کی نجی نوعیت کی نیم فوجی تنظیم کو کہتے ہیں۔ اس میں افراد کو فوجی طریق پر جانچ پڑتال کے بعد بھرتی کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد انہیں فوجی نوعیت کے نظم وضبط کے تحت رکھا جاتا ہے اور اسی نوعیت کی تربیت دی جاتی ہے۔ وہ باقاعدہ فوجیوں کی طرح وردی میں ملبوس سینوں پر بلے سجا کر باجے بجاتے ہوئے ہتھیاروں سے لیس ہو کر دشمن کے مقابلہ کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ان نیم فوجی دستوں کا وجود باقاعدہ ملکی فوج اور پولیس سے علیحدہ ہوتا ہے۔ وہ ہمہ وقت متحرک بھی نہیں ہوتے اور ان میں شامل افراد کی حیثیت عام شہریوں رہتی ہے۔ ان کو بس اکثر پریڈ اور ورزش کے لیے بلایا جاتا ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے قائدین کے احکامات کی بجا آوری کے لیے حاضر ہوں گے۔ ان دستوں میں شامل افراد

1- Militia

کی تقسیم دو حصوں میں کر دی جاتی ہے۔ ایک حصہ زیادہ متحرک اور چاق و چوبند افراد پر مشتمل ہوتا ہے اور دوسرے کی حیثیت سپاہ محفوظ 1 کی ہوتی ہے۔ ہٹلر کی قائم کردہ ''سیاسی سپاہ'' جو ''طوفانی سپاہ۲'' کے نام سے موسوم تھی اسی طرح دو حصوں میں تقسیم تھی ایک حصہ زیادہ چاق و چوبند اراکین پر مشتمل تھا جنہیں ہفتہ میں تین چار مرتبہ حاضر کیا جاتا تھا اور ہر اتوار بھی تبلیغی جلوسوں میں شرکت اور جماعت کے جلسوں کی حفاظت ان کے ذمہ تھی۔ ان کے علاوہ دوسرے اراکین ''سپاہ محفوظ'' کی حیثیت سے اپنے کاموں میں مصروف رہتے۔ ان کو علیحدہ دستوں میں منظم کر رکھا تھا تاکہ خاص مقصد کے لیے فوری طلب کیا جا سکے۔ جرمنی ہی کی طرح 1921 میں اٹلی کی ''دہشتی سپاہ''۳ بھی دو حصوں میں منقسم تھی۔ ایک حصہ میں زیادہ

فعال جان نثار شامل تھے اور دوسرے حصہ میں وہ افراد تھے جن کو کم اہمیت کے کام سونپے جاسکتے تھے۔

ملیشیا کی عسکری نوعیت نہ صرف اس کی تشکیل میں جھلکتی ہے بلکہ اس کی پوری تنظیم سے واضح ہوتی ہے سب نچلی سطح پر چھوٹے چھوٹے دستے تشکیل دیے جاتے ہیں اور وہ باہم مربوط ہوکر بڑے دستوں کی صورت اختیار کرتے جاتے ہیں اور تنظیم ایک احرام یا مینار کی صورت میں نظر آتی ہے۔ہٹلر کی ''سیاہ طوفانی'' بنیادی سطح پر تین یا چار افراد پر مشتمل تھی جسے ''سکواڈ'' کہتے تھے۔تین سے لے کر چھ سکواڈ مل کر ایک ''سیکشن'' بنتا اور چار سیکشن مل کر ایک کمپنی بنتی تھی۔اسی طرح دو کمپنیوں کو ملا کر ایک بٹالین اور تین سے پانچ تک بٹالیں ملا کر رجمنٹ تشکیل پاتی تھی۔ایک رجمنٹ میں ایک ہزار سے لے کر تین ہزار تک افراد شامل ہوتے تھے۔تین رجمنٹوں کا ایک بریگیڈ ہوتا اور چار سے سات بریگیڈ ملتے تو ایک ڈویژن قائم ہوتی تھی ہر ڈویژن کا علاقہ جرمنی کے اکیس انتظامی علاقوں سے مطابقت رکھتا تھا۔جرمنی کی نازی پارٹی کی طرح وہاں کی کمیونسٹ پارٹی نے بھی اسی قسم کی

1- Reserve Force

2- Storm Troops

3- Shock Troops

عسکری تنظیم قائم کر رکھی تھی 1۔بنیادی سطح پر یہ تنظیم بھی پانچ سے آٹھ ایسے افراد پر مشتمل تھی جو ایک ہی بلاک یا محلّہ میں رہتے تھے۔چند مل کر ایک سیکشن بناتے اور چند سیکشن پر ایک کمپنی تشکیل پاتی۔اٹلی میں میسولینی کی تنظیم بھی انہیں خطوط پر استوار تھی۔البتہ ان دستوں یا اکائیوں کے نام روم کی قدیم تاریخ سے ماخوذ تھے۔

کوئی سیاسی جماعت ایسی نہیں ہوئی جس کی تنظیم کلی طور پر نیم فوجی دستوں یا ملیشیا پر مبنی ہو۔لہٰذا جرمن نیشنل سوشلسٹ پارٹی میں ''سیاہ طوفانی'' کے دستوں کے ساتھ ساتھ سیل اور شاخیں بھی قائم تھیں۔یہی صورت اٹلی کی فسطائی جماعت اور 1930 کی جرمن کمیونسٹ پارٹی میں رائج تھی۔جس طرح ملیشیا پر مبنی جماعتیں شاخیں اور سیل وغیرہ قائم کر لیتی ہیں اسی طرح دوسری جماعتیں بھی ضرورت کے تحت تھوڑے بہت نیم فوجی دستے بنالیتی ہیں تاکہ ان کے جلسوں میں نظم وضبط رہے اور مقررین کی حفاظت کی جاسکے۔یہ بہت کم ہوتا ہے کہ کسی سیاسی جماعت کی تنظیم محض شاخ یا محض سیل یا محض ملیشیا پر مبنی ہو۔البتہ انیسویں صدی کی بعض جماعتیں کلی طور پر مبنی بر کاکس جماعتیں کہی جاسکتی تھیں۔شاخ پر مبنی جماعیں ان حلقوں میں جہاں باقاعدہ شاخیں نہ ہوں ایک قسم کے کاکس قائم کر لیتی ہیں۔اسی طرح سیل پر مبنی جماعتیں علاقائی سیل قائم کرنے پر مجبور ہوتی ہیں تاکہ ان اراکین کو یکجا کر سکیں جو اپنے پیشوں کی وجہ سے ایک جگہ جمع نہ ہو سکتے ہوں۔ملیشیا کی بنیاد پر قائم جماعتیں بھی اسی طرح اپنی انفرادیت کھوئے بغیر مختلف شاخوں اور سیلوں کا جال بچھا لیتی ہیں۔

سیاسی جماعتوں میں بنائے تفریق کسی ایک قسم کی بنیادی تنظیم کا ہونا یا نہ ہونا نہیں بلکہ یہ ہے کہ جماعتوں میں کسی قسم کی بنیادی تنظیم کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔کسی جماعت میں خواہ شاخیں اور سیل اور دستے سب ہی موجود کیوں نہ ہوں مگر ان میں سے اساسی اہمیت اگر نیم فوجی دستوں کو حاصل ہے تو وہ جماعت بجا طور پر مبنی بر ملیشیا جماعت ہوگی۔بصورت دیگر

1- Union of The Soldiers of "The Red Front".

اگر اساسی اہمیت شاخوں کو یا سیلوں کو حاصل ہو تو وہ جماعت شاخ یا سیل پر مبنی جماعت کہلائے گی اور اسی اساسی اہمیت کی بنا پر ملیشیا پر مبنی جماعت سے مختلف ہو گی۔ کسی جماعت کی بنیادی تنظیم کو اساسی اہمیت کی حامل ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ اس کی تنظیمی اکائیاں ارا کین کی اکثریت کو دامن میں لیے ہوں۔ فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی میں جائے مشقت کی بنیاد پر قائم شدہ سیل ہی اساسی اہمیت کے حامل رہے حالانکہ ان سیلوں میں جماعت کے ارا کین کی قلیل تعداد شامل تھی۔ اسی طرح نازی جرمنی میں ''سیاہ طوفانی'' کے دستوں کو اساسی اہمیت حاصل رہی حالانکہ یہ چند ہزار افراد پر مشتمل ہوتے تھے۔ جب کہ نیشنل سوشلسٹ پارٹی کی رکنیت کئی لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی۔ ہر دو جماعتوں نے اپنی اپنی تنظیم کی اساسی اکائیوں ہی کے ذریعہ اپنی انفرادیت قائم رکھی۔ اپنے نصب العین کے حصول کے لیے ان ہی کے ذریعہ اپنا رخ متعین کی اور اپنے اور اپنے حربوں اور انداز کو برقرار رکھا۔

جس طرح سیل کمیونسٹوں کی تخلیق ہے اسی طرح مبنی بر ملیشیا جماعتوں کو فسطائیوں نے جنم دیا۔ ملیشیا کے فسطائی تخلیق ہونے کے کئی ثبوت ہیں۔ ملیشیا ایک طرح کی ''سپاہ سیاسی'' ہوتی ہے۔ اس کی تنظیم کئی فرانسیسی اور جرمن فسطائی دانشوروں 1 کے خیالات کے عین مطابق ہے۔ مثلاً ان کے خیالات میں اعیان ۲ اور فعال اقلیت کا تسلط اور تشدد کے ذریعہ اقتدار کے حصول و قیام کا جواز موجود ہے۔ فسطائی تنظیم اپنی قیادت کے لیے تشدد سے اقتدار کے حصول کا ذریعہ ہوتی ہے۔ فسطائیت کا مزاج بھی نیم مذہبی نوعیت کا ہے اور درمیانہ طبقہ کے ہاتھوں میں یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی بدولت انہوں نے ہتھیاروں کے زور سے مزدور طبقہ کی سیاسی بالا دستی کو عملاً روکا ہے۔ فسطائیت اور متعلقہ تنظیموں کے قیام و عروج میں ان کا تاریخی پس منظر بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ 1920 کے دوران اٹلی حد درجہ بدامنی کی گرفت میں تھا کہ مسولینی کی تنظیم نے امن و نظم بحال کیا۔ اگرچہ امن کی بحالی جابرانہ اور ظالمانہ طریقہ پر ہوئی مگر اس کے نتائج فوری طور پر عیاں تھے۔ اسی طرح

1- Soral, Maurras and Pareto

2- Elite

جرمنی میں ہٹلر کی ''سپاہ طوفانی'' نے کوچہ و بازار پر کمیونسٹوں کی برتری کو ختم کیا اور ساتھ ہی شکست خوردہ جرمنی کی تعمیر نو کی امید کو بھی جلا دی۔

یہ امر بالکل واضح ہے کہ ملیشیا پر مبنی تنظیم انتخابی اور پارلیمانی معرکوں کے لیے سیل سے زیادہ دور از کار ہے۔ یہ دستے جمہوریت کی بساط کو اُلٹانے کے لیے ہوتے ہیں نہ کہ اسے منظم کرنے کے لیے۔ اس کے باوجود ملیشیا پر مبنی جماعتیں اقتدار میں آنے سے قبل جدوجہد کے عرصہ میں انتخابات وغیرہ سے نفرت و اجتناب نہیں کرتیں۔ 1920 کے بعد ہٹلر اور مسولینی کی جماعتوں نے انتخابات میں بھرپور حصہ لیا۔ ہر دو نے پوری شد و مد سے انتخابی مہم چلائی اور بعد میں طرح طرح کی پارلیمانی سازشوں کے تانے بانے بناتی رہیں۔ انتخابی اور پارلیمانی کارروائیوں میں ان کی شرکت کا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ اس نظام کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے مقاصد کے لیے کوشاں رہیں، بلکہ وہ شرکت کے ذریعہ ان جمہوری اداروں کی بربادی کے درپے ہوتی ہیں۔ کم و بیش یہی وطیرہ سیل پر مبنی کمیونسٹ جماعتوں کا ہوتا ہے، مگر وہ انتخابات وغیرہ کو مذکورہ فسطائی جماعتوں سے بھی زیادہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔

جمہوری اداروں اور طریق کی طرف دونوں قسم کی جماعتوں کے ایک ہی انداز فکر کی بدولت ہر دو

جماعت کی تنظیم میں بھی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ اساسی طور پر ملیشیا پر مبنی جماعتیں سیلوں کے قیام میں دلچسپی لیتی ہیں اور اپنی تنظیم میں انہیں خاصی اہمیت دیتی ہیں۔ جرمنی کی نیشنل سوشلسٹ پارٹی میں جائے محنت کی بنیاد پر کافی سیل قائم تھے اور انہیں اہمیت بھی حاصل تھی۔ کئی یورپی ممالک میں چھوٹی چھوٹی فسطائی جماعتوں نے 1939 کی جنگ سے پہلے سیل قائم کر رکھے تھے۔ اسی طرح اساسی طور پر سیل پر مبنی جماعتیں ہی ایسی ہیں جنھوں نے بعض اوقات اپنی تنظیموں میں ملیشیا کے نظام کو جگہ دی ہے۔

بعض دیگر یورپی سیاسی جماعتوں نے بھی اپنی اپنی سپاہ قائم کی تھی۔ مثلاً جرمن سوشل ڈیموکریٹک ا کی سپاہ۔ اسی طرح آسٹریا میں ''سپاہ مزدوراں''۲ یا بلجیم میں ورکرز پارٹی کی نوجوانوں پر مشتمل سپاہ تھی، مگر ان سب جماعتوں کو خاطر خواہ اہمیت حاصل نہ ہوئی۔ البتہ جرمنی کی کمیونسٹ جماعت وہ واحد جماعت تھی جس نے ہٹلر کی ''سپاہ طوفانی'' کے دستوں کا مقابلہ اسی قسم کی سپاہ قائم کر کے کیا۔ 1945 میں یورپ کے بعض ممالک میں کمیونسٹ سپاہ''۳ کے قیام بھی ان جماعتوں میں ملیشیا کی طرف رجحان کی شہادت تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ یورپ کے مفتوحہ ممالک میں جرمن کے قبضہ کے خلاف مزاحمت تو بہت جماعتوں نے کی مگر کمیونسٹ جماعتیں ہی ایسی تھیں جو قبضہ کے دوران اپنی عسکری تنظیم کرنے میں کامیاب ہوئیں۔ جرمنی سے نجات کے بعد اسی عسکری تنظیم نے کمیونسٹوں کے لیے ایک مضبوط اور مقبول سپاہ کی بنیاد فراہم کی۔ ان کمیونسٹ عسکری تنظیموں نے مشرقی یورپ میں جو کردار ادا کیا وہ چیکوسلواکیہ کی مثال سے واضح ہے۔

کمیونسٹ اور فسطائی جماعتوں میں سیل اور ملیشیا دونوں کے استعمال کی یہی وجہ ہے کہ دونوں جماعتوں انتخابی اور پارلیمانی طریقوں سے گریزاں ہیں اور ان سے انحراف کرتی ہیں۔ یہ جماعتیں جمہوری اطوار سے نظر وفاداری نہیں رکھتیں۔ اس لیے ایک دوسرے کی تنظیم کی بنیادی اکائیوں کو استعمال کرنے میں انہیں کوئی احتراز نہیں ہوتا۔ یوں بھی سیل اور ملیشیا کئی پہلوؤں سے باہم مماثل ہیں۔ مثلاً اراکین کی کم تعداد، اراکین میں قریبی تعلق، نظم وضبط میں کڑا پن اور قیادت کی طرف تابعداد کے رجحانات وغیرہ دونوں کو ایک دوسرے سے تنظیمی اعتبار سے مشابہ کر دیتے ہیں۔

4- سیاسی جماعتوں کی بنیادی تنظیموں میں باہمی ارتباط

سیاسی جماعتوں کی بنیادی سطح پر تنظیمیں خواہ کاکس ہوں یا شاخیں یا سیل اور دستے ہوں، باہم ربط کے ذریعہ سے ایک جماعت کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ بنیادی تنظیموں کے درمیانہ ربط کی نوعیت اور اس کے طریق کار کو

1- German Social Democrate 'Empire Banners'

2- Workers Class Militia of Austrian Social Democrates

3- Communist Militia

مسئلہ ارتباط عمومی 1 بھی کہہ سکتے ہیں۔ بنیادی اکائیوں کا درمیان ربط کا مسئلہ بظاہر معمولی اور فنی نوعیت کا معلوم ہوتا ہے۔ حقیقتاً اس کی نوعیت سیاسی ہوتی ہے اور تنظیم وقیادت کے لیے یہ حد درجہ اہم ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت دو چندیوں بھی ہوتی ہے کہ نظام ارتباط۲ کا اثر نہ صرف جماعت کے متشدد اور جانباز عناصر پر ہوتا ہے بلکہ جماعت کی نظریاتی یک جہتی، اس کے طریق کار اور سیاسی عمل کی اثر پذیری بھی اس سے متاثر

ہوتی ہے۔

عام طور پر سیاسی جماعتوں کی تنظیم متعلقہ ریاست کے انتظامی حلقوں کی مطابقت میں کی جاتی ہے۔ مثلاً جیسے جماعت کی تنظیمی سطحیں یونین کونسل، تحصیل، ضلع اور صوبہ کی حدود سے مطابقت رکھتی ہوں اور ملک کے انتظامی حلقوں کے حوالہ سے تشکیل دی گئی ہوں۔ بیلجیم، سوئٹزر لینڈ، فرانس اور ہالینڈ وغیرہ میں جماعتوں نے متعلقہ ممالک کے انتظامی حلقوں کے حوالہ سے ہی اپنی تنظیموں کی تشکیل کی ہے۔ بعض جماعتیں اس عام روش سے ہٹ کر تنظیم بناتی ہیں تاکہ ان کی تنظیمی سطحیں ملک کے انتظامی حلقوں سے مطابقت نہ رکھیں۔ فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی نے کچھ عرصہ کے لیے اپنے حلقے سے مطابقت نہ رکھیں۔ فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی نے کچھ عرصہ کے لیے اپنے حلقے اور علاقے ملک کی انتظامی اکائیوں سے علیحدہ قائم کیے تھے۔ اسی طرح اٹلی کی فسطائی سپاہ کی تنظیم ملک کے انتظامی علاقوں سے بالکل جدا تھی۔ جرمن سوشل ڈیموکریٹ پارٹی کے اضلاع بھی جرمنی کے انتظامی اضلاع سے مطابقت نہ رکھتے تھے۔

(ب) سیاسی جماعتوں کی بنیادی سطح پر تنظیموں میں دو طرح کا ربط ہوتا ہے۔ ایک ربط کمزور ہوتا ہے۔ اور دوسرا مضبوط ربط کہلاتا ہے۔ ہر دو نوعیت کے ربط کے لیے کمزور ارتباط۳ اور مضبوط ارتباط۴ کی اصلاحات مستعمل ہیں۔ کمزور ارتباط سے مراد جماعت کی بنیادی تنظیموں میں ایسا ربط ہے جس میں ڈھیلا پن ہو۔ بنیادی تنظیموں میں آزادی اور خود مختاری نسبتاً زیادہ ہوا اور وہ

1- Problem of General Articulation

2- Articulation System

3- Weak Articulation

4- Strong Articulation

اپنے اندرونی معاملات میں مرکزی تنظیم کی مداخلت کے بغیر روبعمل رہتی ہوں۔ مضبوط ارتباط میں صورت حال اس سے مختلف ہوتی ہیں۔ نظم و ضبط میں کڑا پن ہوتا ہے اور تنظیم کی ہر سطح اوپر کی سطح سے لازماً منسلک بلکہ اس کے تابع ہوتی ہے۔ ارتباط کی ہر دو انواع کی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کی تنظیم کمزور ربط کی خاص مثال ہے، جب کہ بیلجیم کی کرسچین سوشل پارٹی مضبوط ربط رکھنے والی جماعت کی نمائندہ مثال ہے۔

فرانس کی مذکورہ پارٹی کی تنظیمی اکائیوں میں باہمی ربط انتہائی کمزور ہے۔ بنیادی طور پر یہ جماعت مختلف مقامی انجمنوں اور تنظیموں پر مشتمل ہے۔ مختلف فیڈریشنوں کی صورت میں تنظیمیں جماعت سے وابستہ ہیں۔ جماعت سے وابستہ ہونے کے لیے فیڈریشنوں اور دیگر انجمنوں کی اپنی تنظیم سے متعلق جماعت کوئی شرائط وغیرہ عاید نہیں کرتی۔ یہاں تک کہ جماعت کی سالانہ کانگرس یا جماعت کی عاملہ میں نمائندگی سے متعلق قواعد میں بھی حد درجہ لچک ہوتی ہے تاکہ منسلکہ انجمنیں اپنی صوابدید کے مطابق معاملات طے کرسکیں۔ جماعت سے وابستہ تنظیمیں خود اپنی تنظیمی اپنی اپنی خواہش کے مطابق وضع کرتی ہیں۔ 1914 کی جنگ سے قبل اس جماعت کی کانگرس جماعت کے پارلیمانی نمائندوں اور دیگر انجمنوں اور فیڈریشنوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ نہ تو ان نمائندوں کی تعداد مقرر تھی اور نہ ہی ان کو نامزد کرنے کا طریق متعین تھا۔ اب بھی طریق کار یہ ہے کہ مقامی وابستہ انجمنوں کا کوئی رکن جس نے رکنیت کا چندہ ادا کیا ہو وہ کانگرس میں شمولیت کے لیے ٹکٹ خرید کر کانگرس میں شریک ہوسکتا ہے۔ گویا جماعت

سے وابستہ انجمنوں کا تقریباً ہر رکن جماعت کی کانگرس کا رکن ہوسکتا ہے۔فرانس کی سوشل پارٹی کی عاملہ یا مرکزی کمیٹی کی تشکیل بھی اسی انداز سے ہوتی ہے۔اس کے کچھ ارکان عہدوں کی بنا پر عاملہ کے رکن ہوتے ہیں اور کچھ کو کانگرس منتخب کرتی ہے۔عہدوں کر بنا پر لیے جانے والوں میں جماعت کے پارلیمانی نمائندوں کے علاوہ مقامی کونسلر اور کانگرس اور عاملہ کے سابق صدر، چیرمین اور سکیرٹری وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔بعض بڑی بڑی وابستہ فیڈ ریشنوں کے چیئر مین اور سیکرٹری بھی عاملہ کے رکن بنا لیے جاتے ہیں۔مذکورہ جماعت کی کانگرس اور عاملہ مختلف تنظیموں سے آنے

1- French Radical Socialist Party

والے افراد کا مجموعہ ہوتی ہیں۔مختلف تنظیموں سے آنے والے یہ نمائندے اپنی تنظیموں میں کسی ایک طریق کار کے پابند نہیں ہوتے بلکہ اپنی اپنی تنظیموں میں انتخابات، نامزدگی یا دھڑے بندی اور اندرونی سازشوں اور دھاندلی سے جماعت کے مرکزی اداروں تک پہنچ جاتے ہیں۔ان کے پہنچنے کے طریق کار سے جماعت کو عملاً سروکار نہیں ہوتا۔اسی خصوصیت کی بدولت اس قسم کی جماعتوں کو کمزور ارتباط رکھنے والی جماعتیں کہا جاتا ہے۔دنیا کی بہت سی میانہ رو 1 اور قدامت پسند سیاسی جماعتیں کمزور ارتباط رکھتی ہیں۔بعض جماعتوں کی تنظیمی اکائیوں میں نظام ربط فرانس کی سوشل پارٹی سے بھی کمزور تر اور مبہم تر ہوتا ہے۔مثلاً امریکہ کی ہر دو سیاسی جماعتیں کمزور اور مبہم تر نظام ارتباط کی حامل ہیں۔

فرانس کی مذکورہ جماعتی تنظیم کا تقابل بیلجیم کی سوشل پارٹی ۲ سے کریں تو کمزور اور مضبوط ارتباط رکھنے والی جماعتوں میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔بیلجیم کی مذکورہ جماعت مضبوط نظام ارتباط رکھتی ہے اور جماعت کی ہر تنظیمی سطح کے لیے تفصیلی قواعد موجود ہیں تاکہ جماعت کی ہر سطح کی تنظیم کے لیے جماعتی زندگی میں بھرپور شرکت کی ضمانت دی جا سکے۔ہر سال باقاعدگی سے مقامی شاخیں صوبائی کانفرنس کے لیے اپنے نمائندے منتخب کرتی ہیں۔اسی طرح صوبائی کانفرنس اپنی انتظامی کمیٹی ضوابط کے تحت تشکیل دیتی ہے۔صوبائی کمیٹیاں متعلقہ کانفرنس سے جماعت کی قومی کانگرس کے لیے نمائندوں کا چناؤ کرتی ہیں۔پھر ضوابط کے تحت قومی کانگرس اسی طرح قومی کمیٹی تشکیل دیتی ہے۔ہر سطح کے لیے باقاعدہ ضوابط اور جماعت کی مختلف تنظیمی سطحوں کے لیے باہمی ربط کا باقاعدہ اہتمام مضبوط ارتباط کہلاتا ہے۔اس نوعیت کا نظام ربط نہ صرف دنیا کی اکثر اشترا کی جماعتوں میں پایا جاتا ہے بلکہ کیتھولک اور عیسائی جمہوری جماعتوں نے بھی ایسا ہی نظام ارتباط اپنایا ہوا ہے۔کمیونسٹ جماعتوں اور فسطائی جماعتوں میں تنظیمی اکائیاں مختلف اصولوں پر قائم ہونے کی وجہ سے اگرچہ نظام ارتباط قدرے مختلف ہے مگر بنیادی

1- Moderate.

2- Belgian Christian Social Party.

خصوصیت ان کی بھی یہی ہے کہ وہ جماعتیں بھی مضبوط بلکہ مربوط تر نظام ارتباط رکھتی ہیں اور اس اعتبار سے کمزور ربط رکھنے والی جماعتوں میں شامل ہیں۔مضبوط ربط والی جماعتیں ایسی سیاسی برادری کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جس میں ہر اکائی اپنا خاص مقام اور اہمیت رکھتی ہے۔

اگرچہ یہ درست ہے کہ کمزور نوعیت کا نظام ربط جمہوری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں مگر مضبوط ارتباط کو بھی جماعتوں کی جمہوری ساخت سے لازماً وابستہ کرنا درست نہیں۔فرانس کی سوشلسٹ جماعت ا کی تنظیم اور کمزور نظام ارتباط اس غرض سے تشکیل دیا گیا ہے۔کہ عام اراکین کی آواز کو دبا کر جماعت پر

معدودے چند افراد کا تسلط برقرار رکھا جا سکے۔مضبوط ارتباط رکھنے والی جماعتیں جمہوری بھی ہو سکتی ہیں اور غیر جمہوری بھی۔بعض اشتراکی جماعتیں ہر سطح پر انتخابات کا باقاعدہ اہتمام کرتی ہیں کہ جمہوری تقاضوں کو بروئے کار لایا جا سکے اس کے باوجود وہ چند سری کے رجحانات رکھتی ہیں اور اختیارات میں اراکین کی شرکت محدود ہوتی چلی جاتی ہے۔اسی طرح عیسائی جمہوری جماعتیں کئی طرح کے طریقے استعمال کر کے جمہوری تقاضوں سے فرار اختیار کرتی ہیں۔کمیونسٹ جماعتیں مقامی سطح پر نامزدگیوں کے ذریعہ چند سری کو مستحکم کر لیتی ہیں۔ان جماعتوں میں مضبوط نظام ارتباط مرکزی قیادت کے ہاتھوں میں ایسا ذریعہ ہے جس سے وہ جماعت پر اپنا تسلط مضبوط کر لیتی ہے۔

سیاسی جماعتوں کی تنظیم میں مضبوط یا کمزور نظام ارتباط کے معینات کیا ہیں؟ جماعتوں کے نظام ارتباط میں فرق کی وضاحت قومی مزاج میں فرق کے حوالے سے بھی کی جا سکتی ہے۔قومی مزاج کا تصور مبہم ہونے کے باوجود قطعی طور پر متعلقہ نہیں۔ یہ امر تعجب خیز ہے کہ لاطینی اشتراکی جماعتیں مجموعی طور پر سویڈن، ڈنمارک اور ناروے کی اشتراکی جماعتوں سے کم مضبوط نظام ارتباط رکھتی ہیں حالانکہ ہر دو ممالک کی یہ جماعتیں نظریاتی طور پر مماثل ہیں۔اسی طرح اٹلی کی اشتراکی جماعتیں فرانس کی جماعتوں سے کم مضبوط ارتباط کی حامل ہیں۔ان اختلافات کی وضاحت کے لیے قومی مزاج

1- Radical Socialist Party

کا تصور اگرچہ دلچسپی سے خالی نہیں مگر یہ کافی بھی نہیں۔

نظام ارتباط میں فرق کی وضاحت بعض صورتوں میں خاص تاریخی حالات کے حوالہ سے بھی کی جا سکتی ہے۔1940-45 کے درمیانی عرصہ میں یورپ کی بہت سی جماعتوں کو زیر زمین سرگرمیاں جاری رکھنا پڑیں۔اس ضرورت کے تحت ان کا نظام ارتباط بہت مضبوط ہوا اور اس کا اثر ان کی تنظیموں پر اب تک ہے۔اس کے باجود جماعتوں کی ساخت کے سلسلہ میں تاریخی حالات ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔اس ضمن میں متعلقہ ممالک کے انتخابی نظام زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔

انتخابی نظاموں میں فہرستی نظام اس ضمن میں اہم ترین ہے۔اس نظام میں چونکہ پورا ملک ہی ایک طرح کا انتخابی حلقہ ہوتا ہے اس لیے جماعت کے لیے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ جماعت کے امیدواروں کی متفقہ فہرست تیار کرنے کے لیے مقامی شاخوں وغیرہ سے مسلسل رابطہ رکھیں۔مسلسل رابطہ کی یہ ضرورت مضبوط ارتباط پیدا کرتی ہے۔اس کے برعکس انتخاب کا یک رکنی حلقوں کا نظام۲ جماعتوں کی مقامی اکائیوں کو مرکزی تنظیم سے نسبتاً آزاد حیثیت دیتا ہے اور یہی بات ان نظاموں میں نظام ارتباط کو کمزور کرتی ہے۔متناسب نمائندگی کا نظام اور فہرستی نظام اگر اکٹھے ہوں اور فہرست پر امیدواروں کے ناموں کی ترتیب اور ان میں ترجیحات کا تعین جماعت کرتی ہو تو مضبوط ارتباط کی ضرورت اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔متناسب نمائندگی ہو یا نہ ہو، فہرستی نظام بذات خود مقامی سطح پر جماعتی تنظیم کو دوسری سطحوں سے مربوط کرنے کی وجہ ہوتا ہے۔افراد کی حیثیت اور اہمیت اصولوں کی نسبت کم ہو جاتی ہے۔ جماعت کا مجموعی پروگرام مقامی نالیوں اور نلکوں کے تقاضوں سے سبقت لے جاتا ہے جس کی بدولت جماعت کی قومی سطح کی تنظیم میں زیادہ موثر ہونے کا رجحان ہوتا ہے۔

نظام ارتباط سے متعلق مندرجہ بالا نتائج مشاہدہ پر مبنی ہیں۔مثلاً بیلجیم کا جماعتی نظام انیسویں صدی یورپ میں مضبوط ترین نظام ارتباط رکھتا تھا۔

1- List System

2- Single Member Constituency System

اس دور کے بیلجیم میں رائے دہی کے لیے فہرستی نظام بھی رائج تھا۔اس کے علاوہ متناسب نمائندگی کے نظام کو اپنانے کے بعد تقریباً ہر جگہ جماعتوں کے نظام ارتباط مزید مضبوط ہوئے۔فرانس کی ہی مثال لیجیے۔ تیسری جمہوریہ کے دوران انتخابی نظام یک رکنی حلقوں پر مبنی تھا تو جماعتیں کمزور ارتباط رکھتی تھیں۔ چوتھی جمہوریہ کے ساتھ متناسب نمائندگی کا نظام اپنایا گیا تو کمزور ارتباط رکھنے والی جماعتوں کی جگہ مضبوط ارتباط والی جماعتوں نے لے لی۔اسی طرح ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں یک رکنی حلقوں کا نظام انتخاب اور کمزور ارتباط کی جماعتیں یک جا ہیں۔

مندرجہ بالا مثالوں کے باوجود یہ ضروری نہیں کہ انتخابی نظام کا اثر ہر حال میں فیصلہ کن امر ہو۔ایک ہی ملک میں مختلف جماعتوں کے نظام ارتباط میں فرق ہوتا ہے۔کچھ جماعتیں مضبوط اور کچھ کمزور ارتباط رکھتی ہیں۔حالانکہ انتخابی نظام وہی ہوتا ہے۔مثلاً ہر ملک میں اشتراکی جماعتیں قدامت پسند جماعتوں سے زیادہ مضبوط ارتباط رکھتی ہیں خواہ انتخابی نظام کیسا ہی ہو۔حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ نظام ارتباط سے متعلق لازمی عنصر جماعتوں کی بنیادی تنظیم کی نوعیت ہے۔تجزیہ سے یہ بات بھی ثابت ہے۔کہ مضبوط اور کمزور ارتباط اور جماعتوں کی بنیادی اکائیوں کی نوعیت کے درمیان باہمی تعلق یا ربط باہم ہے۔انیسویں صدی عیسوی کی جماعتیں کاکس پر مبنی جماعتیں ہونے کے ناطے سے کمزور ارتباط رکھتی ہیں۔موجودہ دور کی قدامت پسند، میانہ رو اور لبرل جماعتیں بدستور مبنی بر کاکس ہیں اور ان میں نظام ربط بھی کمزور ہے۔یہی حال امریکہ کی سیاسی جماعتوں کا ہے۔اس کے برعکس یورپ کی اشتراکی جماعتیں اور کیتھولک جماعتیں شاخوں پر مبنی ہیں اور مضبوط نظام ربط کی حامل ہیں۔اشتراکی جماعتوں میں شاخیں چونکہ زیادہ باقاعدگی سے کام کرتی ہیں لہٰذا ان میں کیتھولک جماعتوں کی نسبت نظام ارتباط بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔سیلوں پر مبنی کمیونسٹ جماعتیں اور ملیشیا پر مبنی فسطائی جماعتیں بھی بہت مضبوط اور سخت قسم کا نظام ارتباط رکھتی ہیں۔ ان جماعتوں میں سے بھی وہ جماعتیں زیادہ مضبوط نظام ارتباط رکھتی ہیں جن میں ملیشیا

1- Co-relation

یا سیل کی تنظیم مربوط و موثر ہو۔

کیتھولک یا اشتراکی جماعتوں اور فسطائی یا کمیونسٹ جماعتوں کے نظام ربط میں بیان کردہ باہمی اختلافات کے پیش نظر متعلقہ ممالک کے قومی مزاجوں کو غیر متعلقہ امر قرار نہیں دے سکتے۔مثلاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ کاکس کا نظام حد درجہ انفرادیت پسندی کا پیدا کردہ ہے۔یہ نظام نامی گرامی اشخاص کے سیاسی مزاج سے مطابقت رکھتا ہے۔لامحالہ کاکس پر مبنی جماعتیں فطری طور پر کمزور نظام ارتباط رکھتی ہیں۔اس کے برعکس سیل کا نظام اشتراک عمل کے جذبہ سے ابھرتا ہے۔مشترکہ جدوجہد کے تقاضوں کے پیش نظر چھوٹے چھوٹے سیلوں میں تعاون اور ہم آہنگی کے تقاضے مضبوط ارتباط پیدا کرتے ہیں۔فسطائی عناصر میں شدت پسندی کے رجحانات اور سیاسی مار دھاڑ کی بدولت نظام ارتباط کو اور بھی زیادہ مضبوط و مستعد کرنا پڑتا ہے۔ جہاں تک شاخوں پر مبنی جماعتوں کا تعلق ہے ان میں بھی جمہوری تقاضے جماعت کے نظام ارتباط کو خاصہ مضبوط کر دیتے ہیں۔

قومی مزاج کے حوالہ سے مندرجہ بالا اشارات کے علی الرغم یہ حقیقت ہے کہ عملاً کاکس کا نظام کمزور

ارتباط سے توافق 1 رکھتا ہے جب کہ شاخ کا نظام مضبوط نظام ارتباط سے اور سیل اور ملیشیا کا نظام مضبوط تر نظام ارتباط سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔مضبوط ارتباط رکھنے والی جماعتوں کی تنظیم بھی زیادہ پیچیدہ ہوتی ہے جب کہ کمزور ارتباط والی جماعتوں کی تنظیم نسبتاً سادہ ہوتی ہے۔ جو جماعتیں زیادہ سے زیادہ افراد کو اپنی صفوں میں شامل کرنے کے درپے ہوں وہ لازمی طور پر اس کے لیے کوشاں ہوتی ہیں کہ جماعت کی اکائیوں میں باہم مسلسل رابطہ ہو۔مسلسل رابطہ کے تقاضے، باہمی ہم آہنگی کی ضرورت، تقسیم کار، تنازعات کے تصفیہ اور ذرائع کی تقسیم کے مسائل کے پیش نظر جماعتی تنظیم پیچیدگی اختیار کرتی ہے۔تنظیم کی پیچیدگی کے ساتھ ساتھ رابطہ کا نظام بھی مضبوط و مستحکم ہوتا جاتا ہے۔

1- Coincidence

تیسرا باب

جماعتوں کی رکنیت

جماعتی رکنیت کا مفہوم

ہر سیاسی جماعت رکنیت کا الگ تصور اور طریق کار رکھتی ہے۔رکنیت کے تصور کے حوالہ سے جماعت کے ''رکن'' سے مراد متعلقہ جماعت کے ساتھ مختلف نوعیت کی وابستگی جاتی ہے چنانچہ کمیونسٹ جماعتوں کے ہاں لفظ ''رکن'' سے جس نوعیت کی وابستگی مراد لی جاتی ہے۔ وہ اشتراکی جماعتوں یا قدامت پسند اور دیگر جماعتوں کے ساتھ وابستگی سے مختلف ہوتی ہے۔امریکی سیاسی جماعتیں رکنیت کے باضابطہ تصور سے تقریباً آزاد ہیں۔ یہ تو ممکن ہے کہ ان میں چند جانباز اور متشدد افراد کو جماعتوں کے ''حامی'' افراد سے الگ پہچان سکیں۔ یا حامی افراد جو جلسے جلوسوں کی رونق ہوں ان کو جماعت کے لیے محض ووٹ دینے والوں سے الگ کر سکیں مگر امریکی جماعتیں رکنیت کا باقاعدہ تصور نہیں رکھتیں۔

رکنیت کے علیحدہ مفاہیم کی بناء پر متعلقہ افراد کی اپنی جماعتوں کے ساتھ کئی نوعیت کی وابستگی ہوتی ہے۔مثلاً برطانوی لیبر پارٹی اجتماعی طور پر وابستہ اراکین ۱ اور انفرادی اراکین ۲ میں فرق روا رکھتی ہے۔ اس طرح بعض دیگر جماعتیں اپنے متعلقین کو حامیوں ۳، متفقین ۴ متشددین ۵ اور مبلغین میں تقسیم کرتی ہیں۔اگرچہ جماعتوں کی صفوں میں اتحاد و اتفاق برقرار رکھنے

1- Affilated Members

2- Individual Members

3- Supporters

4- Adherents

5- Militants

کے لیے سب جماعتیں اس قسم کی تفریق پر زیادہ اصرار کرتیں۔اس امر سے بھی مفر ممکن نہیں کہ جماعتی سرگرمیوں میں افراد کی شرکت اور ان کے ساتھ وابستگی یکساں نوعیت کی نہیں ہوتی۔لہٰذا ''حامیوں'' اور ''متشددین'' وغیرہ میں فرق دراصل شرکت و وابستگی کی نوعیت میں فرق کی نشان دہی کرتا ہے۔ سیاسی جماعتوں کے ساتھ افراد کی وابستگی اور ان میں شمولیت کی نوعیت چونکہ فی الواقع مختلف ہوتی ہے۔اس لیے

اس فرق کی نوعیت معلوم کرنا انتہائی ضروری ہے۔ شرکت ووابستگی میں فرق کے نفسیاتی اور سماجی منابع تلاش کرنا یہ جاننے کے لیے بھی لازم ہیں کہ سیاسی جماعتوں کے ساتھ آخر وہ کون سا اور کیسا رشتہ و تعلق ہوتا ہے۔ جو تمام متعلقہ افراد کو ایک جماعتی برادری میں ڈھال دیتا ہے۔

سیاسی جماعتوں سے تعلق و وابستگی کے تجزیہ و مطالعہ کے ضمن میں دور حاضر کی دو خصوصیات انتہائی اہم ہیں۔ پہلی خصوصیت موجودہ دور میں سیاسی و سماجی گروہوں کا احیاء ہے جب کہ دوسری خصوصیت مذہبی جذبات کی بازگشت ہے۔ وقت گذرنے کے ساتھ یورپ کے لوگوں کی سیاسی وابستگی میں وسعت اور شدت پیدا ہوئی ہے۔ یورپ میں عیسائی فرقوں کے ساتھ وابستگی جوں جوں کمزور ہوئی، سیاسی جماعتوں نے مذہبی فرقوں کی صورت اختیار کر کے ان کی جگہ لے لی ہے۔ جماعتیں ایک طرح کے سیاسی مذاہب ہیں۔ ان کے اپنے اپنے مخصوص عقاید ہیں۔ ان کے اپنے سیاسی پادری و پنڈت ہیں۔ جماعتی تنظیموں کے دفاتر ایک طرح کے گرجے بنے ہوئے ہیں۔ مذہبی فرقوں سے وابستہ افراد کی طرح جماعتوں کے ساتھ وابستہ افراد بھی اپنے خاص عقاید رکھتے ہیں اور اسی طرح وہ بھی کٹر پن اور عدم رواداری کا اظہار کرتے ہیں۔ سب جماعتوں میں کٹر پن اور عدم رواداری یکساں نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی یورپ میں مختلف جماعتیں شانہ بشانہ سرگرم عمل ہیں۔

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سیاسی جماعتوں میں عدم رواداری اور کٹر پن کے اعتبار سے فرق ان کی تنظیمی ہیئت میں فرق کا عکاس ہوتا ہے۔ مثلاً نسبتاً پرانی جماعتوں کی تنظیم کمزور اور عدم مرکزیت سے متصف ہوتی ہے۔ ایسی جماعتیں اپنی ابتدائی ڈھیلی ڈھالی تنظیم کیساتھ نہ زیادہ اراکین رکھتی ہیں اور نہ ان میں زیادہ جوش و خروش ہوتا ہے۔ کاکس پر مبنی جماعتوں کے برعکس ملیشیا اور سیل پر مبنی نسبتاً جدید جماعتیں حد درجہ منظم اور مرتکز ہوتی ہیں۔ ان کے اراکین میں متشددانہ وابستگی کے ساتھ نیم فوجی نظم و ضبط بھی ہوتا ہے۔ شاخ پر مبنی جماعتیں اپنی تنظیم اور وابستگی کے اعتبار سے میانہ رو ہیں۔ ان کی تنظیم نہ کاکس پر مبنی جماعتوں کی طرح ڈھیلی ہوتی ہے اور نہ سیل پر مبنی جماعتوں کی طرح ان میں کٹر نظم و ضبط ہوتا ہے۔ میانہ روی کی یہی صورت اُن جماعتوں کے ساتھ افراد کی وابستگی کی ہوتی ہے۔ شاخ پر مبنی جماعتوں کے اراکین جماعت کے ساتھ واجبی سی وابستگی رکھتے ہیں۔ اس میں نہ سیل یا ملیشیا پر مبنی جماعتوں کی سی شدت ہوتی ہے۔ اور نہ کاکس پر مبنی جماعتوں کی سی بے اعتنائی کا انداز ہوتا ہے۔

سیاسی جماعتوں کے ضمن میں لفظ ''رکن'' کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔ عام زبان میں سیاسی جماعتوں سے کئی طور سے وابستہ افراد کے لیے رکن کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یورپ کی بعض جماعتیں رکن کا لفظ خاص قسم کی وابستگی کے حامل افراد کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ مثلاً جماعت کا ''حامی'' شخص تنظیم میں باقاعدہ داخل نہیں ہوتا مگر جماعت کی حمایت کرتا ہے۔ جماعتوں کی کل رکنیت کا اندازہ لگاتے وقت یہ ضروری ہوتا ہے کہ کسی جماعت کے رکن اور جماعت کے حامی یا اس سے وابستہ افراد کا تعین کیا جائے۔ بعض جماعتیں اس معاملہ میں فروعی اندازے لگاتی ہیں۔ البتہ اشتراکی اور کمیونسٹ جماعتیں اکثر اوقات اپنے اراکین کی تعداد کا صحیح اندازہ لگاتی ہیں۔

سیاسی جماعتوں کی تنظیم جماعتی برادری 1 کی نوعیت کی عکاسی ہوتی ہے۔ کاکس پر مبنی جماعتوں میں رکن تعریف اور مفہوم میں حد درجہ ابہام ہے۔ بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ ان کے ہاں رکنیت کے تصور کی خاص اہمیت نہیں ہوتی۔ البتہ شاخ اور سیل وغیرہ پر مبنی جماعتوں میں رکنیت کا تصور نہ صرف بنیادی اہمیت کا

حامل ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے جماعتی

1- Party Community

برادری کی نوعیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ رکنیت کا تصور کا ارتقاء جماعتوں کے ارتقاء کے ساتھ ہوا۔ محدود حق رائے دہی کے ہوتے ہوئے انیسویں صدی کی جماعتیں رکنیت کے جدید تصور پر مبنی نہ تھیں۔ حق رائے دہی میں وسعت کے ساتھ جب ''لوک جماعتیں''1 ابھریں تو رکنیت کا خاص تصور بھی ارتقاء پذیر ہوا۔

رکنیت کے حوالہ سے سیاسی جماعتوں کو دو طرح کی جماعتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ''کاڈر جماعتیں'' اور ''لوک جماعتیں''۔ ہر دو قسم کی جماعتوں میں اصل فرق جماعتوں کی وسعت یا ان سے وابستہ افراد کی تعداد پر مبنی نہیں بلکہ یہ فرق ان کی تنظیموں کی ہیئت و نوعیت پر مبنی ہے۔ لوک جماعتوں کی تنظیم کے لیے رکن سازی اور اس سے متعلق سرگرمیاں سیاسی اور مالی نقطۂ نظر سے اساسی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان جماعتوں کا مطمح نظر عوام کی سیاسی تربیت ہوتا ہے تا کہ وہ اپنی صفوں میں سے ایسے معززین چن سکیں جو حکومت کا نظم و نسق سنبھال سکیں۔ اراکین ہی میں یہ جماعتیں اپنی قیادت پیدا کرتی ہیں۔ مالی ضرورت کے پیش نظر بھی رکن سازی ان جماعتوں کے لیے اساسی اہمیت رکھتی ہے۔ ان کا انحصار اراکین سے جمع شدہ چندہ پر ہوتا ہے۔ اسی چندہ کی بدولت ان جماعتوں کے لیے یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ اراکین کی سیاسی تربیت کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ انتخابات میں حصہ لے سکیں اور اپنی روزمرہ سیاسی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکیں۔ انتخابات کے لیے خاصی رقم درکار ہوتی ہے۔ لوک جماعتوں کے لیے چندہ کے فریق کار نے ہی انتخابات میں شرکت کو ممکن بنایا ہے۔ بجائے اس کے کہ مالی ضروریات کے لیے چند تاجروں یا سرمایہ داروں، بنک یا مل مالکان سے رجوع کریں، لوک جماعتوں نے ہزاروں اراکین پر انحصار کیا تا کہ سرمایہ دار طبقہ سے جماعت کی آزادی برقرار رکھی جا سکے۔ لوک جماعتوں کا یہ طریق انہیں کاڈر جماعتوں سے ممیّز کرتا ہے۔

لوک جماعتوں کے برعکس جماعتوں میں رکن کا تصور بالکل مختلف ہوتا

1- Mass Parties

2- Cadre Parties

ہے۔ اگر رکن سے مراد ایسے اشخاص لیں جنہوں نے رکنیت کے کاغذات پر دستخط کیے ہوں اور باقاعدہ چندہ ادا کرتے ہوں تو کاڈر جماعتوں کے کوئی رکن ہوتے ہی نہیں۔ بعض کاڈر جماعتیں محض دکھاوے کے لیے رکن سازی کریں بھی تو وہ اس کام میں سنجیدہ نہیں ہوتیں۔ ان جماعتوں کا انحصار ایسے محدود افراد پر ہوتا ہے جو بااثر ہوں، صاحب ثروت ہوں اور اچھی شہرت اور ذرائع کے مالک ہوں۔ اُن کا مقصد ایسے افراد کو جماعت سے وابستہ کرنا ہوتا ہے جو انتخابی مہموں کو منظّم اور موثر طریقہ سے چلا سکیں یا انتخابی معرکوں کے لیے مالیات فراہم کر سکیں۔ کاڈر جماعتیں تعداد کی بجائے چند موثر افراد پر انحصار کرتی ہیں۔ ان کے نزدیک وابستہ افراد کی تعداد اتنی اہم نہیں ہوتی جتنی ان کی شہرت و عزت، انتخابی اور دیگر متعلقہ امور میں مہارت اور ان کے مالی وسائل اہم ہوتے ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی جماعتیں، یورپ کی اکثر میانہ رو اور قدامت پسند جماعتیں رکنیت کے اسی تصور پر مبنی ہیں۔ لوک جماعتوں کے برعکس کاڈر جماعتیں جس طرح تحرک کے لیے محدود افراد پر انحصار کرتی ہیں۔ اسی طرح اپنی مالی ضروریات کے لیے بھی ہر کس و ناکس سے چندہ لینے کی بجائے چند روسا اور صاحب ثروت افراد سے عطیات وصول کر کے اپنا کام چلاتی

ہیں۔

دونوں طرح کی جماعتوں میں بیان کردہ فرق اگر چہ اصولی طور پر واضح ہوتا ہے مگر جماعتوں کے عمل میں یہ اصولی تفریق ہمیشہ ظاہر نہیں ہوتی۔ مثلاً بعض کاڈر جماعتیں لوک جماعتوں کی تقلید میں رکن سازی بھی کر لیتی ہیں۔ جمہوری اقدار سے ظاہری مطابقت پیدا کرنے کے لیے بہت سی جماعتیں رکن سازی کرنے لگی ہیں جس کی وجہ سے یہ کہنا بھی درست ہے کہ اب خالص کاڈر جماعتیں نہیں رہیں۔ کاڈر جماعتوں میں رکن سازی یا چندہ جمع کرنے کے باوجود ان کی اصلیت وہی رہتی ہے۔ ان کے ہاں اراکین کی نہ باقاعدہ فہرستیں ہوتی ہیں اور نہ اراکین کو رجسٹر کرنے کے نظام میں باقاعدگی ہوتی ہے۔ یہی صورت چندہ جمع کرنے کے ضمن میں ہوتی ہے۔ اراکین کی رجسٹریشن اور چندہ میں باقاعدگی کے بغیر رکنیت کا مفہوم پورا نہیں ہوتا۔ کاڈر جماعتیں اراکین کے متعلق اعداد و شمار دیں بھی تو اس مراد حامی افراد کی تعداد ہوتی ہے۔ بعض لوک جماعتوں کے طریق کار بھی ایسے ہیں جو ان کو عملی طور پر کاڈر جماعتوں کی مثل بنا دیتے ہیں۔ مثلاً برطانوی لیبر پارٹی میں بالواسطہ اراکین بنانے کا طریق یا وہ لوک جماعتیں جن میں انفرادی حیثیت میں رکن ہوتے ہیں نہیں۔ برطانوی لیبر پارٹی میں اجتماعی طور پر رکنیت سازی کی وجہ سے وابستہ یونین کے اراکین از خود لیرب پارٹی میں اجتماعی طور پر رکنیت سازی کی وجہ سے وابستہ یونین کے اراکین از خود لیبر پارٹی کے رکن تصور ہوتے ہیں۔ گویا رکنیت کے لیے انہیں انفرادی طور پر نہ خود کو رجسٹر کروانا ہوتا ہے اور نہ کسی اقرار نامہ پر دستخط کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ امریکی جماعتیں اگر چہ کاڈر جماعتیں ہیں مگر ان کے ہاں پرائمریز امیں اراکین کی رجسٹریشن وغیرہ ایسے طریق ہیں جن کی وجہ سے ان کو ''نیم لوک جماعتیں'' بھی کہا جا سکتا ہے۔ بہر حال رکنیت و مالیات کے حوالہ سے بنیادی طور پر صرف دو قسم کی جماعتوں یعنی کاڈر اور لوک جماعتوں کی تخصیص موزوں ہے۔ رکنیت و مالیات سے متعلق طریقوں میں کثرت و تنوع کے پیش نظر نیم عوامی جماعتوں کو ایک علیحدہ قسم تصور کرنا مناسب نہیں۔

رکنیت و مالیات کے ضمن میں فرق کے علاوہ کاڈر اور لوک جماعتیں اپنی سماجی ساخت اور تنظیم کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتی ہیں۔ سیاسی جماعتوں کے ارتقاء کے ابتدائی دور میں ملکیت پر مبنی محدود حق رائے کے ہوتے ہوئے جماعتوں نے قدرتی طور پر کاڈر جماعتوں کی ہیئت اختیار کی اور وہ کاکس پر مبنی تھیں۔ ظاہر ہے جن لوگوں کو ابھی رائے دہی کا حق ہی نہیں تھا ان کو رکن بنانا بے معنی بات تھی۔ مالی ضروریات بھی اہل دولت میں سے کچھ افراد پوری کر دیتے تھے، لہٰذا ہر کس و ناکس سے چندہ اکٹھا کرنا بھی کوئی ضروری نہ ہوتا تھا۔ حق رائے دہی عام ہونے سے جماعتوں کی تنظیموں میں تبدیلی آئی۔ کاڈر جماعتوں کی تنظیمیں بتدریج تبدیل کی گئیں تا کہ عام لوگوں کو شرکت کا احساس و تاثر دیا جا سکے۔ برطانوی لبرل پارٹی کے کاکس اور امریکی جماعتوں کی پرائمری تنظیم اسی تبدیلی کی آئینہ دار ہیں۔ حق رائے دہی میں توسیع کے بعد ان جماعتوں کا مسئلہ یہی تھا کہ وہ اپنی قیادت کو برقرار رکھتے ہوئے یہ باور کروانے کی کوشش کریں کہ ان کو عوام کی حمایت حاصل ہے۔ برطانیہ کی لبرل

1- Primaries

اور قدامت پسند جماعتوں نے عام لوگوں کے لیے اپنے دروازے کھولتے ہوئے رکنیت اور چندہ کے نظام کی طرف قدم بڑھایا۔ گاہے بگاہے چندہ جمع کرنے یا رکن بنانے سے یہ جماعتیں لوک جماعتوں میں تبدیل نہ ہوئیں کیونکہ قدامت پسند جماعتوں کی حقیقی زندگی اور سرگرمیوں کا انحصار اس چندہ اور ان

اراکین کا مرہون منت نہ ہوا۔ان جماعتوں نے نہ عوام کی تربیت کا اہتمام کیا اور نہ سرمایہ دار طبقہ کی مالی اعانت سے نجات حاصل کی۔امریکی جماعتوں کی پرائمری تنظیم بھی انہیں خصوصیات کی حامل رہی اور سیاسی سرگرمیوں کو محض انتخابات کے لیے نامزدگیوں تک محدود رکھا۔ان جماعتوں نے حق رائے دہی میں توسیع کے پیش نظر مقبول عام جماعتیں ہونے کا تاثر دینے کے لیے کچھ اقدامات کیے مگر یہ جماعتیں لوک جماعتوں میں تبدیل نہ ہوئیں۔

حقیقی طور پر لوک جماعتیں بالغ رائے دہی کے بعد ارتقاء پذیر ہوئیں۔یورپ کے ممالک میں اشتراکی جماعتیں پہلی لوک جماعتیں بن کر اُبھریں۔ان جماعتوں نے بھی لوک روپ بتدریج اختیار کیا۔مثال کے طور پر فرانس میں اشتراکی حلقوں کی تنظیمیں ابتدائی مراحل میں درمیانہ طبقہ کی تنظیموں سے زیادہ مختلف نہ تھیں۔اراکین کے اندراج، چندہ وصول کرنے کے نظام وغیرہ نے بتدریج موجودہ صورت اختیار کی۔اسی طرح اٹلی اور کئی دیگر یورپی ممالک میں عوامی جماعتوں کی سمت میں تبدیلی کا عمل اور بھی آہستہ خرام تھا۔بہر حال پہلی جنگ عظیم کے وقت یورپ کے کئی ممالک میں لوک جماعتیں ابتدائی دور کی کاڈر جماعتوں سے حد درجہ مختلف تنظیموں کے طور پر قائم تھیں۔ان جماعتوں کی تنظیم مارکسی تصورات کی آئینہ دار تھی۔مارکس کے نزدیک سیاسی جماعتیں معاشرے میں متعلقہ طبقات کے وجود کی مظہر ہوتی ہیں۔اشتراکی جماعتیں مزدور طبقہ کے مفادات کی مظہر ہونے کے دعویٰ کی بنیاد پر منظّم ہوئیں۔انہوں نے ابتدائی مراحل کے بعد امیر طبقہ اور کسی قدر درمیانہ طبقہ سے بھی مالی اور سیاسی ناطہ منقطع کیا۔دیگر طبقات سے مالی اور سیاسی آزادی سے ہی اپنی آزادانہ حیثیت کو مستحکم کر سکتے تھے۔چنانچہ یہی ہوا کہ اشتراکی جماعتوں نے مالی اور سیاسی طور پر آزادرہ کر ایسے حزب اختلاف کی صورت

1- Mass Character

اختیار کی جن کے پاس اپنے اخبار، اپنے فنڈ اور اپنی قیادت تھی۔عوامی نوعیت کی جماعتوں نے ہی اس کو ممکن بنایا۔

سماجی اعتبار سے بھی یورپ میں کاڈر جماعتوں اور لوک جماعتوں میں فرق واضح رہا ہے۔یورپ میں بائیں بازو کی جماعتیں مجموعی طور پر مزدور طبقہ کی ہم نوا ہوئیں، جب کہ دائیں بازو کی جماعتیں سرمایہ دار اور درمیانہ طبقہ کے مفادات سے وابستہ ہوئیں۔امراء اور درمیانہ طبقہ کو عوام الناس کو منظّم و متحد کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔وہ طبقات پہلے ہی سیاسی طور پر موثر تھے۔ان کی اپنی قیادت تھی، ان کے پاس مالی ذرائع موجود تھے اور اپنی سیاسی تربیت کو کافی سمجھتے تھے۔اس کے علاوہ امراء اور درمیانہ طبقہ طبعاً کڑی سیاسی صف بندی ۱ (تجنید) اور اجتماعی عمل ۲ سے متنفر تھے۔ان ہی وجوہات کی بدولت قدامت پسند جماعتوں کی لوک جماعتوں کی صورت اختیار کرنے کی اکثر کوششیں ناکام ہوئیں۔اس کے برعکس مزدور طبقہ کی مالی کمزوری، ناکافی سیاسی تربیت اور اجتماعی عمل کی طرف طبعی رغبت نے اشتراکی جماعتوں کو منظّم ہونے میں مدد دی۔صحیح معنوں میں کاڈر جماعتوں نے یورپ میں لوک جماعتیں بننے کی کوشش اس وقت کی جب ان کا سامنا انقلابی کمیونسٹ جماعتوں اور ان کے ہتھکنڈوں سے ہوا۔اٹلی اور جرمنی کی فسطائی جماعتیں اس کی مثال تھیں۔

تنظیمی اعتبار سے بھی کاڈر جماعتوں اور لوک جماعتوں میں تمیز کرنا ممکن ہے۔کاڈر جماعتوں کی ابتدائی تنظیم کاکس ہوتی ہے۔ان کی تنظیم میں اختیارات کی تقسیم میں لامرکزیت ۳ ہونیکے علاوہ، اس کے

مختلف حصوں میں ربط بھی کمزور ہوتا ہے۔ان کے برعکس لوک جماعتیں مبنی ہر شاخ ہونے کے ساتھ ساتھ حد درجہ مربوط۴ ہوتی ہیں۔ان کے ہاں اختیارات بھی مرکوز ہوتے ہیں۔ ہر دو نوعیت کی جماعتوں میں رکن سازی کے طریق اور ان کی اہمیت بھی مختلف ہوتی ہے۔سیل اور ملیشیا پر مبنی جماعتیں بھی اشترا کی جماعتوں کی طرح بڑے پیمانے

1- Political Regimentation

2- Collective Action

3- Decentralization

4- Firmly Knit

پر رکن سازی کرتی ہیں۔ 1932 میں جرمنی کی نیشنل سوشلسٹ جماعت آٹھ لاکھ ارکان پر مشتمل تھی جب کہ 1950 میں اٹلی کی کمیونسٹ پارٹی نے بیس لاکھ اور فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی نے دس لاکھ افراد کو رکن بنایا ہوا تھا۔ ہر دو نوعیت کی جماعتیں رکن سازی کرتے وقت افراد کے اوصاف سے متعلق خاص احتیاط کرتی ہیں۔کمیونسٹ جماعتیں کمزور عقیدے اور تساہل پسند افراد سے اپنی صفوں کو پاک کرنے کے لیے اندرونی تطہیرا کے عمل سے بھی گزرتی رہتی ہیں۔ان جماعتوں میں رکن سازی کے کام پر کڑی نگرانی کی جاتی ہے تا کہ مشکوک اور کمزور وفاداری کے حامل اشخاص ان کی صفوں میں شامل نہ ہوسکیں۔رکن سازی کے دوران نگرانی کا اہتمام یوں تو بعض اشترا کی جماعتیں بھی کرتی ہیں۔مگر یہ نگرانی نہ کمیونسٹ جماعتوں کی طرح سخت ہوتی ہے اور نہ اس قدر سنجیدگی سے اس پر عمل ہوتا ہے۔ان امور میں فسطائی جماعتیں کمیونسٹ جماعتوں سے بھی زیادہ محتاط اور سخت ہوتی ہیں۔ وہ نہیں چاہتیں کہ کمزور عقاید اور کمزور وفاداری رکھنے والے افراد کو اپنی صفوں میں شامل کریں۔ احتیاط کے باوجود رکن سازی اگر بہت بڑے پیمانے پر ہو تو جماعتوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ رکنیت کے سب خواہش مند افراد اعلیٰ ترین معیار پر پورے اُتریں۔

یورپ کی فسطائی اور کمیونسٹ جماعتوں میں لاکھوں کی تعداد میں افراد کو رکن بنانے کی وجہ سے ان جماعتوں نے بتدریج لوک جماعتوں کی صورت اختیار کر لی ہے۔رکن سازی کے متعلق ان کا طرزِ عمل کاڈر جماعتوں سے زیادہ فراخدلانہ اور ڈھلا ہے جب کہ جمہوری لوک جماعتوں کی نسبت ان کا طریق عمل زیادہ محتاط ہے۔اس امر کے پیش نظر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ فسطائی جماعتیں اور کمیونسٹ جماعتیں اپنی نوعیت کے اعتبار سے سیاسی جماعتوں کی تیسری قسم اختیار کرنے کی طرف ارتقاء پذیر ہیں اور یہ قسم کاڈر جماعتوں اور لوک جماعتوں کی درمیانی شکل ہے۔کمیونسٹ جماعتوں کو ہی لیجیے، لینن کا مسلک یہ ہے کہ کمیونسٹ پارٹی سارے کے سارے مزدور طبقہ پر مشتمل نہیں ہوتی بلکہ محض ان مزدوروں پر مشتمل ہوتی ہے جن میں طبقاتی شعور حد درجہ ہو۔

1- Internal Purge

یہ جماعت سارے مزدور طبقہ پر نہیں بلکہ مزدور طبقہ کے ہراول 1 دستہ پر مشتمل ہوتی ہے۔لینن کے اس تصور نے کمیونسٹ جماعتوں میں اعیان پسندی۲ کو جنم دے کر اسے مضبوط اور مستحکم کیا ہے۔اسی نے مزدور طبقہ پر جماعتی قیادت کی گرفت اور تسلط کا جواز فراہم کر کے اسے استواری دی ہے۔

اعیان پسندی میں فسطائی جماعتیں کمیونسٹ جماعتوں سے بھی بڑھی ہوئی ہیں۔ جرمن فلسفی نطشے۳

کے خلاف جمہوری اور خلاف مساوات خیالات ان کی اعیان پسندی کی نظریاتی بنیاد ہیں۔اساسی طور پر اعیان پسند ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک جماعت ایک ایسا سلسلہ ہوتا ہے جو اعلیٰ ترین افراد پر مشتمل ہو۔ یہ افراد جماعت اور عقاید کے ساتھ وفاداری اور حوصلہ، سخت کوشی اور جاں نثاری میں بہت بڑھے ہوتے ہیں۔فسطائی جماعتیں علی الاعلان یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ عوام الناس کا دور ختم ہوا اور اب پھر اعیان و اشراف کے دور کا آغاز ہے۔فسطائی جماعتوں کے ان عقاید کی وجہ سے ان کے لفظ ''رکن'' کا وہ مفہوم نہیں ہوتا جو جمہوری جماعتوں میں ہوتا ہے۔ان سے وابستہ افراد کے اندر ان کی وفاداری، عقاید میں شدت اور جدوجہد میں استواری کی بنیاد پر اُن میں درجہ بندی اور مراتب پر اصرار کیا جاتا ہے۔کمیونسٹ جماعتیں اگرچہ نظریاتی طور پر مساوات پسندی کا اعلان کرتی ہیں اور کڑی مراتب بندی کی قائل نہیں مگر عملاً ان میں بھی طبقاتی شعور کی بنیاد پر اراکین کی درجہ بندی کی جاتی ہے۔اسی مراتب بندی کی وجہ سے ان جماعتوں میں بھی چند افراد معتمدین کے حلقہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔انہیں حلقوں کو قیادت کا قرب اور اعتماد حاصل ہوتا ہے اور ان ہی کے گرد عام اراکین جمع ہوتے ہیں۔ عام اراکین نہ معتمدین خاص میں شامل ہوتے ہیں اور نہ جماعت کے اہم معاملات میں دخیل ہوتے ہیں۔ان کا مقام تکمیل ہدایات و احکامات اور عام شرکت تک محدود ہوتا ہے۔

فسطائی اور کمیونسٹ جماعتوں کی مذکورہ بالا خصوصیات کی بدولت ان کو

1- Vanguard

2- Elitisun

3- Nietzsche

4- Order

ایک الگ قسم کی جماعتیں بھی کہا جاسکتا ہے۔اس قسم کی تخصیص کی غرض سے ان کو جماعت فدائین اکے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے تا کہ کاڈر جماعتوں اور لوک جماعتوں کے درمیان ان کے مقام کی واضح نشان دہی ہو۔ان جماعتوں کو الگ قسم کی جماعتیں قرار دینے میں سقم یہ ہے کہ مذکورہ بالا خصوصیات کے حوالہ سے فسطائی اور کمیونسٹ جماعتیں دوسری جماعتوں سے قطعی طور پر مختلف نہیں ہوتیں۔بعض اشترا کی اور دیگر جماعتیں بھی بعض ادوار میں اُن خصوصیات کی حامل رہی ہیں۔اس لیے عملی طور پر مناسب یہی ہوگا کہ فسطائی اور کمیونسٹ جماعتوں کی مذکورہ بالا خصوصیات کو بنیاد بنا کر ان کو سیاسی جماعتوں کی ایک قطعی الگ قسم قرار نہ دیا جائے۔

(ب) رکنیت کے لیے معیار

لوک جماعتوں اور کاڈر جماعتوں میں رکنیت سے متعلق معیار اور طریق بھی مختلف ہیں۔لوک جماعتوں میں رکن سازی کے لیے باقاعدہ متعین طریق کار ہوتا ہے۔ان کے طریق کار میں رکنیت کے عہد نامہ پر دستخط کرنا اور سالانہ چندہ ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔لوک جماعتوں کے برعکس کاڈر جماعتیں نہ کسی اقرار نامہ پر دستخط کرواتی ہیں اور نہ فرداً فرداً سالانہ چندہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ان میں شمولیت کے لیے کسی رسمی کاروائی کی ضرورت نہیں ہوتی اور وہ گاہے بگاہے عطیات سے مالی وسائل حاصل کرتی ہیں۔اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ کاڈر جماعتوں میں رکنیت کا کوئی واضح اور متعین معیار نہیں ہوتا۔ان جماعتوں

سے وابستہ افراد کی سرگرمیوں سے ہی ان کی جماعت میں شرکت کی نوعیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لوگ جماعتوں میں شمولیت کے لیے ایک فارم بھرنا ہوتا ہے۔ نام و پتہ وغیرہ کے علاوہ اس فارم پر ایک اقرار نامہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ متعلقہ فرد یہ اقرار کرتا ہے کہ وہ جماعت کے قواعد کی پابندی کرے گا اور اس کے نظریات کی تبلیغ میں معاون ہوگا۔ فارم بھرنے کے ساتھ اقرار نامہ پر دستخط کرنے اور رکنیت کی فیس ادا کرنے سے وہ جماعت کا رکن بن جاتا ہے۔ اس طریق کار کے دو بڑے فائدے ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ یہ ہے کہ رکن بن

1- Devotee Parties

جانے کا عمل الگ ظاہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔ تحریری طور پر رکن بننے کی اپنی نفسیاتی اہمیت ہوتی ہے جس سے جماعت کے ساتھ وابستگی اور شمولیت کی نوعیت متاثر ہوتی ہے۔ تحریری اقرار نامہ زبانی اقرار سے کہیں زیادہ پختہ تصور ہوتا ہے۔ بعض فسطائی جماعتوں میں رکن بنانے کے لیے خاص اجتماعی تقریبات کی جاتی ہیں۔ ان تقریبات کا ماحول اور تقدس خاص قسم کا ہوتا ہے جس میں رکن بننے کے خواہش مند افراد اپنے خون سے فارم پر دستخط کرتے ہیں۔ باقاعدہ فارم وغیرہ بھروانے کا دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ متعلقہ افراد کے کوائف ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ بعض جماعتیں فارم پر درج شدہ کوائف کے علاوہ بھی اراکین سے متعلق اطلاعات جمع کرتی ہیں۔

سیاسی جماعتوں میں رکن بنانے کے دو طریقے معروف ہیں۔ ایک کو ''کھلی رکنیت''1 اور دوسرے کو ''محدود رکنیت''۲ کا طریقہ کہا جاتا ہے۔ اول الذکر میں فارم بھرنے اور چندہ دینے کے علاوہ رکن بننے کے لیے کوئی اور شرط یا رسم نہیں ہوتی۔ گویا ہر کوئی کھلے طور پر رکن بن سکتا ہے۔ موخر الذکر طریقہ میں رکنیت حاصل کرنے کے لیے کئی شرائط اور پابندیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ عموماً رکن بننے سے پہلے ایک درخواست دینی ہوتی ہے۔ جس میں درخواست گزار رکنیت کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ رکنیت کے لیے درخواست پر ایک یا دو اراکین کی سفارش بھی ضروری ہوتی ہے۔ وہ اراکین نئے رکن کے متعارف کنندہ کی حیثیت سے اُس کے سیاسی اور اخلاقی رجحانات کے ضامن ہوتے ہیں۔ متعلقہ جماعت کے مجاز ادارے درخواست کو باضابطہ طور پر مسترد یا تسلیم کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اکثر جماعتوں میں فیصلہ کرنے کا حق متعلقہ مقامی شاخ کو ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں رکنیت کے لیے درخواستوں کی چھان بین اور ان پر فیصلہ خاص طور پر تشکیل شدہ کمیٹیوں میں کیا جاتا ہے۔ رکنیت کا یہ محدود طریق کار عموماً اشتراکی اور کمیونسٹ جماعتوں کے دساتیر میں درج ہوتا ہے۔ ان جماعتوں میں رکن بناتے وقت خاص احتیاط سے کام لیا جاتا ہے تاکہ پرانے فسطائی نئی جماعتی تنظیموں میں نہ گھس آئیں۔ بہر حال

1- Opell Membership

2- Restricted Membership

رکنیت کے لیے درخواست تسلیم کئے جانے کے بعد متعلقہ فرد کو رکنیت کا کارڈ دے دیا جاتا ہے اور یہی کارڈ جماعت کے ساتھ وابستگی کا ثبوت ہوتا ہے۔

محدود رکنیت رکھنے والی جماعتوں میں چندہ اکٹھا کرنے کے بھی دو طریقے معروف ہیں۔ ایک طریقہ کے تحت سالانہ چندہ ایک ہی بار وصول کیا جاتا ہے۔ سالانہ چندہ معمولی ہوتا ہے اور سال میں ایک بار وصول کر کے کارڈ پر مہر ثبت کر کے ان کی تجدید کر دی جاتی ہے۔ دوسرے طریقہ کے تحت ماہانہ چندہ

وصول کیا جاتا ہے۔ ماہانہ چندہ کی شرح بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور اکٹھا کرنے میں زیادہ باقاعدگی اور کوشش درکار ہوتی ہے۔ ماہانہ چندہ کا طریقہ اشتراکی اور کمیونسٹ جماعتوں میں زیادہ عام ہے۔ اگر چہ یہ کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے کہ غریب طبقہ سے تعلق رکھنے والی جماعتیں چندہ کی شرح زیادہ رکھیں۔ زیادہ چندہ وصول کرنے کی دو وجوہات ہیں۔ عام مشاہدہ یہ ہے کہ مزدور طبقہ میں اجتماعی عمل کی اشد ضرورت کے پیش نظر جماعتوں کے ساتھ ان کی وابستگی زیادہ گہری اور مستحکم ہوتی ہے۔ اس نوعیت کی وابستگی کی بدولت وہ طبقہ زیادہ چندہ دینے کے لیے نفسیاتی طور پر آمادہ ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان جماعتوں کی مالی ضروریات چندہ کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ سے پوری کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ ان کا انحصار ہی چندہ پر ہوتا ہے۔ جب کہ قدامت پسند اور کاڈر جماعتیں عطیات کے ذریعہ وسائل فراہم کر لیتی ہیں۔ ان جماعتوں سے وابستہ افراد کو یہ علم بھی ہوتا ہے کہ مالی ذرائع میں کمی کو عطیات سے پورا کیا جا سکے گا۔ لہٰذا وہ انفرادی طور پر زیادہ چندہ دینے سے گریز کرتے ہیں۔ مزدور طبقہ کی جماعتوں کے اراکین کو یہ احساس ہوتا ہے کہ چندہ کے بغیر جماعت کا کام چل نہیں سکتا۔ نہ اُنہیں امراء رؤسا سے عطیات آئیں گے اور نہ مالی ضروریات کو پورا کرنے کی کوئی اور صورت ہوگی۔ لہٰذا اراکین ہی کو مالی قربانی دے کر اپنی جماعت کو برقرار رکھنا ہوگا۔

ماہانہ اور سالانہ چندہ کے طریق کے علاوہ بعض جماعتوں میں چندہ کی کئی شرحیں ہوتی ہیں اور اراکین مختلف شرح سے چندہ ادا کرتے ہیں۔ چندہ کی شرح کا تعین متعلقہ فرد کی آمدنی کے حوالہ سے کیا جاتا ہے۔ ہر فرد اپنی آمدنی خود بتاتا ہے اور اس کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جس شرح سے چندہ دینا چاہے اس کا انتخاب کر لے۔ مثلاً بلجیم کی سوشلسٹ پارٹی نے چندہ کی سات مختلف شرحیں رکھی ہوئی ہیں اور اراکین کی اپنی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی آمدنی کے مطابق چندہ کی شرح منتخب کر لیں۔ یہی طریق جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی اور فرانس کی کمیونسٹ پارٹی میں رائج ہے۔ انہوں نے چندہ کی کم سے کم شرح اتنی رکھی ہوئی ہے تاکہ بالکل بیکار اور نادار افراد بھی جماعت سے وابستہ ہو سکیں۔ فرانس کی سوشلسٹ پارٹی نے بھی 1950 میں آمدنی کے حوالہ سے چندہ کی شرح کے تعین کا اصول اپنا لیا تھا۔ زیادہ چندہ دینے پر آمادگی کی اہمیت مالی سے زیادہ نفسیاتی ہوتی ہے۔ اراکین کا جماعت کے لیے مالی ایثار جماعت کے ساتھ ان کی وفاداری اور وابستگی کی علامت ہوتا ہے۔ مسلسل چندہ دیتے رہنے سے جماعت کے ساتھ وفاداری اور وابستگی کو مزید تقویت اور استحکام ملتا ہے۔

اراکین سے انفرادی حیثیت میں چندہ وصول کرنے کے طریقہ کے علاوہ بالواسطہ جماعتیں اوابستہ تنظیموں یا انجمنوں سے چندہ وصول کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر برطانیہ کی لیبر پارٹی میں مالی وسائل کی فراوانی اس سے وابستہ ٹریڈ یونینوں سے چندہ وصول کرنے سے ہے۔ لیبر پارٹی سے وابستہ انجمنیں مجموعی طور پر اپنے اراکین سے چندہ وصول کر کے لیبر پارٹی کے حساب میں جمع کروا دیتی ہیں۔ پارٹی کو فرداً فرداً چندہ وصول نہیں کرنا پڑتا۔ بالواسطہ چندہ وصول کرنے کا طریقہ آسان بھی ہے اور موثر بھی۔ برطانوی لیبر پارٹی اگر یونینوں کی وساطت سے چندہ وصول نہ کرے تو اس کے مالی وسائل میں بہت کمی آ جائے۔ مالی اعتبار سے بالواسطہ چندہ کا نظام اگر چہ بہت موثر ہے مگر نفسیاتی اعتبار سے اس کی اہمیت کم ہے۔ انفرادی حیثیت میں جماعت کی رکنیت کا حصول اور چندہ ادا کرنے کی باقاعدہ انفرادی ذمہ داری سے جماعت کے ساتھ وابستگی پختہ ہوتی ہے۔ بالواسطہ جماعت میں یونین اپنے اراکین کی تنخواہوں سے ازخود چندہ کی رقم کاٹ کر ایک ٹیکس کی طرح جماعت کو ادا کرتی رہتی ہیں۔ اس سے رکن ہونے کا احساس اور رکنیت کی

نوعیت بھی متاثر ہوتی ہے۔

بہرکیف یہ ضروری نہیں کہ چندہ دینے کا بالواسطہ طریق جماعت کی سرگرمیوں میں اراکین کی کم تر شرکت پر منتج ہو اور اراکین شرکت کرنے سے گریز

1- Indirect Parties

کریں یا سرگرمیوں میں بددلی سے شریک ہوں۔ برطانوی مزدوروں کی بڑی تعداد لیبر پارٹی کی بالواسطہ رکن ہے۔ بالواسطہ رکنیت کے باوجود لیبر پارٹی کے ساتھ ان کی وفاداری اور اس کی سرگرمیوں میں شرکت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ ٹریڈ یونین کی رکنیت اور ان کی وساطت سے لیبر پارٹی کی رکنیت ہر دو وابستگیوں کو مستحکم کرتی ہیں۔ یعنی ٹریڈ یونین کا رکن ہونا لیبر پارٹی کے ساتھ وابستگی کو کمزور نہیں کرتا بلکہ تقویت دیتا ہے۔ اسی طرح لیبر پارٹی کے ساتھ بالواسطہ وابستگی متعلقہ ٹریڈ یونینوں کے ساتھ وابستگی کو تقویت واستحکام بخشتی ہے۔ گویا ہر دو وفاداریاں ایک دوسرے سے تقویت پکڑتی ہیں نہ کہ انہیں کمزور کرتی ہیں۔ اس ضمن میں لیبر پارٹی سے بھی زیادہ واضح مثال بیلجین کیتھولک پارٹی 1 اور اس سے وابستہ فلیمش کسانوں ۲ کی تنظیم کی ہے۔ کسانوں کی یہ تنظیم 1887 میں ایک پادری کی کوششوں سے قائم ہوئی اور اب کسانوں کی اقتصادی مذہبی، ذہنی اور پیشہ ورانہ سرگرمیوں پر محیط ہے۔ ان کی اپنی آپریٹو سوسائٹیاں ہیں انجمنیں ہیں جو کسانوں اور کھیت مزدوروں کے قسم قسم کے مسائل، مفادات اور دلچسپیوں کے سلسلہ میں سرگرم عمل ہیں۔ اجتماعی خرید وفروخت، اجتماعی بیمہ وغیرہ کے علاوہ سیاست میں ان کی اجتماعی شرکت اور راہنمائی اسی تنظیم کی وساطت سے ہوتی ہے۔ کیتھولک جماعت کے ساتھ کسانوں کی مذکورہ تنظیم کی وابستگی نے جماعت کو حددرجہ تقویت دی ہے۔ مختلف وفاداریوں نے ایک دوسری کو تقویت دی ہے نہ کہ انہیں کمزور کیا ہے۔

برطانوی لیبر پارٹی اور بیلجین کیتھولک پارٹی میں بالواسطہ رکنیت کی نوعیت کے متعلق مذکورہ بالا حقائق کے باوجود یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ جماعت کی بالواسطہ رکنیت حقیقی نہیں ہوتی۔ افراد حقیقی معنوں میں صرف وابستہ انجمنوں کے رکن ہوتے ہیں۔ ان وابستہ انجمنوں کے اراکین کے درمیان جماعت کی سطح پر صحیح معنوں میں ایسی برادری قائم نہیں ہوتی جس کے ساتھ وفاداری دیگر تمام وفاداریوں پر فوقیت رکھتی ہو۔ مختلف انجمنوں کی قیادت کے درمیان تو جماعت کی سطح پر مسلسل تعاون سے نفسیاتی وسماجی بھائی چارہ کے جذبات سے

1- Belgian Catholic Bloc

2- Flemish Peasants

ایک سیاسی برادری وجود میں آجاتی ہے، مگر عام اراکین کی سطح پر متعلقہ انجمنوں کے ساتھ وابستگی برقرار رکھنے سے صحیح معنوں میں جماعتی برادری پیدا نہیں ہوتی۔ فلیمش کسانوں کی کیتھولک جماعت کے ساتھ بالواسطہ وابستگی کے باوجود ان کے لیے کسان تنظیم وفاداری کا مرکز رہی۔ خاص طور پر 1921-39 کے درمیان کسانوں کے لیے کیتھولک پارٹی بے معنی تھی پارٹی کی نسبت کسانوں کے لیے اس واسطہ کی اہمیت زیادہ تھی جس کی وساطت سے وہ جماعت کے رکن تصور ہوتے تھے اور اس کی سرگرمیوں میں شریک تھے۔

بالواسطہ اراکین میں جماعت کے ساتھ وابستگی کی کمزور نوعیت لیبر پارٹی کی تاریخ کے مطالعہ سے

بھی ثابت ہے۔ 1927 تک لیبر پارٹی میں بالواسطہ رکنیت کا قاعدہ یہ تھا کہ جو یونین لیبر پارٹی کے ساتھ باقاعدہ وابستہ ہو جائے اس یونین کے تمام اراکین لیبر پارٹی کے بالواسطہ رکن ہو جاتے تھے۔ ہر یونین کا رکن لازمی طور پر لیبر پارٹی کے لیے چندہ دیتا تھا۔ بلکہ چندہ یونین والے کاٹ کر لیبر پارٹی کو ادا کر دیتے تھے۔ وابستہ یونین کے کسی رکن کو یہ اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ چندہ دینے سے خود کو مستثنیٰ کر لے۔ 1927 میں متعلقہ قانون میں ترمیم کے ذریعے وابستہ یونین کے اراکین کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ لیبر پارٹی کے لیے چندہ دینے کے لیے تحریری طور پر رضامندی دیں۔ یونینوں کو یہ اختیار نہ رہا کہ وہ ازخود مزدور کی تنخواہ سے چندہ کٹوا سکیں۔ اس ترمیم کا فوری اثر یہ ہوا کہ 1928 میں لیبر پارٹی کی رکنیت بتیس لاکھ سے گر کر بیس لاکھ رہ گئی۔ کئی سال تک اراکین کی تعداد کم وبیش یہی رہی۔ 1946 میں لیبر پارٹی نے عام انتخابات بڑی اکثریت سے جیت کر حکومت بناتے ہی 1927 کی ترامیم کو منسوخ کر دیا اور چندہ کی لازمی کٹوتی بحال ہونے سے لیبر پارٹی کے اراکین کی تعداد چھبیس لاکھ سے بڑھ کر چالیس لاکھ ہوگئی۔ جو اراکین چندہ نہ دینا چاہتے ہوں ان کے لیے یہ لازمی ہو گیا کہ وہ لکھ کر خود کو لازمی کٹوتی سے مستثنیٰ کروا لیں۔ متعلقہ یونینوں کے رکن ہوتے ہوئے یہ امر نفسیاتی اعتبار سے دشوار تھا کہ وہ لکھ کر چندہ کی معمولی رقم کٹوانے سے انکار کریں۔ لہٰذا تقریباً چودہ لاکھ اراکین ایسے تھے جو محض لکھ کر انکار نہ کرنے کی بنیاد پر بادل ناخواستہ لیبر پارٹی کے بالواسطہ رکن ہوئے۔

ظاہر ہے کہ بادل ناخواستہ بنے ہوئے اراکین کی جماعت کے ساتھ وابستگی اتنی گہری اور مخلصانہ نہیں ہوتی جتنی کہ ان اراکین کی ہوتی ہے جو رغبت و رضامندی کے ساتھ براہ راست کسی جماعت کی رکنیت اختیار کرتے ہیں۔ بادل ناخواستہ اختیار کردہ رکنیت متعلقہ جماعت کے اراکین میں بھائی چارہ اور یکجہتی کی نوعیت کو بھی متاثر کرتی ہے۔ 1947 میں برطانوی لیبر پارٹی کے تقریباً ایک تہائی رکن ایسے تھے جو مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق رکن ہونا نہ چاہتے ہوئے بھی چندہ دینے سے تحریری طور پر مستثنیٰ نہ کروانے کی وجہ سے رکن ہوئے۔ مزدور برادری میں شریک ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کا لحاظ اور شرم ملحوظ خاطر تھا۔ لہٰذا نفسیاتی طور پر ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ جب وابستہ یونینوں کی دو تہائی اکثریت رغبت و رضا سے سیاسی چندہ ادا کرتی ہے تو وہ خاص طور پر لکھ کر چندہ دینے سے انکار کریں اور معمولی سی رقم کے لیے مزدور برادری سے سیاسی ناطہ کو ختم کر لیں۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ امر مجبوری ادا شدہ چندہ حقیقی معنوں میں لیبر پارٹی کا رکن بننے میں حائل رہتا ہے۔ اُن کی رکنیت مجبوری کی رکنیت ہوتی ہے۔ جماعت کے ساتھ ایسے اراکین کی وابستگی ان کی ذاتی کمزوری کی علامت ہوتی ہے نہ کہ ان کی وفاداری اور عقیدت کی۔

یہ امر ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ مذکورہ ایک تہائی اراکین کے علاوہ لیبر پارٹی کی دو تہائی اکثریت ایسی ہے جو 1927 اور 1946 کے درمیان کھلم کھلا اور رغبت و رضا سے چندہ دینے پر آمادہ رہی ہے۔ اس دو تہائی اکثریت کی لیبر پارٹی کے ساتھ وابستگی و وفاداری کسی بھی طور پر بلاواسطہ اراکین سے کم تصور نہیں کی جا سکتی۔ لیبر پارٹی کی اسی خصوصیت کی بدولت اس کے بالواسطہ اراکین کا موازنہ لوک جماعتوں کے بلاواسطہ اراکین سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ برطانوی لیبر پارٹی کے مطالعہ سے اخذ شدہ نتائج دوسری بالواسطہ جماعتوں کے اراکین پر منطبق کیے جائیں۔

مندرجہ بالا بحث سے مختصراً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لفظ رکن کی کوئی ایسی واضح تعریف تلاش کرنا عبث ہے جو بلاتخصیص سب جماعتوں پر صادق آتی ہو۔ صرف بلاواسطہ لوک جماعتوں میں باقاعدہ شمولیت کا فعل

اور چندہ کی ادائیگی کو معیار تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کی باضابطہ شمولیت بھی جماعتوں سے وابستگی کی نوعیت کا پورا پتہ نہیں دیتی۔ کمیونسٹ اور اشترا کی جماعتوں میں رکنیت کا طریق یکساں ہونے کے باوجود ان کے اراکین کی متعلقہ جماعتوں کے ساتھ وابستگی کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔ ایک ہی جماعت کے اراکین میں بھی وابستگی وفاداری کے کئی درجے ہوتے ہیں۔ جماعتوں کی رکنیت سے متعلق اعداد وشمار کے تجزیہ سے وفاداری کے درجوں کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(ج) رکنیت کے اعداد وشمار

سیاسی جماعتوں کے کل اراکین کی تعداد معلوم کرنے سے متعلق دو طرح کی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ سب جماعتیں ہمیشہ اراکین سے متعلق کوائف نہ فراہم کرتی ہیں اور نہ باقاعدہ انہیں چھاپتی ہیں دوسرے یہ کہ اعداد وشمار میسر ہوں بھی تو ان کو اکٹھا کرنے اور اندراج وغیرہ کرنے کے طریقہ ایسے ناقص ہوتے ہیں کہ ان سے استفادہ نہیں ہوتا۔ بعض جماعتیں کچھ مصلحتوں کے پیش نظر اپنے اراکین کی مجموعی تعداد بتانے سے گریز کرتی ہیں جب کہ دوسری جماعتیں اپنے دفتری عملہ کے تساہل کی بدولت اس قابل نہیں ہوتیں کہ اعداد وشمار رکھ سکیں یا فراہم کر سکیں۔ بعض اشترا کی جماعتیں، کمیونسٹ اور فسطائی جماعتیں چندہ کا حساب کرتے وقت گاہے بگاہے اراکین کی گنتی بھی کرتی ہیں مگر وہ بھی باقاعدہ اعداد وشمار چھاپتی نہیں اور نہ انہیں مشتہر کرتی ہیں۔ بعض جماعتیں زیادہ سے زیادہ یہ کرتی ہیں کہ اراکین کی کل تعداد متعلقہ جماعت کی سالانہ کانفرنس وغیرہ میں پیش کرتی ہیں تا کہ تنظیم کی قیادت مجموعی صورت سے آگاہ رہے جب کہ دوسری جماعتیں اس معاملہ میں قطعی راز داری سے کام لیتی ہیں۔ لہٰذا اس موضوع پر تحقیق کے لیے اعداد وشمار حاصل کرنا انتہائی دشوار امر ہے۔ اگر میسر ہوں بھی تو ان کا معتبر ہونا محل نظر ہوتا ہے۔ جماعتیں جان بوجھ کر اپنے اراکین کی تعداد بڑھا چڑھا کر بھی بیان کرتی ہیں۔ تربیت یافتہ عملہ ہوتا نہیں جو درست اعداد وشمار کی ضمانت دے سکے۔ بعض جماعتوں میں بے شمار جعلی نام یوں ہی فہرست میں لکھ لیے جاتے ہیں۔

اراکین کی مجموعی تعداد کا اندازہ لگانے کے لیے دو طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ متعلقہ جماعت کا مرکزی دفتر رکنیت کے جتنے کارڈ شاخوں وغیرہ کو بھجوائے اس سے مجموعی تعداد کا اندازہ لگایا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر شاخ سے حساب لیا جائے کہ جتنے کارڈ انہوں نے مرکزی دفتر سے خریدے تھے ان میں سے کتنے استعمال ہوئے ہیں۔ بعض شاخیں ضرورت سے زیادہ کارڈ منگوا لیتی ہیں مگر اتنے رکن نہیں بنا سکتیں اور بقایا کارڈ بیکار پڑے رہ جاتے ہیں۔ رکن سازی کی مہموں اور انتخابی معرکوں سے پہلے متعلقہ شاخوں اور مقامی تنظیموں میں زیادہ کارڈ منگوانے کا رجحان ہوتا ہے۔ مقامی قیادت زیادہ کارڈ منگوا کر مرکزی قیادت کی نظر میں سرخرو ہونے کی خواہاں ہوتی ہے۔ اس لیے اراکین کی تعداد کا اندازہ محض مرکزی دفتر سے جاری شدہ کارڈوں کی بنیاد پر لگانا درست نہیں۔ فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی غالباً ارادتاً مبالغہ کے لیے یہی طریقہ استعمال کرتی رہی ہے جب کہ برطانیہ کی لیبر پارٹی اراکین کو حقیقی معنوں میں جاری شدہ کارڈوں سے مجموعی تعداد کا اندازہ کرتی ہے۔

برطانوی لیبر پارٹی کا طریق اراکین کی تعداد کا صحیح اندازہ لگانے میں مدد دے سکتا ہے۔ البتہ یہ طریق مشکل ہے جبکہ مرکزی دفتر سے شاخوں کو جاری شدہ کارڈوں کی تعداد حاصل کرنا آسان ہوتا ہے۔

لیبر پارٹی کا طریق بھی سقم سے خالی نہیں۔ مقامی شاخیں اور انجمنیں عام طور پر یہ کوشش کرتی ہیں کہ ضرورت سے کچھ زیادہ کارڈ اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ بعض جماعتیں، خاص طور پر وہ جو لیبر پارٹی کی طرح باقاعدہ منظم نہ ہوں اور انداز بھی تحکمانہ رکھتی ہوں، جان بوجھ کر زیادہ کارڈ منگوالیتی ہیں۔ زیادہ کارڈ منگوانے سے جہاں وہ مرکزی قیادت کی خوشنودی حاصل کرتی ہیں وہاں وہ مرکزی کانفرنس میں اپنے نمائندوں کی تعداد میں اضافہ کرسکتی ہیں۔ مرکزی سطح پر شاخوں کی نمائندگی شاخ میں اراکین کے تناسب سے ہوتی ہے۔ اس لیے مقامی قیادت بڑھ چڑھ کر مرکزی دفتروں سے زیادہ کارڈ حاصل کر لیتی ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں جعلی اراکین کا بڑے پیانے پر اندراج عام روش ہے۔ کارڈ حاصل کر لیے اور دفتر میں بیٹھ کر رجسٹر میں جعلی نام اور پتے درج کر کے ان کا چندہ خود ادا کر دیا۔

مقامی قیادت جعلی ناموں سے اراکین کی تعداد اور چندہ میں اضافہ سے مرکزی قیادت کی خوشنودی حاصل کرتی ہے اور اسی سے مرکزی سطح پر اپنی شاخ کی زیادہ نمائندگی کے لیے بنیاد بنا لیتی ہے۔ مالی طور پر جو شاخیں مستحکم ہوں وہ مرکزی سطح پر زیادہ نمائندگی بھی حاصل کر لیتی ہیں۔ حاصل بحث گویا یہ ہے کہ شاخوں سے عملاً تقسیم شدہ کارڈوں کی بنیاد پر جمع کردہ اعداد و شمار بھی پورے طور پر معتبر نہیں ہوتے۔ حقیقی معنوں میں اراکین کی تعداد تقسیم شدہ کارڈوں سے بھی شاید کم ہوتی ہے۔ بہرحال کوئی اور طریقہ نہ ہونے کی وجہ سے یہی ایک طریقہ ہے جس سے اراکین کی مجموعی تعداد کا کسی قدر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ طریقہ بھی صرف انہیں جماعتوں کے ضمن میں کارآمد ہے جو باقاعدہ رکن سازی کرتی ہیں۔ وہ جماعتیں جہاں رکن سازی کا کوئی قاعدہ متعین نہیں ہوتا وہاں یہ طریق بھی بے سود ہے۔

اراکین کی مجموعی تعداد سے متعلق اعداد و شمار کی بنیاد پر دو طرح کے مطالعات کیے جا سکتے ہیں۔ سیاسی جماعتوں کے ارتقاء اور ان کی طبقاتی و معاشرتی ساخت کے مطالعہ اور تجزیہ میں یہ اعداد و شمار مددگار ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک عام تاثر یہ ہے کہ اقتصادی بحران اور بدحالی بائیں بازو کی جماعتوں کے اراکین میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے۔ یورپ کی سیاسی جماعتوں کے اراکین کے متعلق اعداد و شمار کے تجزیہ سے اقتصادی حالات اور رکنیت کے درمیان اس نوعیت کا تعلق ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ مجموعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جماعتوں کی رکنیت اقتصادی حالات کا اثر قبول نہیں کرتی۔ یہ درست ہے کہ دو جنگوں کے درمیانی عرصہ میں فرانس اور برطانیہ کی اشتراکی جماعتوں کے اراکین کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ مگر اس عرصہ کے دوران ڈنمارک اور سویڈن میں جماعتوں کی حیثیت جوں کی توں رہی۔ فرانس کی سوشلسٹ پارٹی کے اراکین کی تعداد میں اگرچہ 46-1919 کے درمیانی عرصہ میں کافی اضافہ ہوا مگر 34-1930 کے اقتصادی بحران کے سالوں میں اس کے اراکین کی تعداد وہی رہی جو بحران سے پہلے تھی۔ بلکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اقتصادی بحران کی وجہ سے اراکین کی تعداد میں کچھ کمی واقع ہوئی تھی۔ یہی صورت برطانوی لیبر پارٹی کے اراکین کی تھی۔ 32-1929 کے اقتصادی بحران کے دوران لیبر پارٹی سے وابستہ ٹریڈ یونینوں کے اراکین کی تعداد بھی جوں کی توں رہی حالانکہ یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ ٹریڈ یونین کے ناطے اور تعلق کی وجہ سے عام مزدور اقتصادی بحران سے متاثر ہو کر لیبر پارٹی کی طرف رجوع کریں گے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ البتہ جماعت کے لیے ووٹ دینے والوں کی تعداد میں کچھ اضافہ ضرور ہوا تھا۔ ملحوظ رہے کہ ہر ووٹ دینے والا فرد جماعت کا رکن نہیں بن جاتا مگر یہ امر بھی یقینی نہیں کہ اقتصادی بحران کی بدولت بائیں بازو کی جماعتوں کے لیے ووٹ دینے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ جرمنی میں 1929 کے اقتصادی

بحران کا اثر بالکل الٹ ہوا تھا۔ جرمنی میں ہٹلر کی نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے فروغ اور اقتصادی بحران کے درمیان بیکاروں کی تعداد میں اضافہ ہوا جب کہ اسی عرصہ میں جرمن کمیونسٹ پارٹی کی تعداد جوں کی توں رہی۔ ہٹلر کی جماعت بائیں بازو کی نہیں بلکہ انتہا پسند دائیں بازو کی جماعت تھی۔

قرین حقیقت یہی معلوم ہوتا ہے کہ چند ایسے جماعتوں کے علاوہ جو ہیجانی اور غیر معمولی حالات میں ابھریں اور فروغ پایا، باقی ماندہ پرانی یا مستحکم جماعتوں کے اراکین کی تعداد خارجی حالات سے متاثر نہیں ہوئی۔ خارجی حالات خواہ اقتصادی نوعیت کے ہوں یا سیاسی نوعیت کے مستحکم جماعتوں کے اراکین کی تعداد کی میں قابل ذکر تحریف اضافہ کا باعث نہیں ہوتے۔ البتہ یہ درست ہے کہ خارجی واقعات کی بجائے جماعت کے اندرونی واقعات اراکین کی تعداد پر زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ جماعت کی قیادت میں تبدیلی، اندرونی نفاق و پھوٹ یا حکمت عملی اور ترجیہات میں اہم تبدیلیاں اراکین کے لیے زیادہ اہم واقعات ہوتے ہیں۔ فرانس کی سوشلسٹ پارٹی کی 1920 کی سالانہ کانفرنس میں نااتفاقی اراکین کی تعداد میں کمی پر منتج ہوئی تھی۔ ناروے کی لیبر پارٹی میں 1920 کی پھوٹ کا بھی یہی اثر ہوا تھا۔ برطانوی لیبر پارٹی اور سویڈن کی سوشلسٹ پارٹی میں اصلاحات نے بھی ہر دو کے اراکین کی تعداد پر منفی اثرات مرتب کیے۔ مجموعی اعداد و شمار کے مطالعہ سے سیاسی جماعتیں ایک ایسی برادری معلوم ہوتی ہیں۔ جن کے عروج و زوال کے اپنے خاص قاعدے اور محرکات ہیں۔ یہ سیاسی برادریاں خارجی حالات کے اثرات سے نسبتاً محفوظ ہوئے اپنے اندرونی واقعات سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ ان کا وجود قومی وجود کا حصہ ہوتے ہوئے بھی یک گونہ الگ حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ہرگز لازم نہیں کہ قومی نوعیت کے تغیرات یا بحران ان میں منعکس ہوں۔ سیاسی جماعتوں کی حیثیت میں تغیر و تبدل 5ان کی مقبولیت میں کمی یا اضافہ ان کی اپنی اقدار اور اندرونی محرکات سے عمل میں آتا ہے۔ جماعتیں خارجی ماحول اور بیرونی واقعات کی تصویر نہیں ہوتیں بلکہ اپنی علیحدہ زندگی رکھتی ہیں۔ ان کی زندگی میں تغیر و ہیجان مد و جزر زیادہ تر اندرونی واقعات و تغیرات سے پیدا ہوتا ہے۔ ان اندرونی تغیرات سے متعلق تا حال کوئی ایسے کلیے اخذ نہیں کیے جا سکے جو ہر ملک ہر جماعت پر یکساں طور پر صادق آئیں۔ البتہ جماعتوں کی زندگی اور سرگرمیوں کے مطالعہ پر مبنی کچھ مشاہدات بیان کیے جا سکتے ہیں۔

سیاسی جماعتوں کی سرگرمیاں تواتر سے جاری رہتی ہیں۔ ان میں کمی بیشی بھی ہوتی ہے اور جوش و خروش میں بھی اتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔ یہ اتار چڑھاؤ یونہی بے ہنگم اور بے جواز نہیں ہوتا بلکہ اس میں سنگیت کی طرح ایک ترتیب ہوتی ہے۔ بعض سیاسی جماعتوں کی سرگرمیاں وقتی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ عام انتخابی معرکوں کے دوران میں اور ان کے قریب ان کی سرگرمیاں عروج پر ہوتی ہیں اور انتخابات کے بعد نسبتاً سرد پڑ جاتی ہیں۔ اعداد و شمار کے تجزیہ سے یہ ثابت ہے کہ اراکین کی تعداد میں کمی اور اضافہ عام انتخابات سے متعلق ہوتا ہے۔ انتخابات کے سال میں اراکین کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کے بعد تعداد جوں کی توں رہتی ہے یا اس میں کمی واقع ہوتی ہے۔ عام انتخابات کے قریب آتے ہی رکنیت میں پھر اضافہ کا رجحان ہوتا ہے۔ رکنیت میں کمی اور اضافہ کا ایک چکر سا چلتا رہتا ہے جو انتخابی دور 1 سے وابستہ ہوتا ہے۔ 1919-39 کے درمیان فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کے اراکین کی تعداد میں کمی اور اضافہ کے مطالعہ سے یہی بات ظاہر ہوتی ہے۔ کئی اور جماعتوں کے اراکین سے متعلق اعداد و شمار کے تجزیہ سے بھی دوری تغیرات ۲ رونما ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ بہرحال اراکین کی تعداد میں دوری تغیر کو نہ تو حتمی قرار دیا جا سکتا

ہے اور نہ یہ ہر سیاسی جماعت پر صادق آتا ہے۔ مثال کے طور پر برطانیہ سویڈن اور ناروے کی سوشلسٹ جماعتوں کے اراکین کی تعداد میں دوری قسم کا تغیر ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا تھوڑے عرصہ پر پھیلے ہوئے تجزیہ کی بنیاد پر اراکین کی تعداد میں اُتار چڑھاؤ سے متعلق کلیہ اخذ نہیں کیا جا سکتا۔

مندرجہ بالا حقائق کے باوجود یہ بات درست ہے کہ بعض جماعتوں کے اراکین کی تعداد دوسری جماعتوں کی نسبت زیادہ مستحکم ہوتی ہے۔ ایک ہی جماعت کی تعداد میں بھی کمی بیشی واقع ہوتی رہتی ہے۔ بہت سے افراد ایسے ہوتے ہیں کہ ایک دن رکنیت کا فارم پر کرتے اور چندہ ادا کرتے ہیں اور دوسرے دن سب کچھ چھوڑ چھاڑ دیتے ہیں۔ وہ نہ کارڈ کی دوبارہ تجدید کرواتے ہیں اور نہ ان کا جماعت سے عملاً کوئی سروکار رہتا ہے۔ ایسے اراکین میں سے چند ایسے ہوتے ہیں جو جماعت سے باضابطہ مستعفی ہونے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔ البتہ ان کے نام متعلقہ جماعتوں کے اراکین کی فہرستوں میں چلتے رہتے ہیں۔ جو جماعتیں محنت سے فہرستوں کی چھان بین نہیں کرتیں ان میں اس قسم کے لاتعداد اراکین خوامخواہ فہرستوں میں اضافہ دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے اراکین کا شمار بددل یا معطل قسم کے اراکین میں ہوتا ہے۔ البتہ وہ اراکین جو پختگی اور استقامت سے رکنیت جاری رکھتے ہیں وہی کسی جماعت کی اصل طاقت کا منبع ہوتے ہیں۔

اراکین میں استقامت کا اندازہ لگانا یوں ممکن نہیں ہوتا کہ جماعتیں مکمل اعداد وشمار رکھنے کی زحمت نہیں کرتیں۔ بعض جماعتوں میں یہ دستور رہا ہے کہ وہ نئے اراکین اور پرانے کی علیحدہ میں یہ دستوار رہا ہے کہ وہ نئے اراکین اور پرانے اراکین کی علیحدہ فہرستیں رکھتی تھیں، مگر ان

1- Electoral Cycle

2- Cyclical Fluctuation

میں بھی چھوڑ جانے والے اراکین کی کوئی الگ فہرست نہیں ہوتی۔ پرانے اراکین میں ہزاروں ایسے ہوتے ہیں۔ جنہوں نے ایک دفعہ رکن بن جانے کے بعد کبھی دوبارہ جماعت کی طرف رخ نہیں کیا ہوتا۔ اراکین کی استقامت کا اندازہ اسی صورت میں لگایا جا سکتا ہے جب کہ ہر رکن کا سال رکنیت، باقاعدہ تجدید رکنیت اور ترک رکنیت کی علیحدہ فہرستیں محفوظ ہوں اور ان کو ہمیشہ درست رکھنے کا اہتمام کیا جائے۔ سیاسی جماعتوں سے یہ توقع بے سود ہے کہ وہ اس قدر کا درست اعداد وشمار کا اہتمام کریں کیونکہ اس قسم کے مفصل اور معتبر اعداد وشمار سے ان کے اراکین میں عدم استحکام جیسی کمزوری کی نشان دہی ہو سکے گی۔ وہ کونسی سیاسی جماعت ہوگی جو اپنی کمزوریوں کو یوں ظاہر کرے گی۔

بہت سی جماعتوں میں مستقل مزاج اور پختہ قسم کے اراکین کا تناسب بہت کم ہوتا ہے۔ فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی کا یہ وصف رہا ہے کہ وہ مسلسل نئے اراکین سے نئی زندگی حاصل کرتی رہی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 1939 میں اس پارٹی کے مستقل اراکین کا تناسب مجموعی رکنیت کا صرف تین سے چار فیصد تک تھا۔ اس کے تقریباً 90 فیصد اراکین چھ سات سال سے زیادہ پرانے نہیں تھے۔ 1945 کے اعداد وشمار سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی کے ہر چار اراکین میں سے صرف ایک ایسا تھا جس نے ایک سال گزرنے کے بعد رکنیت برقرار رکھی۔ اراکین میں استقامت کے اعتبار سے فرانس کی سوشلسٹ پارٹی کا حال بھی ایسا ہی رہا ہے۔ 1920 میں برطانوی لیبر پارٹی بھی زیادہ تر غیر مستقل قسم کے اراکین پر مشتمل تھی۔ ایک اندازے کے مطابق 20-1918 کے دوران میں برطانوی لیبر پارٹی میں

بھی ہر چار میں سے صرف ایک رکن ایسا تھا جو مستقل تھا۔ مذکورہ دو سالوں میں شامل ہونے والے چار میں سے تین افراد نے رکنیت کو خیر باد کہہ رکھا تھا مگر ان کے نام خواہ مخواہ فہرستوں کی زینت بنے رہے۔

مجموعی رکنیت سے متعلق اعداد و شمار سے اگر مستقل اور غیر مستقل اراکین کی تخصیص کی جا سکے تو تحقیق کے لیے بہت مفید ہوگا۔ اولاً اس لیے کہ اس سے جماعتی برادری کی نفسیاتی کیفیت صحیح طور پر معلوم ہو سکے گی اور دوسرے اس کی سماجی ساخت سے متعلق صحیح صورت سامنے آجائے گی۔ کسی جماعت کی ساخت اور ہیئت میں بنیادی تبدیلی مستقل اراکین کی تعداد اور اوصاف میں اساسی تبدیلی کے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔ جماعت میں مصنوعی نوعیت کی تبدیلیاں غیر مستقل اراکین کو متاثر کرتی ہیں اور ان کی وجہ سے رونما بھی ہوسکتی ہیں۔ کسی جماعت کی نوعیت میں یکسر تبدیلی مستقل اراکین کی صفوں میں تبدیلی کے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔ سردست مجموعی رکنیت سے متعلق ایسے اعداد و شمار موجود نہیں جن کی بنیاد پر معتبر کلیے اخذ کیے جاسکیں۔ اس کے لیے مزید کاوش، احتیاط اور بھرپور تحقیق کی ضرورت ہے۔ اس کام میں بہت سی اور مشکلات کے باوجود اراکین کے متعلق معتبر اور تفصیلی اعداد و شمار کے بغیر سیاست میں لوگوں کی شرکت، جماعتوں کے ساتھ ان کی وابستگی، سیاسی محرکات اور دیگر امور سے متعلق کلیے اخذ نہیں کیے جاسکتے۔ گویا مزید اعداد و شمار اور تحقیق کی ضرورت ناگزیر ہے۔

(2) جماعتوں میں شمولیت کے درجات

سیاسی جماعتوں میں لوگوں کی شمولیت اور ان کی سرگرمیوں میں شرکت یکساں نوعیت کی نہیں ہوتی۔ کچھ لوگ جماعتوں میں برائے نام شامل ہوتے ہیں اور کچھ زیادہ سنجیدگی کے ساتھ شمولیت اختیار کرتے ہیں۔ شمولیت کے مختلف درجات کی تخصیص بھی کی جاسکتی ہے۔ جن سیاسی جماعتوں میں رکنیت کا کوئی باضابطہ طریق کار نہیں ہوتا ان میں بھی جماعت سے وابستہ افراد کے تین حلقے متعین کیے جاسکتے ہیں۔ تعداد کے اعتبار سے سب سے بڑا حلقہ ان افراد کا ہوتا ہے جو جماعت کے اُمیدواروں کے لیے مقامی اور قومی سطح پر ووٹ دیتے ہیں۔ دوسرا حلقہ ان لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے جو اس جماعت کے حامی کہلاتے ہیں۔ لفظ ''حامی'' کا مفہوم اگرچہ مبہم ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ کچھ لوگ جماعتوں کے حامی ضرور ہوتے ہیں اور متعلقہ جماعت کے ساتھ ان کی وابستگی جماعت کے ووٹروں کی نسبت زیادہ گہری ہوتی ہے۔ جماعت کے حامی اشخاص اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ جماعت کے حامی ہیں۔ وہ متعلقہ جماعت کے نقطۂ نظر کا علی الاعلان دفاع کرتے ہیں اور بعض اوقات جماعت کی مالی امداد بھی کرتے ہیں۔ ایسے افراد اگر جماعت کی تنظیم میں شامل نہ بھی ہوں تو بعض اوقات جماعت کے زیر اثر ذیلی تنظیموں 1 میں شامل ہوتے ہیں۔ ایسے حامی افراد کو ہم سفر اور ہم نوا بھی کہا جاتا ہے۔

جماعتوں سے متعلق افراد کا تیسرا حلقہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں متشددین ۲ کہا جاتا ہے۔ یہ حلقہ گویا جماعت کے جاں نثاروں اور جانبازوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہی لوگ جماعت کی روح رواں ہوتے ہیں۔ یہ خود کو مکمل طور پر جماعت کا رکن تصور کرتے ہیں۔ یہی جماعت کی تنظیم کو چلاتے ہیں اور اس کی تبلیغی اور دیگر سرگرمیوں میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ کاڈر جماعتوں کے کاکس بھی ایسے ہی جاں نثاروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا تین حلقوں کے علاوہ جماعت کے باضابطہ اراکین کو چوتھا حلقہ تصور کیا جاسکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ حلقہ صرف ان جماعتوں میں ہوتا ہے جو باضابطہ طور پر لوگوں کو رکن بناتی ہیں۔ حلقہ اراکین کی حیثیت حامیوں اور جاں نثاروں کے درمیان واقع ہوتی ہے۔ ان کی تعداد متشددین سے زیادہ مگر حامیوں سے کم ہوتی ہے۔ جماعت کے ساتھ ان کی وابستگی بھی حامیوں کی نسبت زیادہ گہری ہوتی ہے۔ مگر یہ متشددین سے کم تر وابستگی کے حامل ہوتے ہیں۔

سیاسی جماعتوں کے مطالعہ میں مذکورہ حلقوں کے درمیان تعلق کا مطالعہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اس تعلق کے مطالعہ اور تجزیہ سے سیاسی جماعتوں کی حقیقی نوعیت جانی جاسکتی ہے۔ جماعتوں کی تنظیموں میں جمہوری اور غیر جمہوری رجحانات کا تعین بھی اسی قسم کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ مثلاً اگر جماعت میں متشددین اور حامیوں کے درمیان تعلق ایسا ہو کہ متشددین حامیوں کی نمائندگی کرتے ہوں اور حامی افراد قیادت کے ہمنوا ہوں اور دونوں کے درمیان یکجہتی اور مفاہمت ہو تو جماعت کی تنظیم جمہوری صفات سے متصف قرار پائے گی۔ اس کے برعکس اگر جماعت کے حلقوں کے درمیان تعلق

1- Ancillary Organisations

2- Militants

حاکم اور محکوم کا ہو یا نمائندگی کا عنصر برائے نام ہو اور مفاہمت و یک جہتی بھی نہ پائی جائے تو اس جماعت کی نوعیت چندسرانہ اور تحکمانہ کہی جاسکتی ہے۔ سیاسی جماعتوں کے ساتھ کسی طور پر وابستہ افراد کے حلقوں کی علیحدہ نشان دہی اور مطالعہ چونکہ نہایت اہم ہے لہٰذا آیئے ہر ایک حلقہ کی صفات اور نوعیت کا ترتیب وار جائزہ لیں۔

(الف) ووٹرز یا منتخب کنندگان

سیاسی جماعت کے ووٹروں سے وہ افراد مراد ہیں جو عام انتخاب میں اس جماعت کے امیدواروں کے حق میں ووٹ دیتے ہیں۔ جماعتوں کے لیے ووٹ دینے والوں کی تعداد کا تعین نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ البتہ دشواری اس صورت میں پیدا ہوتی ہے۔ جہاں امیدوار زیادہ تر آزاد امیدوار ہوں یا جن کی سیاسی وابستگی مشکوک ہو۔ سیاسی جماعتوں کے ارتقاء کا مطالعہ، ان کی قوت اور کمزوری کا اندازہ، ان کے لیے ووٹ دینے والوں کی تعداد سے لگایا جاسکتا ہے۔ کاڈر جماعتیں چونکہ باضابطہ رکن سازی کرتی ہی تھیں اس لیے ان کے ضمن میں ووٹروں کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے۔ امریکی جماعتوں کے لیے ووٹ دینے والوں کے مطالعہ سے بعض محققین نے یہ بات بھی کہی ہے کہ امریکہ کی سیاسی جماعتوں کی قومی کنونشن صحیح معنوں میں نمائندہ کنونشن نہیں ہوتی۔ وہ اس لیے کہ ہر دو جماعتوں کی کنونشنوں میں نمائندگی ووٹروں کی تعداد کے تناسب سے نہیں ہوتی۔

جماعت کے لیے ووٹ دینے والے کا تعلق اُس کے اراکین سے کیا ہوتا ہے؟ ظاہر ہے کہ حق میں ووٹ دینے والے سب ووٹر جماعتوں کے رکن نہیں ہوئے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ ووٹروں کی تعداد اور اراکین کی تعداد میں تناسب معلوم کیا جاسکے۔ بہر حال جماعت کے ووٹر اور اراکین متعلقہ جماعت کے ساتھ دو طرح کی وابستگی وفاداری کی علامت ہیں۔ ان میں اراکین ووٹروں کی راہنمائی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جماعتوں کے پارلیمانی نمائندے جن کو ووٹروں نے منتخب کیا ہوتا ہے۔ وہ جماعت کے اراکین کے قائم کردہ اداروں کے زیرنگرانی اور ان کے تابع ہوتے جارہے ہیں۔ کسی جماعت کے مطالعہ

کے ضمن میں ہر دو کے درمیان ہم آہنگی یا تصادم کی نوعیت سے جماعت کی نوعیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مختلف جماعتوں میں ہر دو کے درمیان تعلق کے حوالہ سے جماعتوں کا تقابلی مطالعہ بھی ممکن ہے۔ اگر چہ تقابلی مطالعہ اعداد وشمار میں سقم اور قلت کی وجہ سے آسان نہیں۔ پھر بھی ایک ملک کی جماعتوں یا ایک جیسی جماعتوں کے درمیان تقابل ووٹروں اور اراکین کے درمیان تناسب معلوم کرنے سے کیا جا سکتا ہے۔ اس تناسب کی اہمیت محدود ہے۔ یاد رہے کہ رکنیت کا تصور جماعتوں میں مختلف ہوتا ہے۔ کاڈر جماعتیں رکنیت کے تصور سے عاری ہوتی ہیں اور دوسری جماعتوں میں رکنیت کا طریق کار اور ان کے اندراج کے طریقے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر کمیونسٹ پارٹیوں اور سوشلسٹ پارٹیوں میں اراکین اور ووٹروں میں تناسب کے حوالہ سے تقابل بے معنی ہوگا۔ کیونکہ دونوں مذکورہ جماعتوں میں رکن کا مفہوم بالکل مختلف ہے۔ اسی طرح برطانوی لیبر پارٹی اور فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی میں اراکینی تناسب ۱ کے حوالہ سے تقابل اس لیے درست نہیں کہ برطانوی لیبر پارٹی ایک بالواسطہ جماعت ۲ ہے جب کہ فرانس کی مذکورہ جماعت بلاواسطہ رکنیت ۳ کے تصور پر استوار ہے۔ ان مشکلات کے پیش نظر مختلف ساخت رکھنے والی جماعتوں میں تقابل علمی اعتبار سے ناقابل قبول ہو جاتا ہے۔ البتہ اراکنی تناسب کے حوالہ سے ایک جماعت کے مختلف ادوار میں تقابل ممکن ہوگا۔ یا اس جماعت کی مختلف علاقوں میں حیثیت کا تقابل درست ہوگا۔ اس کے علاوہ ساخت کے اعتبار سے یکساں نوعیت کی جماعتوں میں تقابل مفید ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک ملک یا مختلف ممالک کی کمیونسٹ جماعتوں میں تقابل یا سوشلسٹ یا دیگر جمہوری جماعتوں سے مماثلت رکھتی ہوں۔ اس کا تقابل بھی انہیں جماعتوں کے درمیان کیا جا سکتا ہے جو اپنے ابتدائی دور تشکیل سے گزر کر بلوغت کو پہنچ چکی ہوں اور قدرے استحکام کے ساتھ سرگرم عمل ہوں۔ ایسی جماعتیں جو چند سو اراکین پر مشتمل ہوں اور صرف چند امیدوار کھڑے کر کے کچھ ووٹ حاصل کرتی ہوں تقابلی مطالعہ کے لیے موزوں نہیں۔

جماعتوں کے تفصیلی اور تقابلی مطالعہ کی راہ میں اگر چہ مشکلات موجود ہیں مگر ان پر مزید تحقیق سے جماعتوں کے متعلق کلیے اخذ کرنے کا امکان ہے۔ اراکین اور ووٹروں کے درمیان تعلق، ان کا باہمی تناسب، سیاسی واقعات وحوادث پر ان کے طرز عمل میں تفاوت یا ہم آہنگی ایسے موضوعات ہیں جن پر تھوڑی بہت تحقیق ہوئی ہے۔ باوجود محدود اور ناکافی ہونے کے یہ تحقیق ووٹروں اور ممبران کے درمیان تعلق کے ضمن میں ایک فرضیہ 1 یا ممکنہ کلیہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کلیہ یہ ہے کہ سیاست میں ایک ہی جماعت کے ووٹر اور ممبران ایک دوسرے سے مختلف اور آزادانہ طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً سیاسی جماعتوں کے بارے میں ووٹر اور ممبران کا ردعمل مختلف پایا گیا ہے۔ بعض سیاسی جماعتوں کے ارتقاء کے دوران ہر دو کے طرز عمل میں مطابقت بھی پائی گئی ہے۔ مگر یہ مطابقت نسبتاً کم پائی جاتی ہے۔ اسی طرح جماعتوں کے اراکین اور ووٹروں کے تعداد میں اضافہ بھی یکساں شرح سے نہیں ہوتا۔ عام طور پر مشاہدہ یہ ہے کہ ووٹروں کی تعداد میں اضافہ اراکین کی تعداد میں اضافہ کی نسبت زیادہ تیزی سے ہوتا ہے۔ جوں جوں کسی جماعت کے ووٹروں کی تعداد بڑھتی ہے اراکین کا تناسب کم ہوتا جاتا ہے، جب کہ ووٹروں میں کمی کے ساتھ اراکین کا تناسب بڑھ جانے کا رجحان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی مشاہدہ میں آیا ہے کہ جماعتوں کے ساتھ اراکین کی وابستگی میں ووٹروں کی نسبت زیادہ استحکام ہوتا ہے۔ اراکین کی وابستگی کی میں نسبتاً استحکام کی یہ صورت ہر جماعت کے بارے میں درست نہیں ہوتی۔ بعض جماعتوں کے مطالعات

میں اراکین کی نسبت ووٹروں کی تعداد میں زیادہ استحکام پایا گیا ہے۔مثلاً سوئٹزر لینڈ کی سیاسی جماعتوں کے لیے 1930 سے ووٹروں کی تعداد اراکین کی تعداد کی نسبت بہت مستحکم رہی ہے۔

اراکین اور ووٹروں کی تعداد میں تحریف واضافہ کی شرح میں تفاوت کے علاوہ دوسرے امور کے بارے میں ہر دو کے طرزعمل میں بھی تفاوت ہوتا ہے اس ضمن میں دو طرح کے امور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔متعلقہ ممالک کے

1- Hypothesis

سیاسی اور اقتصادی حالات وواقعات اور متعلقہ جماعتوں کے اندرونی حوادث اور بحران، سیاسی جماعتوں میں اندرونی خلفشار یا تبدیلیوں پر اراکین کا ردعمل ووٹروں کے ردعمل کی نسبت زیادہ واضح ہوتا ہے۔اسی طرح سیاسی اور سماجی واقعات پر بھی ہر دو کا ردعمل مختلف ہوتا ہے۔البتہ یہ ثابت کرنا دشوار ہے کہ ان میں سے کس کا ردعمل کم اور کس کا زیادہ شدید ہوتا ہے۔سیاسی جماعتوں میں خلفشار اور پھوٹ پر ووٹروں اور ممبروں کے ردعمل میں تفاوت کی کئی مثالیں ہیں۔

1914 کی جنگ عظیم کے بعد بائیں بازو کی یورپی جماعتوں میں خلفشار اور پھوٹ نے اراکین اور ووٹروں پر مختلف اثرات مرتب کیے۔فرانس کی سوشلسٹ جماعت نے پھوٹ کی وجہ سے تقریباً سینتالیس فیصد اراکین کھو دیے تھے، جب کہ اس جماعت کے لیے ووٹروں کی تعداد صرف تین فیصد کے قریب کم ہوئی تھی۔اسی طرح 1921 میں ناروے کی مزدور جماعت میں پھوٹ کی وجہ سے ساٹھ فیصد اراکین نے جماعت کو چھوڑ دیا جب کہ ووٹروں کی تعداد میں صرف آٹھ فیصد کمی واقع ہوئی تھی۔اس کے برعکس جرمنی اور برطانیہ میں جماعتی پھوٹ اور خلفشار کے متعلق ووٹروں اور اراکین کا طرزعمل مذکورہ بالا طرزعمل کے برعکس رہا ہے۔جرمنی کی سوشلسٹ پارٹی میں 1920 کی پھوٹ کی وجہ سے جماعت کے حق میں ووٹروں کی تعداد میں تقریباً چھیالیس فیصد کمی ہوئی جب کہ اراکین کی تعداد میں چھ فیصد کے قریب اضافہ ہوا۔اسی طرح کا رجحان برطانیہ کی لیبر پارٹی میں 29-1924 کے دوران واقع ہوا۔

سیاسی جماعتوں کے اندرونی واقعات کے علاوہ سیاسی اور سماجی واقعات وتغیرات کے بارے میں متعلقہ جماعتوں کے اراکین اور ووٹروں کے طرزعمل میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔جنگ عظیم 1914 اور 1939 جیسے واقعات نے اگرچہ یورپی اشتراکی جماعتوں کے اراکین اور ان کے لیے ووٹروں کے تعداد میں اضافہ کیا مگر ہر دو کی تعداد میں اضافہ کی شرح مختلف تھی۔فرانس میں اگرچہ 19-1914 کے درمیان ہر دو کی تعداد میں اضافہ کی شرح میں قریباً یکسانیت تھی مگر برطانیہ میں مشاہدہ اس کے برعکس تھا۔ 18-1910 کے درمیانی عرصہ میں برطانوی لیبر پارٹی کے لیے ووٹروں کی تعداد میں دوسو فیصد اضافہ ہوا۔جب کہ اسی عرصہ میں اراکین کی تعداد میں ایک سو فیصد اضافہ ہوا۔یہی صورت 45-1935 کے درمیانی عرصہ میں رہی جب اراکین میں قریباً بیس فیصد اضافہ ہوا اور پارٹی کے لیے ووٹروں کی تعداد 43 فیصد تک بڑھی۔ان مطالعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خارجی حالات اور واقعات کا اثر اراکین اور ووٹروں پر جماعتی خلفشار کے اثر سے اُلٹ ہوتا ہے۔سیاسی وسماجی واقعات سے ووٹر حضرات اراکین کی نسبت زیادہ اثر قبول کرتے ہیں جب کہ جماعتوں کے اندرونی واقعات جیسے پھوٹ اور قیادت وغیرہ میں تبدیلی ووٹروں کو نسبتاً کم اور متعلقہ جماعت کے اراکین کو زیادہ متاثر کرتی ہے۔

سیاسی جماعتوں کے اراکین اور ووٹروں کے درمیان تعلق سے متعلق مندرجہ بالا گزارشات اگرچہ

مشاہدہ مبنی ہیں مگر ان گزارشات کو کلیہ تصور کرنا قبل از وقت اس لیے ہوگا کہ بعض دیگر مطالعات میں ووٹروں اور اراکین کا طرز عمل مذکورہ بالا طرز عمل کے برعکس ہونا بھی ثابت ہوا ہے۔ مثلاً فرانس کی سوشلسٹ پارٹی کے لیے ووٹروں کی تعداد میں پچیس فیصد اضافہ ہوا جب کہ ان ہی سالوں (45-1936) کے درمیان اراکین کی تعداد میں 65 فیصد اضافہ ہوا۔ اسی طرح سوئٹزر لینڈ میں 20-1916 کے درمیان اراکین کی تعداد میں بدستور اضافہ کے ساتھ ووٹروں کی تعداد میں کمی ہوتی گئی۔ یہی صورت ناروے کی سوشلسٹ پارٹی کی تھی۔ گویا یکساں نوعیت کے واقعات سے دوچار ہونے کے باوجود جماعتوں کے اراکین اور ووٹروں نے متضاد طرز عمل اختیار کیا۔ ہر دو گروہوں میں متضاد طرز عمل اختیار کرنے کا رجحان برطانوی لیبر پارٹی کی تاریخ کے علاوہ جرمنی اور فرانس کی سوشلسٹ جماعتوں کی تاریخ اور ارتقاء کے مختلف ادوار کے مطالعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا نتائج یا مشاہدات ناکافی بھی ہیں اور قدرے سطحی ہونے کی وجہ سے ان کو ایک کلیہ یا ثابت شدہ تعمیم کی درجہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔ ہاں البتہ جماعتوں کے ووٹروں اور ان کے اراکین کے درمیان تعلق کے ضمن میں یہ مشاہدات ایک قابل عمل فرضیہ ا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ووٹروں اور اراکین کے طرز عمل میں تفاوت ہی ان کے درمیان تعلق کا مرکزی نقطہ ہے۔ مزید تحقیق اگر اس

1- Hypothesis

تفاوت کو ثابت کر دے تو اس کی حیثیت ''قانون تفاوت'' کی ہوگی جو ووٹروں اور اراکین کے طرز عمل میں تفاوت کے غالب امکان کی تصدیق کرے گا۔ بہر حال یہ واضح ہے کہ ووٹروں کی نسبت کسی جماعت کے اراکین ایک ''دربستہ حلقہ'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی اپنی ایک دنیا ہوتی ہے جہاں واقعات وحوادث پر اپنے ہی رسوم اور معیار کے مطابق اراکین عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ان کے عمل کے معیار ووٹروں کے عمل کے معیاروں سے مختلف ہوتے ہیں۔ رائے عامہ میں اُتار چڑھاؤ کے اثرات بھی اراکین کم قبول کرتے ہیں۔ ''قانون تفاوت'' ۲ کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو سیاسی جمہوریت کا وہ روایتی تصور بالکل منہدم ہو جاتا ہے جس میں جماعتوں کے رائے عامہ کا مظہر اور پارلیمانی نمائندوں کو اس کا ترجمان سمجھا جاتا ہے۔

سیاسی جماعتوں کے اعلیٰ انتظامی ادارے اراکین میں سے لیے ہوئے افراد پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جماعتوں کے یہ ادارے اپنی جماعتوں کے پارلیمانی نمائندوں کو اپنے قابو میں رکھتے ہیں حالانکہ ان کو ووٹروں نے منتخب کیا ہوتا ہے۔ صحت جمہوریت کے لیے یہ امر بھی مانع نہ ہو بشرطیکہ جماعتی اراکین اور ووٹروں کے رجحانات اور طرز عمل میں مطابقت و ہم آہنگی ہو۔ مطابقت کی صورت میں اراکین کی حیثیت ایک نمائندہ ہراول دستہ کی ہوگی جو ووٹروں کا ترجمان بھی ہوگا۔ یاد رہے کہ ''قانون تفاوت'' سے ہر دو کے درمیان مطابقت و ہم آہنگی نہیں بلکہ تضاد اور عدم مواقفت ثابت ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان عدم موافقت کے پیش نظر ایک کو دوسرے کا ترجمان یا نمائندہ قرار نہیں دیا جا سکتا اور یہی امر صحت جمہوریت کے لیے شکوک وخطرات پیدا کرتا ہے۔ اراکین اور ووٹروں کے درمیان تفاوت کا اندازہ وتخمینہ دراصل وہ طریقہ ہے جس سے ہم جمہوری نظام کی نوعیت اور اس میں چندسری کی حد کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

(ب) جماعتوں کے حامی

سیاسی جماعتوں کی حمایت کرنے اور حامی ہونے سے کیا مراد ہے؟ ووٹر کا

1- Closed Circle

2- Law of Differentiation

لفظ اور ووٹ دینے کا عمل سادہ اور واضح ہے جب کہ حامی کے لفظ کا نہ مفہوم واضح ہے اور نہ حمایت کرنے کے عمل کے خطوط واضح طور پر متعین ہیں۔ سیاسی جماعت کا حامی ہونے سے مراد جماعت کے ساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے جو ووٹر کی نسبت زیادہ ہو اور رکن کے تعلق سے کم ہو۔ کسی جماعت کا حامی اپنی جماعت کے لیے ووٹ دینے کے علاوہ اپنی وابستگی کو بھی ظاہر کرتا ہے بہت سے ووٹر ایسے ہوتے ہیں جو کسی جماعت کے لیے رازدارانہ طریقہ پر خاموشی سے ووٹ تو دیتے ہیں مگر اس کو ظاہر نہیں کرتے۔ ایسے اشخاص کا اس جماعت سے تعلق محض ووٹر کا ہوتا ہے۔ جوں ہی ایک فرد ووٹ دینے کے بعد اپنی ترجیح کا اعلان کرتا ہے تو وہ ووٹر سے بڑھ کر متعلقہ جماعت کا حامی ہو جاتا ہے۔ کسی جماعت کے ساتھ وابستگی کا اعلان و اظہار دوسرے افراد پر اثرات مرتب کرنے کے علاوہ جماعت کے حامی افراد کو اُس کے ووٹروں سے الگ کر دیتا ہے۔ ووٹروں کے درمیان آپس میں تعلق کی نوعیت ایسی سطحی ہوتی ہے کہ وہ باہم ایک برادری نہیں بن پاتے۔ البتہ حامی افراد کا باہمی تعلق ان کو ایک برادری میں منسلک کر دیتا ہے۔ حمایت کے عمل سے گزر کر وہ اپنے آپ کو دوسروں کی نسبت اور اپنی جماعت کے ووٹروں سے الگ محسوس کرنے لگتے ہیں۔ حامیوں کا باہمی تعلق خواہ کتنا ہی کمزور اور مبہم کیوں نہ ہو وہ حقیقی معنوں میں ایک سیاسی برادری کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اس برادری میں صرف وہی افراد شامل تصور ہوتے ہیں جو اس جماعت کے لیے محض حمایت کے اظہار پر اکتفا نہ کریں بلکہ زبانی اظہار سے بڑھ کر جماعت کے لیے سرگرم عمل ہوں۔ اس کے جلسوں کی رونق ہوں۔ اس کا اخبار پڑھتے ہوں اور دیگر تبلیغی سرگرمیوں میں شامل رہ کر جماعت کے لیے چندہ بھی دیتے ہوں۔ سیاسی جماعتوں کے حامی افراد میں سے چند آگے بڑھ کر رکنیت اختیار کر لیتے ہیں اور ان میں سے بعض مزید آگے بڑھ کر جماعت کے جاں نثاروں کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔

سیاسی جماعتوں کے ساتھ تعلق کے اعتبار سے اگر چہ جماعت کے حامی اُس کے ووٹروں کی نسبت جماعت کے ساتھ زیادہ وابستگی رکھتے ہیں مگر ان کی وابستگی جماعت کے اراکین سے کم تر ہوتی ہے۔ حامیوں نے نہ تو متعلقہ جماعت کے ساتھ اپنے تعلق کو عہد وفاداری پر دستخطوں سے باقاعدہ کیا ہوتا ہے اور نہ سب کے سب جماعت کے لیے باقاعدہ چندہ ادا کرتے ہیں۔ جماعتوں کے حامیوں کا اپنی جماعتوں کے ساتھ اپنے رشتہ کو رسمی اور قانونی طور پر استوار نہ کرنے کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ کاکس پر مبنی جماعتوں میں چونکہ باقاعدہ رکنیت سازی ہوتی ہی نہیں اس لیے ان میں باقاعدہ رکنیت اختیار کرنے کا سوال نہیں ہوتا۔ ان کے ہاں نہ اراکین کا کوئی باقاعدہ رجسٹر ہوتا ہے اور نہ کسی عہد نامہ پر دستخط درکار ہوتے ہیں۔ کاکس کے اراکین ایک طرح کے جاں نثار ہوتے ہیں اور ان کے گرد جو بھی جمع ہوں ان کو کاکس جماعتوں کے حامی قرار دیا جا سکتا ہے۔

کاکس پر مبنی جماعتوں کی مذکورہ بالا صورت شاخ اور سیل پر مبنی جماعتوں میں نہیں ہوتی ان جماعتوں میں باقاعدہ رکن سازی کے باوجود ان کے حامیوں کی بڑی تعداد باقاعدہ رکنیت اختیار کرنے سے اجتناب کرتی ہے حالانکہ وہ جماعت کے ساتھ متفق ہونے کا اعلان بھی کرتے ہیں۔ اس اجتناب کے کئی محرکات ہیں باقاعدہ رکنیت اختیار کرنے کی راہ میں بعض حقیقی دشواریاں ہوتی ہیں۔ مثلاً ملازمت کی

شرائط یا فرائض مانع ہوتے ہیں۔ سرکاری ملازمتوں پر کئی ممالک میں قانونی پابندی ہوتی ہے کہ وہ سیاسی جماعتوں میں شمولیت اختیار نہیں کر سکتے۔ بعض دیگر ادارے بھی ملازمت کی شرائط میں ایسی پابندیاں شامل کرتے ہیں۔ بعض حامیوں کے پیشہ ورانہ تقاضے مثلاً دوکاندار یا تاجر لوگ کھلی وابستگی اختیار کر کے گاہکوں میں شرمندہ نہیں ہونا چاہتے۔ اُسی طرح سرکاری ملازم اپنی سیاسی غیر جانب داری کے تاثر کو مجروح کرنا نہیں چاہتے۔ ان کے علاوہ بہت سے حامی افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے پاس وقت نہیں ہوتا یا صرف حمایت تک اکتفا کرنے کو کافی سمجھتے ہیں اور اُس سے بڑھ کر سیاسی جماعتوں میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ بعض پیشوں کے افراد کے لیے کھلی سیاسی وابستگی خجالت پیدا کرتی ہے مثلاً دوکاندار یا پادری حضرات جماعتوں کی رکنیت اختیار کرنے سے اجتناب اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے گاہک یا عقیدت مند مختلف سیاسی جماعتوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ رکنیت کے سلسلہ میں مذکورہ حقائق خارجی مانعات کی حیثیت رکھتے ہیں اور افراد شعوری طور پر رکن نہ بننے کے اسی قسم کے جواز بیان کرتے ہیں۔

رکنیت کی راہ میں خارجی مانعات اور دشواریوں کے علاوہ ایسی موضوعی اور نفسیاتی رکاوٹیں بھی ہوتی ہیں جو خارجی حالات میں نہیں بلکہ افراد کے ذہنوں میں محفوظ ہوتی ہیں۔ ان ہی نفسیاتی رکاوٹوں کی وجہ سے وہ لوگ سیاسی جماعتوں کی حمایت سے بڑھ کر ان کے رکن نہیں بنتے۔ مثلاً بعض جماعتوں کے حامی افراد اس واسطے رکن نہیں بنتے کہ وہ جماعت کا نظم وضبط اور تجنید او صف بندی کو ذہنی طور پر ناپسند کرتے ہیں اور رکن بن کر سیاست میں شخصی آزادی کو کھونا نہیں چاہتے۔ زمینداروں میں اور متوسط طبقہ میں جماعتوں کی رکنیت سے گریز کا رویہ زیادہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر دائیں بازو کی جماعتوں میں رکنیت کے معاملہ میں نیم دلانہ رویہ پایا جاتا ہے اور اراکین بنانے کے اعتبار سے زرعی علاقوں اور متوسط طبقہ میں یہ جماعتیں زیادہ کامیاب نہیں ہوتیں۔

جماعت کی باقاعدہ رکنیت اختیار کرنے سے شخصی آزادی کھودینے کا خوف دانشور طبقہ کو بھی لاحق ہوتا ہے۔ البتہ ان میں بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو دل وجان سے جماعت کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں۔ وہ اجتماعی عمل کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنی انفرادیت کو قربان کرتے ہوئے پورے طور پر میدان عمل میں اُتر آتے ہیں۔ دانشور طبقہ کے بعض افراد میں جماعتوں کے لیے انتہا درجہ کا ایثار اور فروتنی ان میں ذہنی عدم استحکام کی علامت ہونے کے علاوہ ان میں کسی درجہ اخلاقی میزوکیت۲ کی خواہش کا مظہر بھی ہوتا ہے۔ گویا متعلقہ جماعتوں کے لیے حد درجہ ایثار اور فروتنی ان میں اپنے آپ کو سزا دینے کے نفسیاتی رجحان کی علامت ہے۔ بہر حال دانشور طبقہ جماعتوں کے لیے مخصوص مسائل کا باعث ہوتا ہے۔ وہ یا تو جماعت کے متعلقین کے ساتھ نباہ نہیں کر سکتے کہ ان کی خود پسندی مانع ہوتی ہے یا وہ جماعت کے سامنے انتہا درجہ کی تسلیم ورضا کی روش اختیار کر کے تن، من، دھن سے جماعت کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ دانشور لوگ سیاسی وابستگی کے سلسلے میں میانہ روی کی خو نہیں رکھتے۔ جماعتوں میں ان کا بڑی تعداد میں شامل نہ ہونا

1- Regimentation

2- Moral Masochism

نظریاتی اختلافات کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ وہ حامی تو ہو جاتے ہیں مگر حمایت سے بڑھ کر رکنیت اور مکمل وابستگی سے گریز کرتے ہیں۔ جماعتوں کے ساتھ مسائل پر اتفاق تو کرتے ہیں مگر مکمل اور کلی اتفاق کی راہ

نہیں لیتے کہ وہ شخصی آزادی فکر وعمل کو مقید کرنے کا نام ہے۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ ممکن ہے کہ حامی افراد کی ایک قرین حقیقت تعریف کرسکیں۔ اس کے باوجود جماعتوں کے حامی افراد کی نشان دہی اور ان کی مجموعی تعداد متعین کرنا اتنا آسان نہیں۔ تعداد متعین کرنے میں مشکلات کے علاوہ حامی افراد کی ووٹروں اور اراکین سے الگ نشان دہی اور ان سب کے درمیان تعلقات کی نوعیت معلوم کرنا حد درجہ دشوار ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی جماعت کا اخبار پڑھنے والوں کو اس جماعت کے حامی تصور کیا جائے تو اس اخبار کی تعداد سے اس جماعت کے حامیوں کی تعداد معلوم ہو جائے گی۔ مزید غور کریں تو یہ بات بھی اتنی آسان نہیں کیونکہ بہت سی جماعتیں اپنے حامیوں کو صرف اپنا اخبار پڑھنے کی طرف راغب نہیں کر پاتیں۔ بہت سے حامی ہونے کے باوجود بھی اپنی جماعت کا اخبار نہیں پڑھتے۔ اخبار پڑھنے والوں میں بہت سے رکن اور ووٹر بھی شامل ہوتے ہیں۔ بلکہ اس جماعت کے کئی مخالف بھی اخبار پڑھنے والوں میں شامل ہوتے ہیں۔ ایسے افراد کا مشغلہ ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنی مخالف جماعت کا اخبار پڑھا اور دوست احباب کی محفلوں میں بیٹھ کر خوب دل کھول کر غصہ نکالا۔ لہٰذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جماعتوں کے حامی افراد صرف اپنی جماعت کا اخبار پڑھتے ہیں اور نہ جماعت کا اخبار پڑھنے کو اس جماعت کے حامی ہونے کا حتمی معیار ٹھہرا سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ حامیوں کی تعداد لگانے کے لیے اور معیار بھی اپنائے جاسکتے ہیں۔ مثلاً کسی جماعت کے جلسے اور جلوسوں کی رونق سے اس کے حامیوں کی تعداد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ معیار بھی پہلے سے زیادہ معتبر قرار نہیں پاتا اور وجہ واضح ہے۔ جلسے اور جلوسوں میں شریک ہونے والوں میں شرارتی اور تماش بین عنصر کو خارج نہیں کیا جاسکتا۔ ہر جماعت کا جلسہ ان کے لیے دعوت نظارہ ہوتا ہے اور وہ پورے ذوق وشوق سے تسکین خاطر کے لیے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ کسی جماعت کا جلسہ یا جلوس مخالفین اور غیر متعلقہ لوگوں سے پاک نہیں ہوتا۔ لامحالہ حامیوں کی تعداد معلوم کرنے کے لیے معیار بھی حتمی نہ ہوا۔

مذکورہ بالا تحقیقی مشکلات کے باوجود یہ اعتراف کرنا ضروری ہے کہ یہی ایسے معیار ہیں جن سے حامیوں کی تعداد اور جماعتوں کی مقبولیت کا کچھ نہ کچھ اندازہ لگانا ممکن ہے۔ بہت سے ممالک میں محکمہ پولیس اور اطلاعات اس قسم کی باتوں سے سیاسی جماعتوں کی مقبولیت ومقام میں اُتار چڑھاؤ کا اندازہ لگاتے ہیں۔ امریکہ میں بھی پرائمریز میں عام شرکت سے انتخابات میں جماعتوں کی کامیابی کے امکانات کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ ایک محقق اور کر بھی کیا سکتا ہے، کیونکہ یہی معروضی حقائق ہیں جو قابل مشاہدہ ومطالعہ ہوتے ہیں۔ سوالناموں اور ملاقاتوں کے ذریعہ سیاسی جماعتوں کے لیے حمایت معلوم کرنے کے مروجہ طریقے بھی قباحتوں اور سقم سے خالی نہیں۔

حامی افراد کی حتمی تعداد معلوم کرنے کی راہ میں دشواریاں کسی بھی طریقہ سے مکمل طور پر رفع نہیں کی جاسکتی۔ بہر حال جو اندازے لگائے گئے ہیں ان کے مطابق حامیوں اور اراکین میں پانچ اور ایک (1:5) کا تناسب پایا گیا ہے۔ ہر تین مرد حامیوں پر ایک رکن ہوتا ہے جب کہ ہر نو خواتین حامیوں پر ایک خاتون کا رکن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کئی جماعتوں کے اراکین کی معاشرتی ساخت یا ترکیب کے تجزیہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حامیوں اور اراکین کا تناسب مختلف معاشرتی طبقوں میں مختلف ہوتا ہے۔ مزدور طبقہ اور ماتحت عملہ میں سے زیادہ تر جماعتیں اپنے اراکین حاصل کرتی ہیں۔ محدود مطالعہ پر مبنی ان نتائج کو عام اطلاع کے قابل کلیات قرار نہیں دیا جاسکتا۔

بہت سی لوک جماعتیں جو باقاعدہ رکن سازی کرتی ہیں وہ محض حمایت تک محدود رہنے والے افراد کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتیں۔ بلکہ وہ حامیوں میں پورے طور پر رکن نہ بننے کی روش سے نفرت کا اظہار کرتی ہیں۔ان جماعتوں میں اب یہ احساس ہوگیا ہے کہ حامی افراد ہی میں سے رکن ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو متعلقہ جماعت کی تبلیغ پر کان دھرتے ہیں اور یہی حلقہ

1- Social Compositioil

اراکین میں توسیع کے لیے مناسب ماحول اور افراد مہیا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جماعتیں دوسرے حلقوں میں گھسنے اور درآنے کے لیے حامیوں کو استعمال کرتی ہیں۔ نامانوس اور مختلف معاشرتی حلقوں اور تنظیموں میں اپنے آپ کو قابل قبول بنانے کے لیے کئی جماعتیں اپنے نظریات اور نظم وضبط میں حامی افراد کے لیے لچک پیدا کرتی ہیں تاکہ اپنے آپ کو ایسے لبادہ میں پیش کرسکیں جو مطلوبہ حلقوں میں باعث قبولیت ہو۔ حامی افراد کو ان مقاصد کے لیے منظّم کرنے کے لیے جماعتیں چھوٹی بڑی تنظیمیں قائم کرتی ہیں۔ان تنظیموں میں شامل افراد رکن بنے بغیر جماعت کے مقاصد کے حصول میں شریک ہوجاتے ہیں۔ ان تنظیموں کی حیثیت قانوناً یا درحقیقت دم چھلا یا ذیلی اور حاشیہ بردار تنظیموں کی ہوتی ہے۔ان تنظیموں کو جماعتیں وسیع تر شرکت کے اہتمام کے علاوہ دیگر تمدنی اور ثقافتی شعبوں میں اپنا اثر ونفوذ بڑھانے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ جماعتوں کے حامی افراد پر مشتمل یہ تنظیمیں اراکین کے گرد گھومتی ہیں اور ان ہی کے توسط سے لائحہ عمل مرتب کرتی ہیں۔

سیاسی جماعتوں کی مذکورہ نوعیت کی تنظیمیں کئی صورتیں اختیار کرتی ہیں۔ان میں ہر طرح کے افراد شامل ہوتے ہیں اور ان کے دائرہ کار میں طرح طرح کی سرگرمیاں شامل ہیں۔ مثلاً نوجوانوں کی تنظیمیں، خواتین کی مجالس، ادبی اور ثقافتی انجمنیں، علمی اور سائنسی انجمنیں بھی اسی قدر عام ہیں جتنی کہ مزدور یونین، پیشہ ورانہ برادریاں، انجمن ہائے امداد باہمی وغیرہ عام ہیں۔ان کے مشاغل اور تنظیمی ہیئت میں اسی قدر تنوع ہے جس قدر کہ ان کے دائرہ ہائے عمل میں ہے۔ سیاسی جماعتوں اور ان تنظیموں میں بنیادی فرق مقاصد کی وسعت سے متعلق ہے۔ سیای جماعتیں قومی زندگی اور بین الاقوامی امور کی تعمیر وتنظیم کے سلسلے میں جامعہ اور مربوط نظام فکر رکھنے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ان کے مقاصد بھی قومی اور بین الاقوامی زندگی کی تعمیر وتشکیل سے متعلق ہوتے ہیں۔ جماعتوں کے نظام فکر اور مجموعی مقاصد سے بہت سے لوگ پورے طور پر وابستہ ہونے اور گریز کرنے کی وجہ سے ان جماعتوں کی رکنیت اختیار

1- Ancelliary Orfanizations

نہیں کرتے۔ ایسے افراد جماعتوں کے فلسفہ اور پروگرام کو جزوی طور پر تسلیم کر لیتے ہیں۔ اس سے وہ جماعت کی قائم کردہ تنظیموں میں بہ رضا ورغبت شامل ہوکر جماعت کے لیے ضروری قوت فراہم کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ سیاسی جماعتوں کے برعکس ان تنظیموں کے مقاصد اور سرگرمیاں محدود اور مخصوص ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر بے شمار ہاری یا مزارع زمینداروں سے تنگ آنے کے باوجود عقاید کے اعتبار سے مارکسی نہیں ہوتے اور نہ مارکسی جماعت میں شمولیت کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔ البتہ کوئی ایسی جماعت مزارعوں کی ایک بظاہر غیر سیاسی تنظیم قائم کرلے تو بہت سے مزارع اس میں شمولیت کے لیے آمادہ ہوتے ہیں تاکہ اپنے مفادات کا تحفظ کرسکیں۔ سیاسی جماعتیں ایسی تنظیموں سے بظاہر علیحدہ رہتے ہوئے ان پر اپنا تسلط اپنے اراکین کے ذریعہ قائم رکھتی ہیں، مناسب تلقین اور تبلیغ سے اپنے عقاید پھیلائی ہیں تاکہ

مقبولیت میں بالواسطہ اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان ہی تنظیموں کی صفوں میں سے جماعت کے لیے اراکین کی نئی کھیپ بھرتی کی جاسکے اور مناسب موقعوں پر جماعت کے عام مقاصد کے لیے ان ہی تنظیموں کی وساطت سے بڑے پیانے پر حمایت کے لیے تحرک پیدا کیا جاسکے۔

سیاسی جماعتوں کے گرد چھوٹی بڑی تنظیموں کے جھرمٹ کو دیکھ کر یہ گمان گزرتا ہے کہ شاید ان تنظیموں کی بدولت سیاسی جماعتوں کی نوعیت تبدیل ہو جائے اور مستقبل میں اُن کی قیادت میں چندسری کم ہو۔ ان تنظیموں کی بدولت یہ بھی ممکن ہے کہ سیاسی جماعتوں سے متعلق مختلف تصورات باہم مل کر آئندہ ایسی جماعتوں کو جنم دیں جو بیک وقت لوک جماعتیں بھی ہوں اور فدائین جماعتوں ا کے کچھ خواص بھی رکھتی ہوں۔ جماعتوں کی تنظیم میں اس نوعیت کے ارتقاء سے جماعتیں دو حلقوں پر مشتمل ہوں گی۔ ایک حلقہ ان اراکین کا ہوگا جو عقاید میں متشدد اور جماعت کے ساتھ وابستگی میں ٹھوس اور پرعزم ہوں گے اور دوسرا حلقہ ان لوگوں پر مشتمل ہوگا جو جماعت کے لیے تحرک پیدا کرنے میں ''سپاہ محفوظ'' کی حیثیت میں ان کے گرد تنظیموں میں موجود ہوں گے۔ مشرقی یورپ کی کئی یک جماعتی سلطنتوں میں کمیونسٹ جماعتیں اسی طور پر منظّم ہیں کہ جماعت کے رکن ہراول دستہ کی حیثیت رکھتے ہیں جب کہ کمیونسٹ جماعتوں کے گرد قائم کردہ تنظیمیں ''سپاہ محفوظ'' فراہم کرتی ہیں۔ جماعتوں اوران کے گرد تنظیموں میں اس قسم کا تعلق سیاسی جماعتوں میں چندہ سری کے موجود رجحان کے عین مطابق ہے اور یہ توقع عبث ہے کہ ان تنظیموں کی بدولت جماعتوں میں چندسری کا رجحان کم ہوگا۔

1- Devotee Parties

2- Reserve Force

(د) متشددین

سیاسی جماعتوں کے ساتھ حد درجہ وابستگی اور وفاداری رکھنے والوں کو متشددین کہتے ہیں۔ اُن کا شمار متعلقہ جماعت کے جاں نثاروں اور فدائین میں ہوتا ہے۔ متشددین کی واضح تعریف اوران کی تعداد کا حتمی تعین بھی اسی طرح دشوار ہے جس طرح کہ حامیوں کی تعداد کا تعین مشکل ہوتا ہے۔ اس ضمن میں کاڈر جماعتوں ۱ اور لوک جماعتوں ۲ میں فرق کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ موخرالذکر قسم کی جماعتوں میں ''متشدد'' ایسے رکن کو کہتے ہیں جو حد درجہ فعال ہو۔ اسی قسم کے اراکین جماعت کی ہر سطح پر تنظیمی سرگرمیوں کا محور ہوتے ہیں۔ ایسی جماعتوں کی اساسی سرگرمیاں ان ہی کے ذمہ ہوتی ہیں۔ مثلاً ان جماعتوں کی شاخوں کی سطح پر تنظیموں میں ایسے متشدد اراکین پر مشتمل حلقے قائم ہوتے ہیں جن کو عام اراکین سے ایک حد تک الگ بھی کیا جاسکتا ہے۔ وہی جماعت کے جلسوں میں باقاعدہ اور مسلسل شریک ہوتے ہیں۔ وہی جماعت کے لیے تبلیغ کرتے ہیں اور وہی نعرہ بازی میں شریک ہوتے ہیں۔ متعلقہ جماعت کے لیے انتخابی معرکوں کی تیاری میں بھی وہی پیش پیش ہوتے ہیں۔ شاخوں کے اندر ایسے اراکین نے ایک طرح کے کاکس کی حیثیت اختیار کی ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جماعت کی متعلقہ سطح پر ان کا شمار قیادت میں ہوتا ہے۔ اگر وہ قائدین میں نہ بھی ہوں تو ان کے بغیر جماعتوں کی سرگرمیاں اور جدوجہد ممکن نہیں ہوتی۔ جماعتوں کے عام اراکین محض نام رجسٹر میں درج کروا کر جماعت کی تجوری میں چندہ ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں۔ جماعتوں

کا حقیقی کاروبار متشددین کی بدولت چلتا ہے۔ کاکس پر مبنی جماعتیں چونکہ با قاعدہ رکن سازی نہیں کرتیں اس لیے ان کے ہاں کاکس میں شامل سب کے سب افراد کو متشددین میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ان جماعتوں کے حامی افراد ان ہی کے گرد منظّم ہوتے ہیں مگر وہ کاکس میں شامل نہیں ہوتے۔ یہی صورت دوسری کاڈر جماعتوں کی ہوتی ہے۔

1- Cadre Parties

2- Mass Parties

جماعتوں کے جاں نثاروں کی اہمیت کے پیش نظر اراکین اور متشددین میں تناسب کا معلوم ہونا مطالعہ کے لیے بہت کار آمد ہو سکتا ہے۔اراکین میں ان کا تناسب کا متعلقہ جماعت کی حقیقی قوت کا پتہ دیتا ہے اواسی تناسب کے حوالہ سے جماعتوں کی قوت کا باہمی تقابل بھی زیادہ معتبر ہو سکتا ہے۔ جماعتوں کے اراکین میں متشددین کی شرح اوراسی طرح جماعتوں سے وابستہ مختلف طبقات اور پیشوں میں ان کی شرح معلوم ہو جائے تو مطالعہ کے لیے مزید مفید ہو سکتی ہے۔

اراکین اور متشددین کا تناسب اور جماعتوں سے وابستہ مختلف طبقوں اور پیشوں کے لوگوں میں متشددین کی شرح معلوم کرنے کے لیے اعداد وشمار فراہم کرنا آسان نہیں۔سب سے بڑی مشکل تو متشدد کی کوئی ایک تعریف متعین کرنا ہے جو سب جماعتوں میں مشترک ہو۔ جماعتوں نے جاں نثاری کے اپنے معیار مقرر کر رکھے ہیں۔اُس زمرے میں شامل افراد کی نہ سب جماعتیں فہرستیں فراہم کرتی ہیں اور نہ ان کو عام اراکین سے الگ ظاہر کرتی ہیں۔ بہت کم جماعتیں ایسی ہیں جو متشددین کی علیحدہ تنظیم رکھتی ہیں ا ان مشکلات کے باوجود بعض مطالعات سے اہم نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔مثلاً یہ کہ عورتوں کی نسبت مرد زیادہ متشدد و جانباز ہوتے ہیں۔مزید یہ کہ جماعتوں کے مرد اراکین کم وبیش چالیس فیصد تک متشدد شمار کیے جا سکتے ہیں جب کہ عورت اراکین میں سے متشددین کی شرح تیس فیصد سے زیادہ نہیں ہوتی۔اس کے علاوہ ان مطالعات سے عمومی اہمیت کا یہ نتیجہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ جماعتوں کی تنظیموں مین متشددین کی شرح میں کمی بیشی ان تنظیموں کے اندرونی معاشرتی ماحول سے مطابقت رکھتی ہے۔

1- Austrian Socialist Party

اگر کسی جماعت کی تنظیمی سطح پر صرف ایک پیشہ اور طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد ہوں تو اس تنظیم میں متشددین کا تناسب بھی زیادہ ہوتا ہے۔گویا افراد کے پیشوں، آمدنی، تعلیم اور دوسری معاشرتی خصوصیات یکساں ہوں تو اس تنظیم میں متشددین کی شرح کم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے پیشوں کی بنیاد پر منظّم جماعتوں میں متشددین کی شرح نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔

سیاسی جماعتوں میں متشددین کی تعداد اندازہ لگانے کے لیے معیار خواہ چندہ کی مسلسل اور باقاعدہ ادائیگی ہو یا متعلقہ جماعت کے اجلاسوں میں بلا ناغہ شرکت ہو، یہ بات ثابت ہے کہ جماعت میں اراکین کی تعداد سے متشددین کی تعداد کم ہوتی ہے۔کسی جماعت میں بھی ان کی تعداد اراکین کے نصف سے بڑھی ہوئی نہیں ہوتی۔جس جماعت میں ان کی تعداد کل اراکین کی ایک تہائی یا ایک چوتھائی بھی ہو تو اس جماعت کو فعال جماعت سمجھا جا سکتا ہے۔متشددین کی تعداد اراکین سے اس قدر کم ہونے کی وجہ سے جماعتوں میں از خود بلا کوشش چندسری قائم ہو جاتی ہے۔ان میں محدود افراد خاموش اراکین کی اکثریت

کی باگ ڈور سنبھالے نظر آتے ہیں۔ وہی جماعتوں کی تنظیمی اور دیگر سرگرمیوں کا محور ہوتے ہیں۔ جلوسوں کی رونق اور جلوسوں کا جوش وخروش بھی ان ہی کے دم سے ہوتا ہے۔ نعرہ بازی اور نعرہ سازی کے علاوہ جماعتوں کے لیے قیادت بھی یہی فراہم کرتے ہیں۔ سیاسی جماعتوں کو اگر منظّم افراد کے مختلف دائروں کے طور پر دیکھا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان میں متشددین کی حیثیت مرکزی دائرہ کی ہوتی ہے۔ وہ اراکین کی قیادت کرتے ہیں جب کہ اراکین حامیوں کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور حامی ووٹروں کی قیادت کرتے ہیں۔ سیاسی جماعتوں سے وابستہ افراد کوئی ایسی برادری یا معاشرہ قرار نہیں پاتے جن میں باہمی مساوات اور مفاہمت و یک رنگی ہو بلکہ وہ جدید دور میں ایسی برادریوں کے طور پر اُبھری ہیں جو وابستہ افراد میں تفریق ۱ اور ان میں فرق مراتب ۲ کے اصولوں پر منظّم ہیں۔ جماعتوں کے ساتھ متعلقہ افراد کی نہ وابستگی و وفاداری یکساں ہوتی ہے اور نہ ان کی سرگرمیوں میں شرکت کے درجات اور اس کی نوعیت یکساں ہوتی ہے۔

1- Differentiation

2- Hierarchical

3- شرکت کی نوعیت

اس سے پہلے سیاسی جماعتوں میں افراد کی شرکت کے مختلف درجوں پر بحث کی جا چکی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا شرکت میں فرق محض درجوں ۲ کا ہوتا ہے۔ یا وہ فرق نوعی اور کیفی ۳ ہے۔ ووٹر، حامی، اراکین اور متشددین جماعت کے ساتھ محض اپنے روابط کی بنا پر نہیں بلکہ ان روابط میں اوصاف ۳ کے اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک متشدد یا محاربہ پسند ایک عام رکن کی نسبت پر جماعت سے دوگنے یا تین گنا روابط نہیں رکھتا بلکہ اس کے تعلق میں نوعی و کیفی فرق ہوتا ہے۔ جماعت کے ساتھ وابستہ افراد کی ہر نوع ۴ وابستگی کا مخصوص نمونہ اور علیحدہ قسم کی ترجمانی کرتی ہے۔ جماعتوں کے ساتھ روابط میں نوعی اور کیفی اختلافات پر مزید تحقیق سے اُن میں شرکت کی نوعیت کا بنیادی مسئلہ تمام تر پیچیدگی کے ساتھ آتا ہے۔

اس مسئلے کے تجزیہ کی راہ میں بعض وہی مشکلات ہیں جو اراکین کی تعداد کے تعین کے سلسلے میں بھی پیش آتی ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ خصوصی مشکلات بھی درپیش ہیں۔ یہ مشکلات غیر واضح اور مبہم عمرانیاتی اصطلاحات کی وجہ سے ہیں۔ جدید عمرانیات میں معاشرتی رشتوں کی کوئی متفقہ قسم بندی یا درجہ بندی نہیں کی گئی جس کا جماعتوں میں شرکت کی اقسام میں تحقیق کے لیے حوالہ دیا جا سکے۔ اس مسئلے کا ایک ہی حل رہ جاتا ہے کہ ہر محقق خود قسم بندی کو قبول کرے۔ یہاں پر شرکت کی نوعیت پر بحث کے لیے دونوں طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔ پہلے کلیت پسند سیاسی جماعتوں اور محدود جماعتوں کا

1- Nature of Participation

2- Degree

3- Quality

4- Category

موازنہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد معاشرتی گروہوں کی فرقوں۱، انجمنوں۲، اور سلسلوں۳ میں تقسیم کو جماعتوں پر لاگو کیا گیا ہے تاکہ معاشرتی گروہوں اور بعض سیاسی جماعتوں کی مشترک صفات کی نشان دہی کی جاسکے۔

1- کلیت پسندانہ اور محدود سیاسی جماعتیں۴

کسی برل یا ریڈیکل جماعت کے ایک متشدد شخص کو موازنہ کمیونسٹ جماعت کے رکن سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اولذکر کی زندگی میں جماعت زیادہ مداخلت نہیں کرتی۔ وہ وقتاً فوقتاً کاڈر کے اجلاس میں شرکت کرتا ہے۔ بعض اوقات پارلیمانی نمائندوں کے ذریعے اپنی پارٹی کے لیے لوگوں کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ قومی سیاسی اتحاد اور بعض اوقات مقامی اتحاد میں شامل قیادت کی پیروی کرتا ہے۔ مستقبل کے انتخابات سے متعلق امور اور اپنی جماعت کے امیدواروں کے بارے میں غور کرتا ہے۔ وہ کبھی انسانی حقوق کی لیگ یا اس قسم کی دوسری تنظیموں کا رکن بھی ہوتا ہے جو زیادہ سرگرم نہیں ہوتیں۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ لبرل یا ریڈیکل جماعت کا متشدد رکن بھی اپنی مصروفیات کے صرف چند گھنٹے جماعت کے لیے وقف کرتا ہے اس سے اس کی غیر سیاسی سرگرمیاں متاثر نہیں ہوتیں اور متعلقہ جماعت میں اس کی شرکت خالصتاً سیاسی میدان عمل تک محدود رہتی ہے۔ اس نوعیت کی شرکت کی بناء پر لبرل یا ریڈیکل جماعت ایک محدود جماعت کہلاتی ہے۔

اس برعکس کمیونسٹ جماعت میں صورت حال بالکل مختلف ہوتی ہے۔ جماعت اپنے اراکین سے زیادہ وقت اور مصروف سیاسی زندگی کا تقاضا کرتی ہے۔ کسی فیکٹری یا ورکشاپ میں رکن کا فرض ہے کہ وہ جماعت کے احکامات پر بحث ومباحثہ کرے۔ کمیونسٹ جماعت کا رکن اس سے وابستہ ٹریڈ یونین کا مصروف رکن ہوتا ہے۔ اس کی تمام پیشہ ورانہ زندگی جماعت کی تنظیم سے وابستہ ٹریڈ یونین کا مصروف رکن ہوتا ہے۔ اس کی تمام پیشہ ورانہ زندگی جماعت کی تنظیم سے وابستہ اور اسی کے لیے وقف ہوتی ہے۔ اس کی زندگی پر ہمیشہ جماعت حاوی رہتی ہے۔

1- Community

2- Association

3- Orders

4- Totalitarian and Restricted Parties

اس کے فرصت کے اوقات کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوتا ہے۔ اس کا تمام وقت جماعت، یونین اور جماعت سے وابستہ تنظیموں کے جلسوں جلوسوں میں شرکت کی نظر ہو جاتا ہے۔ کمیونسٹ جماعت کے رکن کی خانگی زندگی بھی جماعت کی دسترس سے محفوظ نہیں رہتی۔ عموماً اس کی بیوی عورتوں کی یونین یا دوسری خانہ دار خواتین کی کمیٹیوں کی رکن ہوتے ہیں۔ اس کے بچے جماعت کی قائم کردہ بچوں کی تنظیموں کی رکن ہوتے ہیں۔ کمیونسٹ جماعت کے اراکین کی سیاسی اور نجی وذاتی زندگی میں فرق باقی نہیں رہتا۔ دیگر کلیت پسند جماعتوں میں بھی رکن کی تمام زندگی متعلقہ جماعت کے لیے وقف ہوتی ہے۔

کمیونسٹ جماعتوں کے اراکین کی زندگی پر محیط ہونے کی غرض سے مادی اور روحانی عوامل کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔ مادی عوامل میں وہ سرگرمیاں شامل ہیں جو اراکین کی مصروفیات کو منظم کرنے کے

لیے کی جاتی ہیں۔ان سرگرمیاں کا تعلق سیاسی میدان عمل سے باہر بھی ہوتا ہے۔مثلاً اراکین کے لیے جماعت وابستہ تنظیمیں قائم کی جاتی ہیں۔ جماعت کے رکن بیک وقت بہت سی ایسی تنظیموں کے رکن ہوتے ہیں۔مثلاً یونین،سپورٹس کلب، آرٹ سوسائٹی، دوستی کی انجمن،کرایہ داروں کی انجمن اور خاندانی انجمن وغیرہ۔تکثیر رکنیت ا کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔کہ اراکین کی زندگی کا کوئی پہلو جماعتی ضبط و دسترس سے باہر نہیں رہتا۔یک جماعتی حکومتوں میں اس بات کا پورا انتظام کیا جاتا ہے۔کہ شہریوں کو کوئی ایسا وقت نہ ملے جب وہ فارغ اور تنہا ہوں اور انہیں اپنے انداز میں سوچنے کا موقع ملے۔بعض ایسی جماعتیں بھی ملحقہ تنظیمیں قائم کرتی ہیں جو حقیقتاً کلیت پسند نہیں ہوتیں۔اراکین کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کا یہ ایک اچھا طریقہ ہے۔ایسا رکن جو جماعت کے اجلاسوں سے اُکتا چکا ہو جماعت سے وابستہ سپورٹس کلب کا رکن بن کر اپنی تفریق کا سامان مہیا کرتا ہے۔وابستہ تنظیمیں جماعت کے ساتھ رکن کی وفاداری مضبوط کرنے کا باعث بنتی ہیں۔اراکین کی مکمل وفاداری اور مکمل کلیت پسندی کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ جماعتیں اپنے اراکین کی نہ صرف مادی زندگی کا احاطہ کریں بلکہ ان کی روحانی زندگی پر بھی پورا تصرف رکھیں۔

1- Plurality of Membership

ایسی جماعت جو فرد کی صرف مادی زندگی کو منضبط کرے اور روحانی پہلوؤں میں اسے آزاد چھوڑ دے حقیقتاً وہ کبھی بھی کلیت پسند جماعت نہیں ہو سکتی۔حقیقی کلیت پسندی دراصل روحانی ہوتی ہے۔

کمیونسٹ جماعتیں اسی حقیقت شناسی پر مبنی ہیں۔وہ نہ صرف فرد کی مادی مصروفیات کو منظم کرتی ہیں بلکہ اس کے خیالات و نظریات کو بھی منظّم کرنے کی پوری کوشش کرتی ہیں۔ مارکسزم محض سیاسی نظریہ و مسلک نہیں بلکہ ایک مکمل فلسفہ حیات ہے۔یہ نہ صرف ریاست کے ارتقاء اور ڈھانچے پر بحث کرتا ہے بلکہ موجودات میں تفسیر و تبدیل کی تشریح بھی کرتا ہے۔مارکسزم زمین پر انسان کے ظہور کو بیان کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اس کے مذہبی جذبات، جنسی کردار اور سائنس و ادب، غرض کہ زندگی کے ہر پہلو کی توضیح کرتا ہے۔اس بنا پر مارکسی جماعتوں سے وابستہ تنظیموں کی اہمیت اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ تنظیمیں اُن جماعتوں کے ساتھ افراد کی وفاداری مضبوط کرنے اور نظم و ضبط قائم کرنے کے لیے معاون ثابت ہوتی ہیں۔ان کا وجود مارکسی نظریات کی کامیابی کے لیے بھی اہم قرار پاتا ہے۔

سیاسی جماعتوں میں کلیت پسندی کی نوعیت کے حوالہ سے بھی بعض دوسری جماعتوں میں تمیز کرنا ضروری ہے۔کچھ جماعتوں میں کلیت پسندی محض مصنوعی ا اور سطحی ہوتی ہے۔جب کہ دوسری جماعتوں میں کلیت پسندی حقیقی اور مصدقہ ۲ ہوتی ہے۔مصنوعی کلیت پسندی میں متعلقہ جماعتیں وابستہ تنظیموں کے ذریعہ اپنے اراکین کی عام زندگی کو منضبط کرتی ہیں جب کہ حقیقی اور مصدقہ کلیت پسندی میں جماعتیں صرف سیاسی اور معاشی زندگی تک محدود نہیں رہتیں بلکہ وہ اراکین کے لیے تمام کائنات کی تشریح کرتی ہیں۔ان کے ہاں مادی کلیت پسندی کی موجودگی روحانی کلیت پسندی نوعیت کا عکس اور شاخسانہ ہوتی ہے۔

سیاسی جماعتوں کی کلیت پسندانہ نوعیت کا انحصار اراکین کی خصوصیات پر بھی ہوتا ہے۔محدود جماعتوں ۳ کے کچھ متشدد رکن اپنی جماعت کی سیاسی

1- Pseudo Totalitarianism

2- Authentic Totalitarianism

3- Restricted Parties

سرگرمیوں میں اس قدر دلچسپی رکھتے ہیں کہ وہ اپنی تمام زندگی اس کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ان پر جوش اراکین کے لیے محدود جماعت بھی کلیت پسند نوعیت اختیار کر لیتی ہے۔اس قسم کا نفسیاتی رجحان جماعتوں کے منتخب شدہ نمائندوں اور لیڈروں میں زیادہ ہوتا ہے۔اس کے برعکس ایسا بھی ہوتا ہے کہ کلیت پسند جماعتوں کے میانہ رو اراکین جماعت کو اپنی پوری زندگی پر حاوی نہیں ہونے دیتے۔کلیت پسند جماعت سے وابستگی کے باوجود وہ اپنی نجی زندگی کی آزادی کو برقرار رکھتے ہیں۔ان کے لیے کلیت پسند جماعت بھی محدود جماعت کی حیثیت رکھتی ہے۔

سیاسی جماعتوں میں افراد کی شرکت کی نوعیت کبھی ایک جیسی نہیں ہوتی۔ایک ہی جماعت کے مختلف اراکین کی شرکت میں انفرادی فرق موجود ہوتا ہے۔البتہ شرکت کی عمومی خصوصیات ایک جیسی ہوتی ہیں۔کمیونسٹ اور فسطائی جماعتیں واضح طور پر کلیت پسند جماعتیں ہیں جب کہ قدامت پسند اور لبرل جماعتیں محدود جماعتوں کے زمرے میں آتی ہیں۔اشتراکی جماعتیں اگرچہ ابتدا میں کلیت پسند جماعتیں محسوس ہوتی ہیں۔لیکن عملاً ان میں بحث ومباحثہ اور اختلاف رائے کی آزادی انہیں محدود جماعتوں کی صفات کا حامل بنا دیتے ہیں۔عیسائی جماعتیں اگر یہ تسلیم کرلیں کہ ان کی سیاسی اور معاشرتی حیثیت مذہبی اصولوں کا نتیجہ ہے تو وہ کلیت پسند جماعتیں ہیں۔اگر وہ عیسائیت کے عقاید کی آزادی کو تسلیم کرتی رہیں تو محدود جماعتیں ہیں۔

جماعتوں میں افراد کی شرکت کی نوعیت دونوں مذکورہ قسم کی جماعتوں میں مختلف ہوتی ہے۔محدود جماعتوں میں فرد کی زندگی کا بہت تھوڑا حصہ جماعت کے لیے وقف ہوتا ہے۔جب کہ کلیت پسند جماعت میں رکن کی پوری زندگی کو تنظیموں کے ایک جال میں جکڑ دیا جاتا ہے۔فرد کے دوسرے گروہوں سے روابط میں محدود جماعتیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔جب کہ کلیت پسند جماعتیں فرد کے روابط میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ان میں جماعتی رشتہ وتعلق تمام دوسرے تعلقات سے برتر حیثیت رکھتا ہے۔ایک کمیونسٹ کے لیے وطن، خاندان بیوی بچے، دوست احباب سب اس کی جماعت کے مفاد کے تابع ہیں۔ ایک لبرل یا قدامت پسند کے لیے ان رشتوں کی حیثیت بنیادی اور جماعتی تعلق کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں کلیت پسند جماعتیں اپنی ساخت اور نظریات میں نسبتاً متجانس ا جماعتیں ہوتی ہیں۔ ان کے اراکین معاشرتی اور فکری اعتبار سے یکساں صفات رکھتے ہیں۔ان میں باہمی یگانگت اور اتفاق واتحاد بھی زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔اس کے برعکس محدود جماعتوں کے اراکین میں غیر متجانس ۲ صفات ہوتی ہیں۔وہ ایسے اراکین کا مجموعہ ہوتی ہیں جن کے بنیادی نظریات تو ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن ان کی تفصیلات اور جزیات پر اتفاق نہیں ہوتا اور انہیں اس ضمن میں بہت حد تک آزادی رائے حاصل ہوتی ہے۔انفرادی اختلاف رائے کی آزادی کے ساتھ اُنہیں اجتماعی اختلاف رائے کی آزادی بھی ہوتی ہے۔ محدود جماعتوں کے اندر بہت سے مختلف الخیال گروہ اور دھڑے موجود ہوتے ہیں۔مثلاً 1920 اور 1940 کے درمیانی عرصے میں فرانسیسی اشتراکی جماعت کے کچھ گروہ بہت منظم تھے۔امریکہ میں بھی بعض اوقات یہ دھڑے جماعتوں کے ''باس''۳ اور ''مشین''۴ کے خلاف باغی گروہ کی حیثیت سے اُٹھ

کھڑے ہوتے ہیں۔ امریکہ کی ڈیموکریٹک پارٹی کے کانگریس کے اراکین میں شمال اور جنوب کے جمہوریت پسندوں میں بنیادی اختلافات موجود ہیں۔

کلیت پسند جماعتوں میں محدود جماعتوں کی سی صورت حال ناممکن ہے۔ اندرونی اختلافات، گروہ اور دھڑے بندیاں اُن میں برداشت نہیں کی جاتیں۔ سختی سے اتحاد و یکسانیت پر عمل پیرا ہوا جاتا ہے۔ کلیت پسند جماعتوں میں نہ کوئی اکثریت ہوتی ہے نہ کوئی اقلیت۔ جو اراکین جماعت کے عقاید سے اختلاف رکھیں انہیں جماعت سے نکال دیا جاتا ہے یا وہ خود جماعت چھوڑ دیتے ہیں۔ محدود جماعتوں میں جماعتوں میں نظریات وعقاید بنیادی اہمیت نہیں رکھتے۔ اراکین کی رائے اور سوچ بچار کا بڑا حصہ ان عقاید سے آزاد ہوتا ہے۔ ان میں نظریاتی اختلافات ثانوی حیثیت رکھتے ہیں بشرطیکہ وہ جماعت کی عمومی حکمت عملی یا

1- Homogenous

2- Heterogenous

3- Boss

4- Machine

کلیدیت اسے متعلق نہ ہوں۔ تفصیلات سے متعلق اراکین کو اختلاف رکھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس کلیت پسند جماعتوں میں عقاید بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی تفصیلات سے متعلق بھی اختلاف کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ کلیت پسند جماعتوں میں یہ صورت اراکین کے متجانس ہونے کا قدرتی نتیجہ ہے۔ رکنیت کو باقاعدہ بنانے کے لیے سخت اصول اپنائے جاتے ہیں۔ ایسی جماعت کو جمہوری حکومت کا سامنا ہو تو رکنیت کے بارے میں اصولوں پر سختی سے عمل نہیں کرتی۔ اس کے باوجود جمہوری حکومت کے دور میں دوسری جماعتوں کے مقابلے میں کلیت پسند جماعتیں سخت رویہ رکھتی ہیں۔ کلیت پسند جماعت کی اپنی حکومت میں یہ سختی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ جماعت میں داخلہ پوری چھان بین کے بعد دیا جاتا ہے۔ داخلے کے بعد جماعت کو چھوڑنا اور بھی مشکل ہوتا ہے۔ اکثر حالات میں جماعت چھوڑنے کا مطلب اپنی جان سے ہاتھ دھونا ہوتا ہے۔

ایک اور خصوصت جو کلیت پسند جماعتوں میں نمایاں ہے وہ ان کا تقدس ۲ ہے۔ اس کے برعکس محدود جماعتوں سے متعلق ایسا کوئی تصور موجود نہیں۔ کلیت پسند جماعتیں ایک مقدس مسلک ۱۳ اپنا لینے کی زندہ مثال ہیں۔ وہ بذات خود ایک مقصد بن جاتی ہیں اور اراکین کی زندگی پر تمام اختیارات کی مالک ہوتی ہیں۔ ان جماعتوں میں فرد کی شرکت مذہبی نوعیت اختیار کر جاتی ہے۔ کمیونسٹ اور فسطائی جماعتیں اسی نوعیت کی شرکت کی عکاسی کرتی ہیں۔

کلیت پسند جماعتوں کا ظہور دوسرے عوامل کے علاوہ مغرب میں منظم عیسائی مذہب کے زوال کے ساتھ وابستہ ہے۔ یورپ میں پچھلے بیس سالوں سے احیائے مذہب کی کوششیں جاری ہیں۔ ان کے باوجود پچھلی صدی سے عوام میں لامذہبیت کا رجحان کم نہیں ہوا۔ خصوصاً مزدور طبقے میں خالص مذہبی نظریات کے لیے کوئی جگہ نہیں اور کلیت پسند جماعتوں کا ظہور بھی عام لوگوں اور مزدور طبقے میں ہوا ہے۔ کلیت پسند جماعتوں کے وطن یعنی جرمنی اور روس

1- Strategy

2- Sacredness

3- Cult

میں مذہبی ذہنیت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ آج بھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ عوام مذہبی عقاید کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ روایتی عیسائی مذہب کے زوال کے ساتھ نئے سیاسی مذاہب کو عروج حاصل ہوا ہے۔ یہ مذاہب کلیت پسند مجموعہ ہائے عقاید کی صورت میں سامنے آئے اور سیاسی جماعتوں کے طور پر منظّم ہو گئے۔

کلیت پسند جماعتوں کے ظہور میں دوسرا عنصر سیاسی نظریات کا مذہبی نوعیت اختیار کرنا ہے۔ اس سلسلے میں دو تبدیلیاں آئی ہیں۔ ایک یہ کہ سیاسی عقاید نے ایسے فلسفہ ہائے حیات کی صورت اختیار کی جو زندگی کے تمام پہلوؤں کی تشریح کرتے ہیں۔ پہلے سیاست صرف اقتدار، اس کی نوعیت، اس کی خصوصیات، اس کی اقسام اور ارتقاء تک محدود تھی، اب ان سیاسی جماعتوں کے ممالک تشریحات کے ایک نظام پر مشتمل ہیں۔ ازمنہ وسطیٰ میں سیاست فلسفہ سے اخذ کی جاتی تھی۔ اب فلسفہ سیاست سے اخذ کیا جاتا ہے۔ اب معاشرتی تعلقات انسانی ذہن کی نوعیت کے حوالہ سے بیان نہیں کیے جاتے بلکہ انسانی ذہن کی نوعیت معاشرتی تعلقات کے حوالہ سے بیان کی جاتی ہے۔ بیسویں صدی کے یورپ میں یہی تبدیلیاں مارکسزم اور کلیت پسند جماعتوں کے ارتقاء میں معاون ثابت ہوئی ہیں۔ مارکسی نظریات کے مطابق قدرت، معاشرہ اور انسانی ذہن کے تمام مظاہر کی وجہ طبقاتی جدوجہد اور جدلیاتی مادیت ا ہیں۔

جماعتوں کی تنظیم میں بعض تبدیلیاں بھی کلیت پسند جماعتوں کے ارتقاء میں مددگار ہوئی ہیں۔ جماعتوں کی بنیادی تنظیم کے سیل اور ملیشیا کی ایجاد، ان میں عمودی روابط اور مرکزیت کے رجحانات نے بالخصوص کلیت پسند جماعتوں کے قیام و استحکام میں مدد دی ہے۔ کیمونسٹ اور فسطائی جماعتیں اس کی اچھی مثال پیش کرتی ہیں۔ اس کے برعکس کاکس کی بنیاد پر قائم اکثر جماعتیں کمزور ارتباط اور لامرکزیت کی مالک ہیں۔ ان ہی صفات کی جماعتیں ہمیشہ محدود جماعتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً لبرل اور قدامت پسند جماعتیں یا ایسی جماعتیں جو برانچ کی بنیاد پر قائم ہوں۔

1- Dialectical Materialism

(ب) دیگر تنظیمیں اور سیاسی جماعتیں

سیاسی جماعتوں کے علاوہ انسانی زندگی اجتماعی طور پر کئی اور صورتوں میں بھی منظّم ہوتی ہے۔ کئی محققین نے اجتماعی معاشرتی اکائیوں کی قسم بندی کی ہے۔ ان میں سے بعض کو فرقے یا جمعیتیں کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم ان معاشرتی اکائیوں کی ہے جن کو انجمنیں کہا جاتا ہے۔ تیسری قسم میں وہ اجتماع شامل ہین جن کو ''سلسلے'' کہا جاتا ہے۔ مذکورہ اقسام میں ہر انسانی اجتماع ان افراد کے درمیان خاص نوعیت کے روابط پر استوار اور قائم ہوتا ہے۔ ان روابط کے محرکات ومقاصد، ان کی شدت و وسعت اور ان کے استحکام وغیرہ کے حوالہ سے مذکورہ بالا معاشرتی اکائیوں کی ایک دوسرے سے تمیز کی جا سکتی ہے۔ معاشرتی اکائیوں کی یہ سہ نوعی قسم بندی سیاسی جماعتوں سے وابستہ افراد کے درمیان باہمی روابط کے سلسلے کی نوعیت پر روشنی ڈالنے میں زیادہ مفید ثابت ہو سکتی ہے بشرطیکہ یہ قسم بندی معروضی ہو۔ معاشرتی اکائیوں کی مذکورہ قسم بندی کو سیاسی جماعتوں پر منطبق کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ان میں سے ہر قسم کی خصوصیات یوں

بیان کی جائیں کہ ہر ایک قسم دوسری سے الگ پہچانی جائے۔

فرقے یا جمعیتیں دو بنیادی خصوصیات کی مالک ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ یہ ایسے گروہ یا اکائیاں ہوتی ہیں جس کی بنیاد قرابت پر ہوتی ہے۔ یہ قرابت جغرافیائی بھی ہوسکتی ہے۔ اور نسلی اور روحانی بھی ہوتی ہے۔ جغرافیائی قرابت میں ایک علاقے کے لوگ مثلاً ایک گاؤں ایک شہر یا ایک مل کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ نسلی قرابت میں خاندان، برادری، قبیلہ اور خونی رشتے وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ لوگ روحانی قرابت اور وقت محسوس کرتے ہیں جب ان کے ذہن وخیالات میں یکسانیت پائی جائے۔ ٹونیز کے مطابق انسانوں میں دوستی بھی اسی قسم کے تعلقات کے زمرے میں آتی ہے۔ دوستی میں کارفرما جذبہ بہرحال وہ نہیں ہوتا جو کسی فرقہ یا جمعیت کی تشکیل وتعمیر میں کارفرما ہوتا ہے۔ دوستی کی بنیاد ذاتی انتخاب پر ہوتی ہے۔ اس میں فرد آزاد ہے کہ وہ اپنے دوست کا انتخاب کرلے جب کہ فرقہ یا جمعیت ایک بے ساختہ وقدرتی معاشرتی گروہ ہوتا ہے۔ فرقہ کی دوسری خصوصیت بھی یہی ہے کہ یہ بنایا نہیں جاتا بلکہ دریافت کیا جاتا ہے۔ فرد ایک فرقہ میں پیدا ہوتا ہے اور اس سے بچ نہیں سکتا۔

معاشرتی گروہوں کی دوسری صورت جس کو انجمنیں کہا جاتا ہے کئی متضاد خصوصیات کی حامل ہوتی ہے۔ یہ ایک رضاکارانہ معاشرتی گروہ کا نام ہے، جس کی بنیاد اراکین کی وابستگی کے جذبات اور معاشرتی معاہدے پر ہوتی ہے۔ افراد سوچ بچار کے بعد اُس میں شمولیت اختیار کرتے ہیں۔ اگر وہ نہ چاہیں تو شمولیت اختیار نہیں کرتے۔ انجمنیں ارادتاً بنائی جاتی ہیں۔ یہ قدرتاً موجود نہیں ہوتی۔ ان کی بنیاد بالعموم جغرافیائی، نسلی یا روحانی قرابت پر نہیں بلکہ مفادات پر ہوتی ہے۔ ان کی رکنیت اس لیے اختیار کی جاتی ہے کہ اراکین کا مفاد ان سے وابستہ ہوتا ہے۔ مفاد سے مراد صرف مادی مفاد نہیں بعض انجمنیں ذہنی تسکین کے لیے وجود میں آتی ہیں۔ ایسی دوستانہ انجمنیں بھی موجود ہیں جن کو برادرانہ جذبات کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے۔ اہل علم کی زیادہ تر انجمنوں کی بنیاد ذہنی یا روحانی مفادات کے حصول پر ہوتی ہے۔ اسی طرح اخلاقی مفادات کے حصول کے لیے بھی خیراتی اور امداد باہمی کی انجمنیں قائم کی جاتی ہیں۔ فرصت کے اوقات سے بھرپور استفادہ اور لطف اٹھانے کے لیے قائم کردہ تنظیموں کو بھی اس قسم میں شامل کیا جاتا ہے۔ یہ افراد کی تفریح کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کے مواقع فراہم کرتی ہیں۔

اس ضمن میں ان انجمنوں کا ذکر کرنا بھی بے جا نہ ہوگا جن کو موثر مفادات کہا جاتا ہے۔ ان کی بنیاد اس بات پر ہے کہ لوگ تنہائی سے بیزار ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملنا چاہتے ہیں۔ دوسروں کی صحبت میں انہیں خوشی اور ایک قسم کا اعتماد حاصل ہوتا ہے۔ اس قسم کی مصروفیات سے انہیں اطمینان حاصل ہوتا ہے اور وہ اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خواتین کی بہت سی انجمنوں کے قیام کی بنیاد یہی بات ہے۔ خصوصاً درمیانی عمر کی خواتین کی انجمنیں اینگلوسیکسن ممالک اور امریکہ میں کثرت سے موجود ہیں۔ مفاد کی جو مختلف اقسام بیان کی گئی ہیں ان کو ایک دوسرے

1- Effective Interests

سے الگ کرنا اور انفرادی حیثیت میں ان کی شناخت کرنا اکثر حالات میں ممکن نہیں ہوتا۔ مفادات عموماً ایک دوسرے میں خلط ملط ہوتے ہیں۔ بہرحال انجمن سازی کا اصل مقصود مفاد کا حصول ہوتا ہے اور افراد انجمن ارادی اور شعوری طور پر شریک ہوکر اپنے اپنے مفادات کے حصول کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔

تیسری قسم ان معاشرتی گروہوں کی ہے جنہیں ''سلسلے'' کہا جاتا ہے۔ ان کا مقام انجمن اور فرقہ

کے وسط میں ہے۔ انجمن کی طرح ان کی رکنیت رضا کارانہ ہوتی ہے۔لیکن فرقوں کی طرح ان کا قیام قدرتاً نہیں ہوتا بلکہ یہ انسانی سوچ بچار کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ انجمن اور سلسلہ کی رکنیت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ یہاں پر رکن ہونے اور منسوب ا ہونے میں فرق کرنا ضروری ہے۔ اول الذکر یعنی رکنیت تنظیم کے ساتھ کمزور وفاداری کو ظاہر کرتی ہے جب کہ موخر الذکر میں وفاداری بہت مضبوط ہوتی ہیں۔منسوب ہونا ہی دراصل ایک مکمل رکنیت کہی جا سکتی ہے جو فرد کی تمام زندگی کو احاطہ کرتی ہے۔محض رکنیت ایک محدود تصور ہے اور فرد کی تمام مصروفیات کے صرف ایک حصے میں اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ رکنیت محدود ہے جب کہ انتساب کلیت پسندانہ تصور ہے۔

افراد کا سلسلہ سے منسوب ہونا ایک اعتبار سے رضا کارانہ نہیں ہوتا۔ افراد باطنی طور پر مجبور ہوتے ہیں کہ وہ اس قسم کی ذمہ داریاں قبول کریں۔ علاوہ ازیں سلسلہ کی بنیاد انجمن کی طرح مفادات پر نہیں ہوتی۔کسی سلسلہ سے منسوب ہونا ایثار کا تقاضا کرتا ہے۔فرد کو اپنی انفرادی شخصیت سلسلہ کے نظام میں مدغم کرنی پڑتی ہے۔ مفاداتی انجمنیں یا بعض فرقے اور جمعیتیں اپنی ظاہری صورت میں سلسلوں سے مشابہہ ہوں بھی تو ''سلسلے'' متعلقہ افراد میں اشتراک عمل کے جذبات میں گہرائی اور وابستگی میں شدت کے اعتبار سے فرقوں سے منفرد ہوتے ہیں۔

یہ سوال بھی اٹھایا جاتا ہے کہ آیا ''سلسلہ'' فرقہ اور انجمن سے الگ معاشرتی گروہ ہے بھی یا نہیں؟ بعض حالات میں واقعی ان میں تمیز کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً خاندان اور فرقے جہاں اراکین میں ایک دوسرے سے محبت کے

1- Dedication

جذبات شدید ہوتے ہیں، بہت حد تک سلسلہ سے مشابہت رکھتے ہیں۔اسی طرح قوم اور چھوٹے چھوٹے گاؤں یا قبیلوں کی مثالیں ہیں۔ ان میں بھی حب الوطنی کے جذبات شدید ہوتے ہیں۔بعض حالات میں سلسلہ انجمن سے مشابہت رکھتا ہے۔ مثلاً رہبانی سلسلے اور کلیت پسندانہ جماعتوں میں مشابہت ہے۔اس بات کو تقویت شوملن بارخ ۲ کے اس بیان سے حاصل ہوتی ہے کہ سلسلہ کی نوعیت عارضی ہوتی ہے۔اس میں وقت کے ساتھ ساتھ جوش وخروش کم ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سلسلہ کے ساتھ افراد کی وابستگی کی شدت میں بھی فرق آ جاتا ہے اور یہ محض ایک انجمن کی صورت میں تبدیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ بہر حال اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہاں پر اتنا کہنا کافی ہے کہ ''سلسلہ'' کا یہ تصور رکنیت کی نوعیت کو واضح کرنے میں مددگار ہے۔

جہاں تک جماعتوں سے ''سلسلے'' کی مشابہت کا تعلق ہے تمام کلیت پسندانہ جماعتیں ''سلسلہ'' کی طرح ہیں۔ سلسلہ کے تصور کی افادیت اس حقیقت میں مضمر ہے کہ یہ کلیت پسند جماعتوں کی ساخت پر روشنی ڈالتا ہے۔فرقہ اور انجمن میں فرق عموماً صرف محدود جماعتوں میں نظر آتا ہے۔ یہ فرق ان کی نوعیت کو بھی واضح کرتا ہے۔ تاہم کلیت پسند جماعتوں میں یہ تخصیص ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ کیونکہ ایک روسی نوجوان کے لیے جس کی پرورش اشتراکی ماحول میں ہوئی ہو کمیونسٹ جماعت ایک فرقہ کی حیثیت رکھتی ہے جب کہ مغربی ممالک میں جہاں نظریات اور جماعتیں تبدیل کرنے کی آزادی ہے، جماعت ایک انجمن کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہاں پھر یہ مسئلہ تصفیہ طلب رہ جاتا ہے کہ ''سلسلہ'' معاشرتی گروہوں کی ایک الگ قسم ہونے کی بجائے ایک ایسا تصور ہے، جس کی خصوصیات بعض اوقات فرقہ یا جمعیت میں پائی

جاتی ہیں اور بعض اوقات انجمن میں ملتی ہیں۔

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں اگر ٹونیز کی معاشرتی گروہوں کی قسم بندی سیاسی جماعتوں پر جوں کی توں لاگو کی جائے تو بہت سی پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جماعتوں میں تینوں قسیم کے معاشرتی روابط۳ بیک وقت موجود

1- Monastic Order

2- Schmalenbach

3- Social Links or Relations

ہوتے ہیں۔ کچھ اراکین کے لیے جماعت کے ساتھ وابستگی روایات، طبقاتی ضروریات، مقامی یا پیشہ ورانہ مفادات پر مبنی ہوتی ہے۔ ان کے لیے وہ جماعت ایک انجمن کی حیثیت رکھتی ہے۔ دیگر اراکین جن کا مطمح نظر مادی مفادات یا اخلاقی تحریکات ہوں، ان کے لیے جماعت ایک فرقہ کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے جن افراد کی جماعت کے ساتھ وابستگی جذباتی ہو ان کے لیے جماعت ایک ''سلسلہ'' کی حیثیت رکھتی ہے۔ خصوصاً نوجوانوں اور عالم فاضل لوگوں کی جماعت سے وابستگی زیادہ تر جذباتی ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک فرد کی جماعت کے ساتھ وابستگی کی وجہ صرف ایک قسم کا معاشرتی رابطہ ہو۔ مختلف نوعیت کے رابطے اکثر ساتھ ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک رکن بیک وقت روایات کے لیے اور مفادات کے حصول کے لیے جماعت سے وابستہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اشترا کی جماعتوں سے وابستگی میں طبقاتی مفادات اور کلیت پسندانہ جذبات ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔

تینوں قسم کے معاشرتی گروہوں کے حوالہ سے سیاسی جماعتوں کی قسم بندی کرنے کا صرف ایک ممکن طریقہ رہ جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک سیاسی جماعت کے اندر تینوں قسم کے معاشرتی روابط رکھنے والے گروہوں کا موازنہ کیا جائے اور ان میں سے برتر گروہ کی نسبت سے اس جماعت کر برتر معاشرتی گروہ کی قسم میں شامل سمجھا جائے۔ مثلاً اگر ایک جماعت میں انجمن کی خصوصیات رکھنے والے روابط برتر ونمایاں ہوں تو اس جماعت کو ایک انجمن سمجھا جائے۔ اگر فرقہ کی خصوصیت رکھنے والے روابط برتر حیثیت رکھتے ہوں تو اس جماعت کو ایک معاشرتی فرقہ جانا جائے۔ اس طریق سے یہ ممکن ہے کہ جماعتوں کی فرقہ، انجمن اور سلسلہ کے حوالہ سے قسم بندی کی جا سکے اور اس کے ساتھ ساتھ ان میں ارتقا کے رجحانات کو بھی نظر میں رکھا جائے۔

بعض جماعتیں سے مشابہت رکھتی ہیں۔ ان میں مفاد اور ذاتی خواہش غالب حیثیت رکھتے ہیں۔ سلسلہ کی خصوصیات کے لیے ان میں کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ انیسویں صدی میں متوسط طبقے کی جماعتیں انجمن سے مشابہت کی بہترین مثالیں ہیں۔ ان میں اگرچہ اراکین موجود تھے لیکن وہ ذاتی آزادی اور قدامت پسند روایات کے امین تھے۔ موجودہ دور کی بہت سی میانہ رو جماعتیں ایسی ہی جماعتیں ہیں۔ امریکی سیاسی جماعتوں کے اراکین کی بڑی تعداد ظاہراً صرف خاندانی، مقامی یا جذباتی وجوہات کی بناء پر ان میں شامل ہوتی ہے یا ان کی تائید وحمایت کرتی ہے۔ درحقیقت جماعتوں میں ان کی شرکت وحمایت کی اصل وجہ ان کے مفادات ہی ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا مثالوں سے واضح ہے کہ سیاسی جماعتوں میں شرکت کی نوعیت اراکین کی مختلف اقسام سے مطابقت رکھتی ہے۔ یعنی شرکت کے درجے اور اقسام اتنی ہیں جتنی کہ اراکین کی اقسام ہیں۔ علاوہ

ازیں مذکورہ قسم بندی کے لیے عام اراکین اور متشدد اراکین میں فرق کرنا ضروری ہے۔ کچھ جماعتیں بڑی وضاحت کے ساتھ فرقہ کی طرز کی ترجمانی کرتی ہیں۔ مثلاً اشتراکی جماعتیں اپنے آپ کو طبقاتی جماعتیں تسلیم کرتی ہیں۔ ان کا صرف ایک معاشرتی طبقے سے تعلق اُن کو فرقوں جیسے روابط کا ترجمان بناتا ہے۔ ان کی رکنیت بھی زیادہ تر ایک معاشرتی طبقہ پر مشتمل ہوتی ہے، جس سے یہ جماعتیں فرقوں کی طرز اختیار کر لیتی ہیں۔ مارکس کے مطابق ہر سیاسی جماعت مخصوص معاشرتی طبقہ کے اقتصادی مفادات کے سیاسی اظہار کا ذریعہ ہے۔ اس طبقاتی نظریہ۲ کو بعض عوامی جمہوریتوں میں عروج حاصل ہے۔ وہاں ہر جماعت ایک مخصوص معاشرتی طبقہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ چنانچہ سوویٹ یونین میں مزدوروں کے علاوہ دیگر طبقات کو اس لیے دبایا جاتا ہے کہ ان تمام کو یکجا کر کے کمیونسٹ پارٹی کے مقابل دوسری جماعت قائم نہ کی جا سکے۔ تاہم ایک جمعیتی یا فرقہ کی قسم کی پارٹی۳ کا تصور طبقاتی جماعت۴ کے تصور سے کہیں زیادہ واضح ہے۔ امریکی سیاسی جماعتوں میں لوگ اکثر خاندانی، رواجی یا مقامی روایات کی بناء پر جماعت سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ بہت سے ریپبلکن اس لیے ریپبلکن ہیں کہ ان کے آباؤاجداد ریپبلکن تھے جنوب میں لوگ ڈیموکریٹ اس لیے ہیں کہ وہ گورے ہیں اور خانہ جنگی کے باغیوں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

1- Centre Parties

2- Community Theory

3- Community Party

4- Class Party

کمیونسٹ اور فسطائی جماعتیں ''سلسلہ'' کے تصور سے مطابقت رکھتی ہیں۔ سلسلہ رہبانی کی پراسراریت فسطائیت کے تصور کا اہم عنصر ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کمیونسٹ اور فسطائی جماعتوں کے برعکس اشتراکی جماعتوں میں اس عنصر کے لیے کوئی جگہ نہیں، لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ لینن اور مارکس کے نظریات کے مطابق جماعت میں سب سے زیادہ باشعور، وفادار اور جرأت مند افراد کو شامل کیا جاتا ہے۔ دراصل یہی نظریات مارکسی جماعتوں کا ''سلسلہ'' کی صفات عطا کرتے ہیں۔ اپنے اراکین سے مکمل انتساب۲ کا تقاضا کرنا، اپنے نفس کی نفی، مادی خواہشات سے احتراز اور سادہ زندگی گزارنے کی تعلیم دینا دراصل ''سلسلہ'' کی خصوصیات ہیں۔ کمیونسٹ اور فسطائی جماعتیں اپنے اراکین سے اسی قسم کی فرمانبرداری کی اُمید رکھتی ہیں۔ اسی وجہ سے ''سلسلہ'' اور فسطائی و کمیونسٹ جماعتوں کے موازنہ سے ان میں مکمل مشابہت ملتی ہے۔

معاشرتی گروہوں کی فرقہ، انجمن اور سلسلہ میں قسم بندی سیاسی جماعتوں میں روابطہ کی نوعیت پر روشنی ڈالنے کے علاوہ ان میں ارتقاء کے مسائل پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔ سب سے پہلے انجمن کی طرز پر جماعتیں قائم ہوئیں۔ اس کے بعد ان کا ارتقاء فرقہ یا جمعیت کی طرز کی جانب ہوا۔ اُنیسویں صدی کی سیاسی جماعتوں نے قیام کے وقت انجمن کی طرز اختیار کی۔ ابتدا میں وہ ایک قدرتی گروہ نہ تھیں۔ جن ممالک میں رائے دہی کے حق کی بنیاد جائداد پر تھی اور متوسط طبقہ موجود تھا، سیاسی جماعتوں نے ان طبقوں میں اپنا عمل شروع کیا۔ جماعتوں میں ان طبقات کی شرکت کی وجہ نظریاتی اور مادی مفادات کے تحفظ و حصول کی کوشش تھی۔ مفادات کے حصول کے علاوہ جماعتوں سے وفاداری ان کے لیے اور کوئی معنی نہ رکھتی تھی۔ جب کوئی چاہتا آزادی سے اپنے مفادات میں تبدیلی کے ساتھ جماعت تبدیل کر لیتا تھا۔

بیسویں صدی میں انجمن طرز کی جماعتوں کا ارتقاء فرقہ طرز کی جماعتوں کی طرف ہوا۔ یہ ارتقاء دو وجوہات سے فروغ پذیر ہوا۔ پہلی وجہ متوسط طبقے کی

1- Monasic Order

2- Total Dedication

جماعتوں کا زوال تھا۔ رفتہ رفتہ پرانی جماعتوں نے نئی روایات کو جنم دیا۔ اُن کے بانیوں کے لیے وہ جماعتیں انجمنوں کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کے بعد ان کی اولاد کو متعلقہ جماعتوں کی رکنیت وراثت میں ملی۔ وراثت کا عنصر فرقہ کی خصوصیت ہے۔ نسلاً بعد نسلاً اُن جماعتوں میں فرقہ کی خصوصیات مستحکم ہوتی گئیں۔ بتدریج ارتقاء پذیر ہوتے ہوتے ماضی کی انجمنوں نے موجودہ دور کے فرقوں کی شکل اختیار کر لی۔ عین ممکن ہے کہ اسی طرح موجودہ دور کی انجمنیں بھی مستقبل میں فرقوں کی صورت میں ارتقاء پذیر ہوں۔

انجمنوں سے فرقوں کی طرف جماعتوں کی ارتقاء پذیری کی دوسری وجہ سیاست میں مزدور طبقہ کی شمولیت ہوئی۔ انہوں نے طبقاتی جماعتیں قائم کیں۔ ان میں سے کمیونسٹ جماعتوں نے بلاشبہ شروع سے فرقہ کی طرز اختیار کی۔ اس نے پہلے سے قائم جماعتوں کو بہت متاثر کیا۔ ان کو بھی احساس ہوا کہ نئی جماعتوں کی طرح وہ بھی طبقاتی خصوصیات رکھتی ہیں۔ یہی احساس کمیونسٹ جماعتوں سے قبل کی جماعتوں کی ہیئت و تنظیم میں تبدیل کا باعث بنا۔ علاوہ ازیں عیسائی مذہب کا یورپ میں زوال اور سیاسی عقائد کو مذہبی درجہ دینے کا رجحان ''سلسلہ'' کی طرز کی جماعتوں کے قیام کا باعث بنا۔ اس ضمن میں کلیت پسند جماعتوں اور ''سلسلہ'' میں خصوصی مشابہت قابل ذکر ہے۔ ارتقاء کا یہ دوسرا دور یعنی فرقہ سے سلسلہ کی طرف ارتقاء کا دور پہلے دور کی نسبت زیادہ واضح نہیں ہے۔

جماعتوں کے ارتقاء کا جائزہ لیتے وقت یہ ملحوظ نظر رہنا چاہیے کہ ارتقاء ہمیشہ یک طرف نہیں ہوتا یعنی یہ ضروری نہیں کہ ارتقاء صرف فرقہ کی طرز سے سلسلہ کی طرز کی طرف ہو عین ممکن ہے کہ سلسلہ کی طرز پر منظّم جماعتیں فرقہ یا انجمن کی طرز کی طرف لوٹ آئیں۔ یہ کہنا شاید درست ہو کہ سلسلہ کی طرز کی جماعتیں نسبتاً آسانی کے ساتھ اپنی کلیت پسند نوعیت سے ہٹنے اور فرقہ میں تبدیل ہونے کا رجحان رکھتی ہیں۔ اس صدی کے شروع میں اشتراکی جماعتیں اپنے اراکین کو سلسلہ کی طرز پر قابو میں رکھتی تھیں۔ اس کے باوجود انہیں بھی اس قسم کی تبدیلی کا سامنا کرنا پڑا جو بعض محققین کے خیال میں قانون قدرت کے مطابق ہے۔ کمیونسٹ اور فسطائی قیادت اگر اپنی جماعتوں پر پورا کنٹرول نہ رکھیں تو وہ بھی اسی قسم کے انجام سے دوچار ہو سکتی ہیں۔ بہر حال ابھی تک ان جماعتوں کی مخصوص ساخت اور ان کے راہنماؤں کی کوششوں سے ان جماعتوں کو کمزور ہونے اور اس قسم کے زوال سے دوچار ہونے سے بچایا جا رہا ہے۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے اور بعد کمیونسٹ جماعتوں کی قوت میں کمی کی بجائے اضافہ ہوا ہے۔ ان کی کلیت پسند نوعیت بھی کم نہیں ہوئی۔ یہ صورت حال یک جماعتی نظاموں اور کثیر جماعتی نظام کے ممالک میں جہاں کمیونسٹ جماعتیں دوسری جماعتوں سے برسرپیکار ہیں، یکساں طور پر موجود ہے۔

باب چہارم

جماعتوں کی قیادت

انسانی معاشرے میں اقتدار و اختیارات کی تنظیم دو مخالف قوتوں یا عوامل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ایک طرف اختیارات وغیرہ سے متعلق عقائد تنظیم پر اثر انداز ہوتے ہیں جب کہ دوسری طرف ان تنظیموں کی عملی ضروریات کے تقاضے ان کو مخصوص صورت اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ سیاسی جماعتوں کی تنظیم بھی ان ہی دو عوامل کے زیر اثر قیام و ارتقاء کی منازل سے گذرتی ہے۔ سیاسی جماعتوں کی قیادت ہی کو لیجئے موجودہ دور کی دوسری معاشرتی تنظیموں مثلاً ٹریڈ یونین، انجمنیں اور کاروباری اداروں کی طرح آج کی سیاسی جماعتیں دوہری خصوصیات کی مالک ہیں۔ اس دور کی جماعتی قیادت بظاہر جمہوری لیکن حقیقتاً چند سرانہ[1] ہوتی ہے۔ سیاسی جماعتوں میں سے صرف فسطائی جماعتیں اس اصول سے مستثنیٰ ہیں۔ اُن میں اتنی جرأت ہے کہ وہ اپنی چند سرانہ حقیقت اعلانیہ تسلیم کریں، جس پر دوسری جماعتیں خفیہ طور پر عمل کرتی ہیں۔ سیاسی جماعتوں کے بہ ظاہر جمہوی اور عملاً چند سرانہ ہونے کا جواز یہ دیا جاتا ہے کہ عصر حاضر میں صرف جمہوریت ایک جائز طرز حکومت ہے۔ ہر دور میں انسان معاشرتی گروہوں کی تنظیم اور انتقال اقتدار کے متعلق کچھ نظریات قائم کرتا ہے اور رہنماؤں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ان نظریات پر عمل کریں۔ چنانچہ جو رہنما ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں افراد صرف ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ دوسروں کے احکام ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ان نظریات میں سے نمایاں و برتر نظریہ راہنماؤں کی جائزیت۲ کا تعین کرتا ہے۔ مغربی دنیا فرانسیسی انقلاب نے ملوکیت کی جگہ جمہوریت کو جائز تسلیم کیا۔ اس سے پہلے صدیوں تک اس نظریے کو جائز تسلیم کیا جاتا رہا کہ سیاسی

1- Oligarchic

2- Legitimacy

اقتدار موروثی ہے۔ جدید دور میں اقتدار کا حصول بالعموم انتخاب کے ذریعہ ہو تو جائز تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس جمہوری جائزیت کے مقابلہ میں طبقاتی جائزیت ا کا تصور بھی موجود ہے۔ اس جمہوری جائزیت کے مقابلہ میں طبقاتی جائزیت ا کا تصور بھی موجود ہے۔ کمیونسٹ صرف اُس اقتدار و اختیار کو جائز تصور کرتے ہیں جو طبقاتی کشمکش کے اصولوں پر مبنی ہو۔ اس کے برعکس فسطائی صرف اشرافیہ۲ کی حکومت کو جائز تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں اقتدار و اختیار ان سیاسی اعیان۳ کو حاصل ہونا چاہیے جنہیں قدرت کی طرف سے اس بوجھ کو اٹھانے کی صلاحیتیں ودیعت کی گئی ہوں۔ اس دور میں جائزیت کا مارکسی اور فسطائی تصور دونوں ثانوی اہمیت رکھتے ہیں۔ عصر حاضر میں جائزیت کا نمایاں و برتر فلسفہ جمہوری جائزیت ہے۔

دوسرے معاشرتی گروہوں کی نسبت سیاسی جماعتوں کا تعلق براہ راست اقتدار و سیاست سے ہوتا ہے۔ جائزیت کے نظریات کی نوعیت عمومی ہوتی ہے اور وہ تمام معاشرتی گروہوں پر بالعموم لاگو ہوتے ہیں۔ دیگر گروہوں یا تنظیموں کی نسبت سیاسی جماعتوں کا تعلق براہ راست اقتدار و سیاست سے ہونے کی بدولت ان نظریات یا اصولوں کو زیادہ سختی سے اُن پر لاگو کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیاسی جماعتیں اپنے وجود و قیام کو جائز ثابت کرنے کے لیے خود کو جمہوری ظاہر کرتی ہیں۔ سیاسی جدوجہد کے تقاضے اور اس کے دوران جماعتوں کی عملی ضروریات کچھ اور ہوتی ہیں۔

جمہوری اصولوں کا تقاضا تو یہ ہے کہ تمام سطحوں کی سیاسی قیادت منتخب ہو اور وقتاً فوقتاً اس کی تجدید کی جاتی رہے۔ قیادت کی نوعیت اجتماعی ہو اور اس کے پاس اختیارات کم ہوں۔ ان جمہوری اصولوں پر قائم جماعت ہر قسم کے حالات میں اس قابل نہ ہوگی کہ وہ اپنے مختلف حریفوں کے مقابلہ میں سیاسی مقاصد

کے حصول کے لیے کامیاب کوشش کر سکے۔ تمام جماعتیں

1- Class Legitimacy

2- Aristocracy

3- Political Elite

تنظیم کے جمہوری اصول نہیں اپناتیں۔ اگر تمام جماعتیں ان اصولوں کو یکسان طور پر اپنالیں تو سیاسی جدوجہد کے لیے ماحول تمام جماعتوں کے لیے یکساں ہو جاتا ہے۔ سیاسی محاذ پر کسی جماعت کو دوسری پر تنظیمی برتری نہیں ہوتی۔ ممالک کی تاریخ میں ایسا نہیں ہوتا کہ تمام جماعتیں تنظیم کے یکساں اصول اپنا لیں۔ چند جماعتیں اپنے آپ کو اشرافی یا آمرانہ انداز میں منظّم کر لیتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہے کہ دوسری جماعتیں خود کو تنظیمی لحاظ سے کمتر محسوس کرتی ہیں۔ جیسا کہ مشاہدے میں آیا ہے کہ ایک جمہوری ریاست کو آمرانہ ریاست کے خلاف جنگ جیتنے کے لیے اُسی کا انداز اختیار کرنا پڑتا ہے۔ بالکل ویسے ہی سیاسی جماعتوں کو بھی اپنے وجود کے تحفظ کے لیے آمرانہ طرز کی جماعتوں کا انداز اختیار کرنا پڑتا ہے۔ یہ عمل اس وقت بہت آسان ہوتا ہے جب رہنماؤں میں اپنے اقتدار و اختیار کو قائم رکھنے اور ان میں اضافہ کرنے کا رجحان اور خواہش موجود ہو۔ عام اراکین قیادت کی آمرانہ روش اختیار کرنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتے بلکہ اس میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ اسی وجہ سے کرشمہ ساز قیادت ا کی طرف سیاسی جماعتوں میں رجحان عام ہے۔ وہ اپنے ظاہر کو جمہوری رکھتی ہیں اور کئی حربوں اور غیر آئینی ذریعوں سے تنظیم کو چندسرانہ یا کلیت پسندانہ ۲ بنا دیتی ہیں۔ اس عمومی رجحان کی نوعیت کا انحصار جماعتوں کی معاشرتی ماہیت، اراکین میں جمہوری جذبات کی قوت، جماعتی عقائد اور جماعت کی عمر وغیرہ پر ہوتا ہے۔ یہ رجحان بعض جماعتوں میں کم اور بعض میں زیادہ ہوتا ہے۔

(الف) راہنماؤں کا انتخاب

جمہوری ضوابط کے مطابق جماعتی راہنماؤں کا انتخاب مختصر مدت کے لیے ہوتا ہے۔ صرف فسطائی جماعتیں اس اصول سے انکار کرتی ہیں۔ اُن میں برتر اور اعلیٰ سطح کی قیادت ماتحت افراد کی نامزدگیاں کرتی ہے۔ اعلیٰ ترین سطح کی قیادت کی نامزدگی کوئی نہیں کرتا بلکہ وہ مختلف وجوہات کی بناء پر خود قائد

1- Charismatic Leadership

2- Totalitarian

کے اختیار حاصل کرتی ہے۔ اور تمام عمر اس اختیار کی مالک رہتی ہے۔ قائد کے جانشین کی نامزدگی تشریک ا کے ذریعے کی جاتی ہے۔ انتخاب کے جمہوری اصول کی جگہ بھرتی کے مطلق العنان طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ مثلاً کواپشن اور مرکزی ادارے کے ذریعے نامزدگیاں وغیرہ، مزید یہ کہ جماعت کے حقیقی اور ظاہری راہنماؤں میں بھی تمیز کی جاتی ہے۔

سیاسی جماعتوں میں مطلق العنان ہونے کے رجحان کا تجزیہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ مطلق العنانیت کی دو اقسام جان لی جائیں۔ ایک کھلی مطلق العنانیت ۲ کہلاتی ہے اور دوسری کو پوشیدہ مطلق العنانیت ۳ کہا جاتا ہے۔ اول الذکر خصوصیت فسطائی جماعتوں میں موجود ہے۔ اُن میں برتر اختیارات ایک راہنما کے ہاتھ میں ہوتے ہیں جو اپنی کوششوں سے حاصل کیے ہوتے ہیں یا اُسے خوش قسمتی سے ملتے

ہیں۔

قیادت کے بارے میں فسطائی عقائد کی بھی دو اقسام ہیں۔ایک عقیدہ جرمن نظریہ پر مبنی ہے جب کہ دوسرے کی بنیاد لاطینی ہے۔جرمن نظریہ کے مطابق لیڈر خدا کا اوتار ہے اور مشیت ایزدی کی وجہ سے اسے اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ تمام اختیارات کو استعمال کرے۔دوسرے نظریے کے مطابق قیادت کو وجود میں لانے کی ذمہ داری حالات پر ڈالی جاتی ہے جن کی وجہ سے ایک لیڈر اختیار اور مقام حاصل کر لیتا ہے۔دراصل اولذکر نظریہ قدیم نظریہ خداداد بادشاہیت۴ کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے جب کہ لاطینی نظریہ میں راہنما کے اختیار کو مخصوص حالات کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے۔مطلق العنانیت کی دونوں صورتوں کی شناخت ماتحت راہنماؤں کے انتخاب کے طریقوں سے کی جاتی ہے۔دونوں میں ان راہنماؤں کا چناؤ جماعت کا مطلق العنان قائد کرتا ہے۔

1- Co-option

2- Open Autocracy

3- Disguised Autocracy

4- Theory of Divine Right of Kings

بعض حالات میں آمرانہ طرز پر قائم کی جانے والی جماعتیں جمہوری اصولوں سے سمجھوتہ کر لیتی ہیں خواہ وہ محض ظاہری کیوں نہ ہو۔مثلاً وہ انتخاب کے طریقہ کار کو اپنا لیتی ہیں۔عموماً انتخاب کا اصول جماعت کے بالائی اداروں کی نسبت مقامی سطحوں پر زیادہ لاگو کیا جاتا ہے۔مثال کے طور پر 1947 میں ڈیگال نے جو جماعت۱ قائم کی اس میں کمیون۲ کی سطح پر تمام عہدہ داروں کا انتخاب جمہوری ہوتا تھا۔ڈیپارٹمنٹ۳ کی سطح پر منتخب عہدہ داروں کے ساتھ ساتھ مرکزی ادارے کے نامزد وفود بھی موجود تھے۔اصولی اعتبار سے اختیارات کمیٹی کو حاصل تھے لیکن مرکزی قیادت کے نامزد عہدہ داروں کو ویٹو۴ کا حق تھا۔اس کے علاوہ مرکزی قیادت کے نامزد وفود کو بہت سی مراعات حاصل تھیں جس کی وجہ سے انہیں منتخب عہدہ داروں پر برتر حیثیت حاصل ہو جاتی تھی۔علاقہ یا ریجن۵ کی سطح پر صرف نامزد عہدہ دار ہوتے تھے۔مرکزی میں تمام جماعتی دار جماعت کے لیڈر یعنی عہد دار جماعت کے لیڈر یعنی ڈیگال کے نامزد کردہ تھے۔صرف کانگرس اور قومی کونسل کے وفود اس سے مستثنیٰ تھے۔کانگرس کا اجلاس سال میں صرف ایک دفعہ ہوتا اور اس کا کام اس سے زیادہ کچھ نہ تھا کہ وہ پہلے سے طے شدہ فیصلوں کی تصدیق کر دے۔جہاں تک کونسل کا تعلق تھا اس کی حیثیت صرف ایک مشاورتی ادارے کی تھی۔موثر اختیارات صرف جماعت کے لیڈر کے علاوہ انتظامی کونسل اور سیکریٹریٹ کو حاصل تھے اور ان تمام کے اراکین کو ڈیگال خود نامزد کرتا تھا۔مرکزی ادارے مکمل طور پر مطلق العنانی کے اصولوں پر منظّم تھے۔

اس کے برعکس کچھ ایسی جماعتیں ہیں جن میں جمہوریت کے ساتھ کسی حد تک مطلق العنانیت کو اختیار کر لیا جاتا ہے۔ان جماعتوں میں منتخب شدہ

1- French Peoples' Rally

2- Commune

3- Department

4- Veto

5- Region

اراکین کے ساتھ شریک کردہ لیڈرا موجود ہوتے ہیں۔ برمنگھم کاکس۲ جس نے انیسویں صدی میں برطانوی سیاسی جماعتوں کی تنظیم پر خاص اثرات مرتب کیے، اس کی ایک اچھی مثال تھی۔ برمنگھم کاکس میں منتخب شدہ اراکین کے ساتھ شریک کردہ لیڈر بھی تھے۔ نچلی سطح پر ضلعی کاکس تھے۔ اُن میں جماعت کے منتخب کردہ وفود کے ساتھ شریک کردہ اراکین کی اتنی تعداد ہوتی تھی جتنے کہ منتخب شدہ اراکین نامزد کرنا چاہیں۔ سب سے اوپر ایک انتظامی کمیٹی تھی جس کے کل اراکین کی تعداد ایک سودس تھی۔ ان میں سے 48 کا انتخاب ہر ضلع میں سے اراکین براہ راست کرتے تھے۔ بتیس کا انتخاب ضلعی کاکس کرتے اور باقی تیس ارکان کو پہلے سے منتخب شدہ اراکین شریک کرتے تھے۔ ان اداروں کے علاوہ ایک جنرل اسمبلی تھی، اس میں ایک سودس اراکان انتظامی کمیٹی کے ہوتے تھے اور 480 وفود ضلعی اراکین کے منتخب شدہ تھے۔ ظاہراً جماعت کا یہ تمام نظام بہت جمہوری معلوم ہوتا ہے۔

برمنگھم کاکس کی تنظیم کا موازنہ موجودہ دور کی کچھ عیسائی جمہوری جماعتوں کی تنظیم سے کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً فرانسیسی پاپولرریپبلکن موومنٹ۳ کی قومی کمیٹی میں بالترتیب دس اور انتظامی کمیٹی میں پانچ شریک کردہ رکن تھے۔ بلجین عیسائی سوشل جماعت۴ میں کمیون اور ضلع میں کمیٹیوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ منتخب شدہ اراکین کی تعداد کے مساوی شریک کردہ اراکین کمیٹیوں میں شامل کرلیں۔ مرکزی سطح پر جنرل کونسل میں ایک سو سے زیادہ اراکین میں سے بارہ شریک کردہ رکن ہوتے ہیں اور مرکزی سطح کی قومی کمیٹی میں اکیس میں سے چار شریک کردہ ہوتے ہیں۔ تشریک کے طریقہ کار کو اختیار کرنے کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسے افراد مثلاً عالم اور سیاسی مدبرین وغیرہ جماعتی تنظیم میں شامل کئے جائیں جو عموماً سیاسی زندگی

1- Co-opted Leaders

2- Birmingham Caucus

3- French Popular Republican Movement

4- Belgian Christian Socialist Party

میں کوئی حصہ نہیں لیتے لیکن ان کا تجربہ جماعت کے لیے مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

فرانسیسی کمیونسٹ جماعت کے آئین کی دفعہ سات میں ہے کہ مخصوص حالات میں (جن کا تعین کرنے کا اختیار سنٹرل کمیٹی کو ہے) رہنماؤں کی سب تقرریاں جماعت کے اعلیٰ اداروں میں تشریک کے ذریعے ہوں اور تشریک کے لیے مرکزی ادارے کی تصدیق ضروری قرار دی گئی ہے۔ یہ دفعہ محض اس لیے رکھی گئی ہے کہ ان مخصوص حالات سے نبٹا جاسکے جن کی جماعت کو پیش آنے کی توقع تھی۔ عملاً یہ دفعہ سنٹرل کمیٹی کو اتنا زیادہ بااختیار بنا دیتی ہے کہ وہ جب بہتر اور حالات کو موافق سمجھے اس اختیار کو استعمال کرتے ہوئے کسی بھی مخالف رہنما کو برطرف کردے۔ ڈھکے چھپے انداز میں تقریباً تمام جمہوری ساخت رکھنے والی جماعتیں کم وبیش بہروپی آمریت ا کے طریقے استعمال کرتی ہیں۔ اس مقصد کے لیے دو حربے استعمال کیے جاتے ہیں۔ انتخاب میں ہیرا پھیری اور سازباز۲ کے علاوہ حقیقی اور ظاہری رہنماؤں میں تفریق۔

پہلا طریق کار اکثر حکومتی جماعتیں استعمال کرتی ہیں تاکہ اپنے اُمیدواروں کو دوبارہ کامیاب کروایا جاسکے۔ نہ صرف قومی انتخاب میں بلکہ جماعت کے اندرونی انتخاب میں سازباز، کا طریقہ زیادہ موثر اور کارآمد ثابت ہوا ہے۔ جمہوری ممالک کے عام انتخابات میں تو یہ بداعمالیاں اور سازباز زیادہ وسیع

پیمانے پر ہوتا ہے۔سیاسی جماعتوں کے اندر بھی انتخابات میں ساز باز بہت منظّم ہوتا ہےاوراس کی وجہ سے رہنماؤں کی بھرتی کے طریقے عموماً مطلق العنانی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ماسوائے مقامی سطح کی تنظیموں کے، اراکین، رہنماؤں کا انتخاب ان وفود کے ذریعے کیا جا تا ہے جومنتخب شدہ ہوتے ہیں۔ خصوصاً کمیونسٹ جماعتوں ۳ میں اس طریق کار کو بہت فروغ ہوا ہے۔سیل کے علاوہ اشتمالی جماعتوں کے باقی تمام ادارے ان منتخب شدہ وفود پر مشتمل ہوتے ہیں جنہیں نچلے ادارے اوپر والے اداروں میں بھیجتے ہیں۔تمام جماعتیں بالواسطہ

1- Disgused Dictatorship

2- Manipulation

3- Communist Parties

نمائندگی کے اس طریقے کو اتنی سختی سے اختیار نہیں کرتیں جتنی کہ کمیونسٹ جماعتیں کرتی ہیں۔البتہ بالواسطہ نمائندگی کے طریق پر کسی حد تک عمل پیرا ضرور ہوتی ہیں۔اس دور میں بالواسطہ نمائندگی ''جمہوریت کے بھیس میں آمرانہ طریقوں' کے استعمال کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔روسو نے ہمیشہ اس قسم کی نمائندگی کی مخالفت کی۔اس کے خیال میں اقتدار اعلیٰ کی نمائندگی کی ہی نہیں جاسکتی کیونکہ وفود کی ذہنی سوچ کبھی بھی قطعی طور پر انتخاب کنندہ کی سوچ سے ہم آہنگ نہیں ہوتی۔ جب بالواسطہ نمائندگی کا عمودی نظام اختیار کیا جاتا ہے تو مقامی باشندوں کے افکار اور مرکز میں پہنچنے والے نمائندوں کے فیصلوں میں شدید اختلاف ہوتا ہے۔وفود کے ذریعے رہنماؤں کا انتخاب، براہ راست عوام کے ذریعے رہنماؤں کے انتخاب سے مختلف نوعیت کا حامل ہے۔مزید برآں اس طریقہ سے ووٹروں کی تعداد کو محدود کر کے انتخاب میں ساز باز کے طریقوں کو استعمال کرنے کے لیے مزید سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔

انتخاب میں ہیرا پھری اور دھاندلیوں ا کے لیے بالواسطہ نمائندگی کے علاوہ ایک اور طریقہ بھی استعمال کیا جاتا ہےاوروہ ہے اُمیدواروں کی نامزدگی۔بعض جماعتوں کے آئین میں نامزدگی کا ایک واضح طریقہ درج کر دیا جا تا ہے۔اوراس کے ذریعے انتخاب کنندہ گان کی پسند کو محدود کر دیا جا تا ہے۔اکثر اوقات اس وضاحت کا مقصد نہ صرف جماعت میں مطلق العنانیت کے عنصر کو ایک حد تک جاری کرنا ہوتا ہے بلکہ اس کے ذریعے جماعت میں مرکزیت میں اضافہ کرنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔مثلاً بعض اوقات مقامی رہنماؤں کی نامزدگیاں مرکزی ادارہ کرتا ہے اور اس طرح جماعت کے مرکزیت پسند رجحان میں مزید اضافہ کی کوشش کی جاتی ہے۔فرانسیسی کمیونسٹ جماعت کا آئین اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ وفاقی سیکرٹری کے عہدے کی اُمیدواری ۲ کے لیے وفاقی کمیٹی کو مرکزی کمیٹی سے مشورہ لینا چاہیے۔آسٹرین اشتراکی جماعت کے مقامی عہدے داروں کا انتخاب اس فہرست میں سے کیا جاتا ہے جو

1- Election Tricks and Rigging

2- Candidature

ضلعی پارٹی کا اعلیٰ ادارہ تیار کرتا ہے۔بلجین کرسچین سوشل جماعت میں اگرچہ مقامی کمیٹی کی صدارت کے عہدے کے لیے اُمیدواروں کی نامزدگی مقامی کمیٹی کی جانب سے منعقد کیے جانے والے اراکین کے عام اجلاس میں کی جاتی ہے،لیکن اس کے لیے ضلعی کمیٹی کی پیشگی منظوری ضروری ہے۔اس طرح ضلع کی

سطحوں کی کمیٹیوں کے صدور کی نامزدگیاں اگرچہ ضلعی کمیٹیوں کے ذریعے کی جاتی ہیں لیکن ان کے لیے بھی مرکزی کمیٹی کی پیشگی منظوری ضروری ہے۔ قانون میں اگرچہ یہ دفعہ موجود ہے کہ مرکزی رہنماؤں کی نامزدگی میں مقامی تنظیموں کی رضا مندی بھی شامل ہو۔ اس کے اثرات جماعت میں غیر مرکزیت کی صورت میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ عملاً پہلے رجحان کی نسبت دوسرے رجحان کو بہت کم اہمیت دی جاتی ہے۔

بلجین کیتھولک جماعت میں نیشنل کمیٹی کے لیے امیدواروں کی نامزدگی یا خود نیشنل کمیٹی کرتی ہے یا صوبائی اور ضلعوں کی سطح کی کمیٹیوں کرتی ہیں۔ آسٹرین اشتراکی جماعت میں نیشنل کونسل کے انتخاب کے لیے تیاری ایک انتخابی کمیٹی کرتی ہے جس میں صوبائی تنظیموں کے نمائندوں کا ہونا ضروری ہے۔ یہ کمیٹی صوبائی وفود کی اسمبلی میں رپورٹ پیش کرتی ہے اور اس کے بعد ایک آخری رپورٹ کانگرس کے سامنے پیش کر دی جاتی ہے۔

سرکاری نامزدگی۲ کی بجائے نیم سرکاری نامزدگی۳ کا طریقہ زیادہ اختیار کیا جاتا ہے۔ کئی جماعتوں میں ایک ہی امیدوار یا امیدواروں کی ایک فہرست اراکین کی تائید حاصل کرنے کے لیے پیش کی جاتی ہے۔ کمیونسٹ جماعتوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ نیشنل کانگرس کے اجلاس میں سنٹرل کمیٹی کا انتخاب حقیقی معنوں میں انتخاب نہیں ہوتا۔ یہ محض پہلے سے طے شدہ فیصلوں کی توثیق ہوتی ہے۔ نچلی تنظیموں میں بھی کم وبیش اسی طریقہ پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ جماعتیں بھی جو راسخ العقیدہ جمہوری ہونے کا دعویٰ

1- Arrondissement Committee

2- Official Nomination

3- Semi- Official Nomination

کرتی ہیں اس کے مماثل طریقے استعمال کرتی ہیں۔ مثلاً فرانسیسی ریڈیکل اشتراکی جماعت میں عہد یداروں کا انتخاب دراصل امیدواروں کی ایک فہرست کی محض توثیق کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ بہت سے ممالک کی دائیں بازو کی جماعتوں اور کنزرویٹو جماعتوں میں ان ہی طریقوں پر عمل کیا جاتا ہے۔ ان جماعتوں کے دعوؤں کے برعکس ان میں مکمل جمہوری طریق کم ہی ملتے ہیں۔

سرکاری یا غیر سرکاری نامزدگی کے طریق کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مذکورہ جماعتوں میں اس پر اب تک بغیر کسی رکاوٹ کے عمل کیا جارہا ہے۔ نیم سرکاری نامزدگیوں کو بعض اوقات نیشنل کانگرس میں اور شاخوں کاکس، سیل میں نسبتاً زیادہ شدت سے تنقید ومخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مخالفت کے علی الرغم ایسی مثالیں بہت کم ہیں جہاں مقامی تنظیموں نے ان امیدواروں کو اپنے راہنما ماننے سے انکار کر دیا ہو، جو اعلیٰ تنظیموں کی طرف سے نامزد کیے گئے ہوں۔ جماعتوں کے اندر حزب اختلاف کی جانب سے اپنی کامیابی کے لیے کیے جانے والے اقدامات میں ہم آہنگی کی عدم موجوگی، ایسی شخصیات کے لیے کیے جانے والے اقدامات میں ہم آہنگی کی عدم موجودگی، ایسی شخصیات کی کمی جو ایک مضبوط حزب اختلاف قائم کرنے کے قابل ہوں، اور اکثر اراکین کی عام اجلاسوں سے غیر دلچسپی وبے توجہی بہت سی دوسری وجوہات کے علاوہ اس عام رجحان کی وضاحت کرتی ہیں۔ بعض اوقات ایک سیل یا شاخ بغاوت کو دیتی ہے۔ بغاوت کبھی اتنی شدید نہیں ہوتی کہ جماعت کی عام ساخت یا طریقہ کار میں کسی انقلابی تبدیلی کا باعث بنے۔ طریقہ انتخاب کے بالواسطہ ہونے سے مقامی سطحوں پر اس معاملے میں عدم دلچسپی مزید بڑھ جاتی ہے۔ اس رجحان کے نتائج جماعتی تنظیم میں حقیقی جمہوریت کی عدم موجودگی کی صورت میں ظاہر

ہوتے ہیں اور جماعت کے پورے ڈھانچے پر اثرات مرتب کرتے ہیں۔ جماعتوں میں حزب اختلاف کا وجود دراصل اعلیٰ سطح کے راہنماؤں میں حصول اقتدار کی جنگ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

سیاسی جماعتوں کے عہدوں کے لیے انتخاب میں ووٹ دینے کا عمل نامزدگیوں میں مذکورہ بدعنوانیوں کو تکمیل تک پہنچا دیتا ہے۔ اس سلسلے میں دو حربے استعمال کیے جاتے ہیں۔ پہلا حربہ مقام انتخاب یا پولنگ سٹیشن اور مقام اجتماع پر قیادت کے حامیوں کا اجتماع ہے جس میں قیادت کے حق میں یا مخالفین کے خلاف ہلڑ بازی اور ہنگامہ آرائی ہوتی ہے۔ دوسرا حربہ ووٹنگ میں جعل سازی کا ہے۔ پہلے حربے کا استعمال ریڈیکل اشتراکی کانگرس کے اجلاسوں میں کثرت سے کیا جاتا ہے۔ ان جماعتوں میں نمائندگی کی مشینری کچھ اس قسم کی ہے کہ ایک ماہر لیڈر آسانی سے اس کی ترکیب اور نتائج پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ مثلاً جماعت کو زیادہ چندہ ادا کرنے والے افراد ہی کانگرس کے اجلاسوں میں شرکت کا ٹکٹ خرید سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ نزدیکی کاکس کے اراکین زیادہ آسانی سے کانگرس کے اجلاس میں شرکت کر سکتے ہیں۔ انتظامی کمیٹی کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کانگرس کا اجلاس ایسے مقام پر ہو جہاں اس کے حامی اراکین کی تعداد زیادہ ہو۔ اس سے ان کے دوبارہ منتخب ہونے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔ بعض اوقات یہ بھی کیا جاتا ہے کہ کانگرس کے اجلاس میں شرکت کے لیے ٹکٹوں کی زیادہ تعداد خرید لی جاتی ہے اور ان کی بنیاد پر ایسے اراکین کو اجلاس میں بلایا جاتا ہے جن سے قائدین کو موافق ووٹ حاصل ہو سکتے ہوں۔ 1872 میں کارل مارکس اور اس کے حامیوں نے انٹرنیشنل کی جنرل کونسل کے اجلاس کے لیے دی ہیگ کو اس لیے منتخب کیا کہ انہیں یقین تھا کہ اس قبضے میں مخالفین مشکل سے رسائی حاصل کر سکیں گے۔

موجودہ دور کی اشتراکی جماعتیں دوسری جماعتوں کی نسبت جمہوری اصولوں کا زیادہ خیال رکھتی ہیں۔ اُن میں بھی اراکین کی مناسبت سے مرکزی اداروں میں نمائندگی کا اصول قیادت کے لیے یہ مواقع مہیا کرتا ہے۔ کہ اپنے مفاد کی خاطر تھوڑی بہت ہیرا پھیری سے کام لے سکیں۔ اس ضمن میں فرانسیسی اشتراکی جماعت کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس جماعت میں ہر فیڈریشن کو چندہ ادا کرنے والے پچیس افراد کے لیے ایک نمائندہ کو کانگرس میں بھیجنے کا اختیار ہے۔ چندہ کی ادائیگی ٹکٹوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ ممکن ہے کہ ایک مالدار فیڈریشن اپنے اراکین کی تعداد سے زیادہ ٹکٹ خرید لے اور اس بنا پر کانگرس میں اپنے حق سے زیادہ نمائندگی حاصل کر لے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ نمائندگی وفاقی اکائیوں کی رکنی قوت سے مناسبت نہیں رکھتی۔

1- Composition

اس نظام میں اکائیوں کے اراکین کی تعداد کی اہمیت ثانوی ہو جاتی ہے۔ مثلاً پاپولر ریپبلکن فرنٹ میں نمائندگی کا تناسب کچھ یوں ہے۔ پہلے دوسو اراکین کی تعداد تک ہر سو کے لیے ایک نمائندہ اور بقایا تعداد میں سے ہر دوسو کے لیے ایک نمائندہ کانگرس میں بھیجا جاتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس طریق نمائندگی کے ذریعہ نئے گروہوں کی حوصلہ افزائی کی گئی اور بڑی وفاقی اکائیوں کے اثر کو کانگرس میں محدود کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ مرکزی قیادت کی طاقت میں اضافہ ہو۔ مرکزی قیادت کے لیے مخالفت ہمیشہ بڑی اکائیوں کی جانب ہی سے ہوتی تھی۔ اس طریقہ سے یہ کوشش بھی کی گئی کہ ان اکائیوں سے آنے والے مخالف اراکین کو روکا جا سکے۔

مقامی تنظیموں میں بھی قیادت کے اختیارات میں اضافہ کے لیے یہی طریق نمائندگی اختیار کیا جاتا

ہے۔مقامی تنظیموں مثلاً شاخوں وغیرہ میں ووٹ ڈالنے کا طریقہ بلاواسطہ ہوتا ہے۔اس لیے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ نیم سرکاری امیدواروں کی مخالفت کرنے والوں کو اجلاسوں میں شرکت سے روکا جائے۔مثلاً اجلاس کے لیے نوٹس موزوں وقت پر جاری نہ کیا جائے تا کہ مخالفین بروقت اطلاع نہ ہو سکنے کی وجہ سے اجلاس میں شرکت نہ کرسکیں۔یا اجلاس ہی ناموزوں وقت پر بلایا جائے۔بلکہ اس وقت ہو کہ مخالفین کی اکثریت اس میں شامل نہ ہو سکے۔امریکی جماعتوں کے کرتا دھرتا اور منتظم انتخاب میں ان جعل سازیوں اور حربوں سے خوب واقف ہیں اور ان سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔

اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ شاخوں کے اجلاسوں میں شریک ہونے والے اراکین کی تعداد ہمیشہ کل رکنیت کی نسبت بہت کم ہوتی ہے۔لہٰذا اراکین جو راہنماؤں کے انتخاب کے لیے ووٹ دیتے ہیں وہ تعداد میں اور بھی کم ہوتے ہیں۔بدیں وجہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ راہنماؤں کا انتخاب قطعی جمہوری ہوتا ہے۔

ووٹ دینے کا مرحلہ بھی دھاندلیوں سے پاک نہیں ہوتا۔جمہوری تقاضا یہ ہے کہ رائے کا اظہار ایک بیلٹ پیپرا کے ذریعے کیا جائے۔لیکن ہمیشہ اور ہر جگہ ایسا نہیں ہے۔یہ طریقہ کار رائے دہی کی نوعیت اور مقاصد کو بدل کر

1- Ballot Paper

رکھ دیتا ہے۔بعض اوقات خفیہ رائے دہی کے لیے بھی بندوبست کیا جاتا ہے۔اس میں بھی وہی بیلٹ پیپر تقسیم کیے جاتے ہیں جن پر نیم سرکاری امیدواروں کے نام درج ہوں۔

جماعتی قیادت کو برقرار اور محفوظ رکھنے کے مقصد کے حصول کے لیے کچھ نفسیاتی طریقے بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔نچلے درجے کی تنظیموں میں جماعت کی اہم شخصیات مثلاً مجلس قانون ساز کے اراکین، صحافی اور انتظامیہ کے اراکین وغیرہ دورہ کرتے ہیں اور نیم سرکاری امیدواروں کے حق میں اراکین سے خطاب کرتے ہیں۔ان شخصیات کی قدر و منزلت اراکین کی رائے پر اثر انداز ہوتی ہے۔اس سے اراکین میں اپنی اہمیت کا احساس بڑھ جاتا ہے۔کہ انہیں اس قابل سمجھا گیا کہ ایک اہم شخصیت نے ان سے خطاب کیا ہے۔قومی سطح کی جماعتی تنظیموں میں ایسی شخصیات کا اثر و رسوخ اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔یوں تو سب جماعتوں میں بڑی شخصیتوں کی قدر و منزلت کی جاتی ہے۔اور وہ اثر و رسوخ رکھتی ہیں لیکن فرانسیسی ریڈیکل جماعت اور امریکی سیاسی جماعتیں اس ضمن میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(ب) برائے نام راہنما اور حقیقی راہنما

جماعتوں کے اندر مطلق العنانیت کے عنصر کو چھپانے اور عوام سے پوشیدہ رکھنے کے لیے ایک اور طریقہ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔اس طریقہ سے جماعت کے اندر قیادت کے دو حلقے قائم کیے جاتے ہیں۔برائے نام قیادت اور حقیقی قائدین۔برائے نام قیادت منتخب شدہ ہوتی ہے۔اور اس کو صرف آئینی اختیارات حاصل ہوتے ہیں جنہیں وہ حقیقتاً استعمال نہیں کرتی۔اس کے برعکس حقیقی قیادت مطلق العنانی کی حد تک موثر ہوتی ہے اور حقیقتاً وہی آئینی اختیارات کا استعمال کرتی ہے۔سیاسیات کے طالبعلموں کے لیے یہ سوال کہ سیاسی جماعتوں میں اختیارات کا حقیقی سرچشمہ کون ہے؟ اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ مورخین کے لیے یہ سوال اہم ہے۔کہ مطلق العنان بادشاہوں اور حکمران کی پشت پر کون سے لوگ یا ادارے

درحقیقت فیصلے کرتے اور حکمرانوں کو ان پر عمل کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ حقیقتاً یہی لوگ تمام سرگرمیوں کا منبع اور محور ہوتے ہیں۔ جیسا کہ پتلیوں کے ناچ میں اصل اہمیت ان کے تاروں کو کھینچنے والی انگلیوں کی ہوتی ہے۔

بعض سیاسی جماعتوں کی ظاہری اور حقیقی قیادت میں شامل افراد میں معمولی نوعیت فرق ہوتا ہے۔ ان کے قانونی لیڈر ہی ان کے حقیقی لیڈر ہوتے ہیں فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ قانونی لیڈروں میں سے ایک چھوٹا گروہ اُبھرتا ہے جس کی برتری کو دوسرے افراد تسلیم کر لیتے ہیں۔ یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک لیڈر اپنی نمایاں صلاحیتوں کی وجہ سے اپنی برتری دوسروں سے منواتا ہے اور پارٹی میں حقیقی قائد کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ اس ضمن میں فرانسیسی اشتراکی جماعت میں لیون بلوم اور سویڈش سوشل ڈیموکریٹک جماعت میں ان کے قائد برانٹنگ کا نام لیا جاسکتا ہے۔

بعض دوسری جماعتوں میں اختیارات وقیادت میں دوئی اور ان میں فرق معمولی نوعیت کا نہیں بلکہ بہت گہرا ہوتا ہے۔ ان جماعتوں میں قانونی طور پر وضع شدہ نظام مراتب ا کے متوازی ایک نیم سرکاری اور خفیہ نظام مراتب قائم ہوتا ہے۔ اس قسم کے نظام میں اگرچہ دونوں نظام مراتب اقتدار واختیار میں کسی حد تک دخل انداز ہوتے ہیں لیکن خفیہ نظام مراتب زیادہ وسیع اختیارات کا مالک ہوتا ہے۔ امریکی جماعتوں کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں ایک طرف جماعت کی سرکاری تنظیم ہوتی ہے جس پر قانونی اختیار ان کے لیڈر کو حاصل ہوتا ہے۔ دوسری طرف اس کے متوازی ایک غیر سرکاری تنظیم ہوتی ہے۔ جو کہ ''مشین'' کہلاتی ہے اور جس پر مکمل اختیار متعلقہ سیاسی جماعت کے غیر رسمی آقاؤں کے پاس ہوتا ہے۔ یہ غیر سرکاری تنظیم جمہوری نہیں ہوتی۔ اس کا ''باس'' ۲ یا آقا سیاسی اقتدار واختیار اپنی قوت انتخاب کے ذریعے نہیں بلکہ دوسرے طریقوں مثلاً وراثت، نامزدگی وغیرہ کے ذریعے سے یا دوسروں کے خلاف اقتدار کی جنگ میں کامیابی کے نتیجے میں حاصل کرتا ہے۔

اختیارات یا قوت کا یہ دوسرا سرچشمہ کیسے پیدا ہو جاتا ہے؟ اس کے لیے

1- Formal Hierarchy

2- Boss

ہم کوئی مخصوص یا عمومی اصول وضع نہیں کر سکتے بلکہ مطالعہ کو مخصوص حالات میں چند ایسی مثالوں تک محدود کرنا پڑتا ہے جو اس میدان میں نمائندہ حیثیت رکھتی ہوں۔ مثلاً امریکہ میں مفاد کے تصور کی بدولت سیاسی قوت کا مذکورہ سرچشمہ پیدا ہوا ہے۔ وہاں انتخابات جیتنے والی عماجت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ سول عہدوں پر تقرریاں اپنی مرضی سے کر لے۔ اس نظام کو نظام غنائم ا کہا جاتا ہے۔ اسے سیاسی سودے بازی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کے لیے پارٹی کی سرکاری تنظیم کے متوازی ایک غیر سرکاری تنظیم یا ''مشین'' اُبھرآتی ہے جو جماعت میں موثر مقام رکھتی ہے اور ان تمام جائز وناجائز فوائد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کے برعکس فرانس میں ایسا نہیں ہے۔ وہاں سول عہدوں پر تقرریاں مقابلے کے امتحان کے ذریعے ہوتی ہے اور انہیں قانون کا تحفظ حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرانس کی انتظامیہ سیاسی اثر سے آزاد ہے۔ یورپ میں اس قسم کی غیر سرکاری تنظیمیں بہت کم پائی جاتی ہیں۔ اس کی دوسری وجوہات کے علاوہ ایک اہم وجہ یہ ہے کہ سول سروس کے قواعد وضوابط وضع کر لیے گئے ہیں جس کی وجہ سے ان بدعنوانیوں کے امکانات کم ہو گئے ہیں جو امریکہ کے نظام غنائم کا قدرتی نتیجہ

ہیں۔

اگرچہ جماعت کو باقاعدہ مالی امداد اور بڑی مقدار میں چندہ وعطیات دینے والے بھی جماعت پر اسی قسم کا اثر ورسوخ رکھ سکتے ہیں۔عملاً ان کا ایسا اثر ورسوخ کم ہوتا ہے۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جماعت کو تحائف دینے والے اکثر افراد یا اداروں کا سیاسی کردار شاندار یا قابل تحسین نہیں ہوتا۔وہ صرف اپنے ذاتی مفاد سے متعلق چند مسائل کو حل کروانے کے لیے جماعت پر دباؤ ڈالتے ہیں۔مثلاً کسی ٹیکس کے نفاذ کے خلاف یا کسی بل کے خلاف کوشاں ہوتے ہیں کہ وہ پارلیمنٹ میں منظور نہ ہو۔یہ صحیح ہے کہ وہ چندہ اور عطیات کے ذریعہ مخصوص مسائل کے ضمن میں کسی حد تک جماعت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔لیکن اس کا یہ قطعاً مطلب نہیں ہے کہ وہ اس طرح

SPoil System

متعلقہ جماعت کی قیادت میں بھی حصہ دار ہوتے ہیں۔دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جماعت کو بھاری رقوم عطا کرنے والے جماعت کے حقیقی قائد نہیں ہوتے۔بعض مواقع پر وہ سرگرم عمل نظر آتے ہیں جب کہ ان کی خواہش صرف یہ ہوتی ہے کہ ان مسائل پر جماعت ان کی مرضی کے مطابق عمل کرے۔

اس کے علاوہ کچھ ایسے گروہ بھی ہیں جو سیاسی اقدام کے ذریعے نجی یا ذاتی مفادات کے تحفظ کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔مزدوروں یا مالکان کے وفاق،ریٹائرڈ ملازمین کی انجمنیں اور علاقائی انجمنیں وغیرہ ایسے گروہوں کی مثالیں ہیں۔امریکہ میں ان کو مفاداتی گروہوں ا کا نام دیا جاتا ہے۔پارٹی کو عطیات دینے والوں کی طرح مفاداتی گروہ بھی چند واضح اور محدود مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔وہ کسی مخصوص سیاسی جماعت کے ساتھ مستقل طور پر وابستہ ہونا نہیں چاہتے۔ان کے مقاصد کی نوعیت اگر اس قسم کی ہو کہ وہ کسی سیاسی جماعت کے ساتھ مستقل وابستگی کے متقاضی ہوں تو وہ اس جماعت کی قیادت پر مستقل اثر رکھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔کانگرس آف انڈسٹریل آرگنائزیشن۲ کی امریکن ڈیموکریٹک پارٹی سے مستقل وابستگی اس کی بہترین مثال ہے۔اس قسم کے گروہ نہ صرف پارٹی کی قیادت پر مستقل اثر ورسوخ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ جماعت کی نچلی سطحوں پر بھی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے حامی افراد منتخب ہوں تاکہ مفادات کے حصول میں انہیں سہولت رہے۔سیاسی جماعتوں کی طرف سے انکار کی صورت میں ان گروہوں کی قیادت اور متعلقہ جماعتوں میں محاذ آرائی ہو جاتی ہے۔اشتراکی اور کرسچین ڈیموکریٹک جماعتوں میں ٹریڈ یونین رہنماؤں کا اثر ورسوخ اس کی واضح مثال ہے۔

مفاداتی گروہوں کے علاوہ دانشوروں کی انجمنیں بھی سیاسی جماعتوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ایک زمانہ میں سیاسی جماعتوں پر دانشوروں کا اثر بہت تھا۔1900-1910 کے دوران فری میسنری تنظیم کا فرانسیسی ریڈیکل پارٹی پر

1- Interest Groups

2- Congress of Industrial Organizations

اثر اس کی واضح اور بہترین مثال ہے۔اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس دور میں مذکورہ تنظیم کے اراکین پارٹی کی قیادت کی راہنمائی کرتے تھے۔یہ اگر مبالغہ آرائی نہ ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ فرانسیسی جماعت کو تنظیمی ڈھانچہ بھی فری میسنری نے فراہم کیا تھا جس کی وجہ سے جماعت موثر اور طاقت ور ہوئی تھی۔علاوہ ازیں برطانوی لیبر پارٹی فیبئن سوسائٹی ا کا اثر ورسوخ بھی بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔

پارٹیوں کی قیادت میں دوئی کے سلسلے میں ان گروہوں کا ذکر ضروری ہے جو مخصوص مفادات کے ذریعے پارٹی کی قیادت پر اثر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً روس میں 1917 سے پہلے لینن کا روسی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی پر اثر ایک اخبار کی وجہ سے تھا۔ لینن نے اس اخبار کو جماعت کی سنٹرل کمیٹی کے کنٹرول میں جانے سے روکنے کے لیے سخت جدوجہد کی تھی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ اس کے ذریعے پارٹی میں اپنے مقام اور اختیارات کو قائم رکھنا چاہتا تھا۔ تمام اشتراکی جماعتوں کے آئین میں یہ واضح کر دیا جاتا ہے کہ پارٹی کے اخبار پارٹی کی زیرِ ہدایت کام کریں گے۔ اس کے باوجود ایک ایسی ٹیم جماعت میں پیدا ہو جاتی ہے جو کسی حد تک اخبار کی خود مختار حیثیت کو برقرار رکھتی ہے اور اس کے ذریعے سے پارٹی قیادت پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کرتی ہے۔

سیاسی جماعتوں میں اختیارات میں دوئی کی بحث کی اختتام پر ان سیاسی جماعتوں کا ذکر بھی ضروری ہے جو کسی بین الاقوامی تنظیم کی ماتحتی قبول کر لیتی ہیں۔ مثلاً کمیونسٹ پارٹیوں کی انٹرنیشنل کانگرس کی تابعداری اس کی اچھی مثال ہے۔ بہ ظاہر یہ تنظیمیں جمہوری ہوتی ہیں۔ عالمی تنظیم میں قومی جماعتیں اپنے اراکین کے تناسب سے نمائندے بھیجتی ہیں، لیکن عملاً ہر قومی جماعت اس عالمی تنظیم میں اقلیت کی حیثیت رکھتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عالمی تنظیم کو مطلق العنانیت قائم کرنے کو موقع مل جاتا ہے۔ نیز انتخاب بالواسطہ ہوتا ہے، جو انتخاب کنندگان اور منتخب عہدہ داروں میں

Fabian Society

فاصلوں کو بڑھانے کا باعث بنتا ہے۔

2- سیاسی جماعتوں کی قیادت میں چند سریکا رجحان

سیاسی جماعتوں کی قیادت میں فطرتاً چند سری کا رجحان پایا جاتا ہے۔ جماعت کے اندر حقیقی اختیارات کا مالک ایک حکمران طبقہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ طبقہ بعض جماعتوں میں کم اور بعض میں زیادہ موثر ہوتا ہے۔ حقیقی حکمران طبقہ ایسے اندرونی حلقے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جس میں باہر سے کسی کے لیے داخل ہونا مشکل ہوتا ہے۔ نظریاتی اعتبار سے انتخاب کا عمل چند سری کے قیام کے خلاف ہے۔ جماعتوں میں انتخابی عمل کا مشاہدہ اس کی تصدیق نہیں بلکہ نفی کرتا ہے۔ عوام عام طور پر قدامت پسند ہوتے ہیں۔ وہ نئے چہروں کی نسبت پرانے لیڈروں پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اشتراکی جماعتوں کو نئے لیڈروں کی تلاش میں مشکل پیش آتی ہے حالانکہ اُن میں انتخاب کا عمل نسبتاً زیادہ جمہوری ہوتا ہے۔

(الف) سیاسی جماعتوں میں اندرونی حلقہ اقتدار کا قیام

کسی حد تک ریاست کا انتخابی نظام سیاسی جماعتوں میں چند سری کے رجحانات اور اندرونی حلقہ ہائے اقتدار و اختیار کے پیدا ہونے کا باعث بنتا ہے۔ عام طور پر کوئی بھی اُمیدوار پارٹی کمیٹی کی منظوری کے بغیر منتخب ہونے کی اُمید نہیں کر سکتا۔ پارٹی کے لیڈر پارلیمانی نمائندوں کے چناؤ میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ پارلیمانی انتخاب کے لیے تمام اُمیدواروں کی نامزدگیاں پارٹی کا اندرونی حلقہ کرتا ہے۔ اس کے برعکس آزاد اُمیدواری کے ممکن ہونے یا انتخاب میں کسی اُمیدوار کی شخصیت کے حاوی ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُمیدوار اپنے انتخاب کے لیے پارٹی کمیٹی پر انحصار نہیں کرتا بلکہ جماعت کو اس پر انحصار

کرنا پڑتا ہے۔اس صورت میں پارلیمانی نمائندوں کی بھرتی پارٹی کا اندرونی حلقہ نہیں کرتا اور پارلیمانی نمائندے جماعتی قیادت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ان کے لیے جماعت کے اندرونی حلقے میں شامل ہونا آسان ہوتا ہے اور اس سے پارٹی کے سرکردہ

1- Free Candidature

رہنماؤں میں تبدیلی اور سیلان پذیری اکا رجحان پیدا ہوتا ہے۔

انتخابات میں لسٹ سسٹم پارٹی قیادت کی چندسری کو مضبوط کرنے کا باعث بنتا ہے جب کہ یک رکنی حلقہ انتخاب کا نظام۲ اسے کمزور کرتا ہے۔متعین لسٹ کے ساتھ متناسب نمائندگی کا نظام بھی جماعتوں میں اندرونی حلقہ کے قیام کی وجہ بنتا ہے کیونکہ اس نظام میں پارلیمانی نمائندوں کا چناؤ متعلقہ پارٹی کا اندرونی حلقہ کرتا ہے۔کسی ملک میں دو جماعتی نظام بھی اس قسم کے اثرات پیدا کرتا ہے۔اس نظام میں دو جماعتوں کی نیم اجارہ دارانہ حیثیت انہیں پارلیمانی اُمیدواروں کے چناؤ میں زیادہ بااختیار بنا دیتی ہے۔

سیاسی جماعتوں میں اُبھرنے والے اندرونی حلقوں کو ان کی ساخت کے حوالے سے کئی اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔اس کی سب سے سادہ صورت کمیریلا یا ٹولہ (Camarilla) ہے۔یہ ایک چھوٹا سا گروہ ہوتا ہے۔جو مشترکہ مفادات یا مسائل کے بارے میں ایک جیسی سوچ رکھنے والوں کو متحد کر کے اپنا ذاتی اثر ورسوخ قائم کرتا ہے۔بعض اوقات یہ افراد ایک ٹولہ کی صورت میں کسی بااثر لیڈر کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔یہ لیڈر جماعت میں اجارہ دارانہ حیثیت رکھتا ہے اور ان کی مدد سے اپنا اقتدار قائم کرتا ہے۔اشتراکی جماعتوں کے علاوہ قدامت پسند اور اعتدال پسند جماعتوں میں بھی اس قسم کے ٹولے موجود ہیں۔ان جماعتوں میں بعض اوقات مختلف ٹولوں میں اختلاف اور کشیدگی پائی جاتی ہے اور اس اختلاف میں وہی ٹولہ بااختیار ہو جاتا ہے۔جو دوسروں پر برتری حاصل کر لے۔سیاسی جماعتوں کا تنظیمی ڈھانچہ ان ٹولوں کے قیام میں مدد دیتا ہے۔مثلاً فرانسیسی ریڈیکل پارٹی کی تنظیم کے مشاہدہ سے واضح ہے کہ پارٹی کے مرکزی اداروں کی تنظیم وترتیب اس طرح کی گئی ہے کہ وہ مختلف شخصیات کے درمیان جماعت میں اختیارات کی تقسیم کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔امریکی سیاسی جماعتیں یہی خصوصیت رکھتی ہیں۔

انفرادی قیادت اور اجتماعی قیادت میں تمیز کرنا بھی ضروری ہے۔انفرادی

1- Mobility

2- Single Member Electoral System

لیڈرشپ کے برعکس لیڈروں کی ایک ٹیم یا برادری میں کوئی ایک شخص نمایاں اور برتر حیثیت نہیں رکھتا۔اس ٹیم یا برادری میں شامل تمام اراکین مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ٹیم کے اراکین میں روابط افقی ا ہیں ناں کہ عمودی ۲۔اس قسم کی تنظیموں کے قیام کی مختلف وجوہات ہیں۔بعض اوقات وہ چند ایسے افراد کے اعتماد کا نتیجہ ہوتی ہیں جو بااختیار افراد کے ہاتھوں سے اختیار چھیننا اور اپنی اجارہ داری قائم کرنا چاہتے ہوں۔بعض اوقات یہ ایسی خفیہ ٹیموں کی صورت اختیار کر لیتی ہیں جو مختلف جماعتوں کے بااثر لیڈروں کو متحد کرتی ہیں۔اکثر اوقات ان ٹیموں کے قیام کی وجہ متعلقہ افراد میں اشتراک یا ایک ہی قسم کی تربیت بھی ہوتی ہے۔مثلاً طالب علموں کے گروہ یا فوجیوں کی تنظیمیں۔

پہلی قسم کی ٹیمیں زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔کیونکہ ایسے اضلاع میں جہاں پر کوئی جماعت عرصہ دراز سے بااثر ہو یہ ٹیمیں اس جماعت کے لیے اہم امور انجام دیتی ہیں۔فرانسیسی اشتراکی جماعت کی

تاریخ میں پچھلی صدی کے دوسرے نصف میں بہت ٹیموں نے صوبوں میں اور مرکز میں اہم کردار ادا کیا۔ اسی قسم کے عناصر کا وجود دوسری سیاسی جماعتوں میں بھی سامنے آیا ہے۔خصوصاً اشترا کی جماعتوں میں ان کے قیام روکنے کے لیے خصوصی اقدام کیے جاتے ہیں۔دوسری قسم کی جماعتوں میں لیڈروں کی ایسی ٹیمیں ملتی ہیں جو دورِ غلامی کی تحریک مزاحمت۳ اور مشترکہ جدوجہد کے نتیجہ میں وجود میں آئیں۔ایسی صورت حال روس کی کمیونسٹ جماعت میں حصول اقتدار کے بعد کے دور میں بھی نظر آتی ہے۔

سیاسی جماعتوں میں دوسری قسم کے اندرونی حلقہ اختیار کو اداری چندسری۴ کہا جاتا ہے۔ یہ حلقہ جماعتوں میں برانچ سسٹم کے ساتھ ظاہر ہوا اور صرف ان

1- Horizontal Links

2- Vertical Links

3- Resistance Movement

4- Institutional Oligarchy

جماعتوں میں ارتقا پذیر ہوا جن کا ٹریڈ یونین، امداد باہمی کی انجمنوں یا دوستانہ انجمنوں سے تعلق ہوتا تھا۔ 1910 میں جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں تین ہزار مستقل افسران تھے۔ یہ افسران بحیثیت وفد پارٹی کی کانگرس میں شریک ہوتے اور وہاں پر اپنی مرضی کے فیصلے کرواتے تھے۔اس کے علاوہ جماعت میں ان کی یہ حیثیت انہیں جماعت کے دیگر اداروں میں بھی برتری عطا کرتی تھی۔

بعض سیاسی جماعتوں نے اس رجحان کے خلاف ناپسندیدگی کا مظاہرہ کیا ہے اور نمائندہ اداروں میں مستقل افسران کے وفود کی تعداد کو محدود کرنے کی کوشش کی ہے۔مثلاً بلجئین سوشلسٹ جماعت کے آئین میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ کانگرس میں شامل ہونے والے وفود کی تقریباً آدھی تعداد پارلیمانی نمائندوں اور مستقل افسران کے علاوہ ہوگی۔ یہ دستوری اصول جماعت کی جنرل کونسل کے ضمن میں نرم کر دیا گیا اور حقیقتاً جنرل کونسل بہت اہم ادارہ ہے۔بعض جماعتیں ایسی ہیں جو مستقل افسران کی تعداد بڑھانے پر خاص توجہ دیتی ہیں۔ان کے نقطۂ نظر سے جماعت یا کم از کم جماعت کے اعلیٰ ترین اداروں کی حیثیت ایک پیشہ ورانہ فوج سے مشابہ ہے۔اس مسئلے پر لینن نے بھی اظہار خیال کیا ہے۔وہ ورکشاپوں، دوکانوں اور کارخانوں میں عارضی انقلابی اقدامات پر سخت پابندیاں عائد کرنے کے حق میں تھا۔اس کا خیال تھا کہ جماعت کے ساتھ مستقل وابستگی بیرونی دباؤ سے آزاد ہونی چاہیے۔نئی جماعتوں کے متشدد اراکین کے لیے بالخصوص وہ اسے ضروری شرط تصور کرتا ہے۔لینن کمیونسٹ جماعتوں کو ایسے اراکین پر اعتماد کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ جو صرف فارغ شام میں نہیں بلکہ اپنی پوری زندگی جماعت کے لیے وقف کر دیں یعنی وہ ایسے لوگ ہوں جن کا ہمہ وقت ہی انقلاب لانا ہو۔

لینن کے یہ نظریات نہ صرف رہنماؤں سے متعلق ہیں بلکہ جماعت کے ''نیم فوجی دستوں'' کے لیے بھی رہنما اصول ہیں۔ مثلاً پیشہ ور انقلابیوں کے ایک مستقل طبقہ کا قیام ایسا ہے جیسے ایک انقلابی جماعت میں پیشہ ور لیڈروں کے ایک طبقہ کا قیام ہو۔ یہ افراد کا ایک اندرونی حلقہ ہوتا ہے جو جماعت کے اندر خدمات انجام دیتا ہے۔ یہ افسر شاہی سے مشابہت رکھتا ہے اور اپنی چندسری قائم کر لیتا ہے۔اگر جماعت کے مستقل عہدوں کا حقیقی انتخاب ہوتا ہو تو یہ جمہوریت سے مشابہت رکھتا ہے۔لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ایسے متشددین کی تعداد کم ہوتی ہے جو مستقل عہدوں پر تقرری کے قابل ہوں اور اس کے خواہش

مندبھی ہوں۔ چنانچہ جماعت کے لیڈر انہیں اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہتے ہیں، تاکہ ان کی تکنیکی صلاحیتوں سے بخوبی فائدہ اٹھاسکیں اوراس طرح اپناچندسرانہ اقتدار رکھتے ہیں۔

جماعتی افسرشاہی یاملازموں کے ساتھ ساتھ اندرونی حلقہ کی ایک نئی صورت تکنیکی چندسری ۲ ہے۔ سیاسی جماعتوں میں اعلیٰ عہدوں کو پر کرنے کے لیے باقاعدہ تربیتی کورس شروع کیے جاتے ہیں۔ یہ نظام سب سے پہلے اشترا کی جماعتوں نے شروع کیا۔ 1906 میں جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نے پارٹی سکول کی بنیادرکھی۔ان کا مقصد اُن جماعتوں کے مستقل ملازمین کوتربیت فراہم کرنا تھا۔ جو پہلے سے پارٹی سروس میں تھے یا جومستقل طور پر پارٹی اورٹریڈیونین کی ملازمت کے خواہاں تھے۔ فاشسٹ اورقومی اشتراکی جماعتوں نے بھی اس قسم کا طریقہ اختیار کیا۔

موجوددورمیں آسٹرین اشتراکی جماعت نے اعلیٰ سطح پر پارٹی عہدیداروں کی تربیت کے لیے ایک اورطریقہ اختیار کیا ہے، اس کو پارٹی کواپریٹرز ۳ کہا جاتا ہے۔ پارٹی کے آئین کی دفعہ نمبرا کے مطابق جماعت کے منعقدکردہ تربیتی کورسز میں پارٹی کواپریٹرز کی شمولیت لازمی ہے۔ اگروہ جماعت میں اعلیٰ عہدے حاصل کرنا چاہیں توانہیں جدید تربیتی کورسوں میں شرکت کرنی چاہیے۔کواپریٹرز کی فہرستیں ضلعی کمیٹیاں تیارکرتی ہیں۔ یہ ضلعی کمیٹیاں مقامی شاخوں کے وفودکی منتخب شدہ ہوتی ہیں۔اورشاخیں کواپریٹرز کوصرف اپنی کمیٹی کے اراکان کی حیثیت سے منتخب کرسکتی ہیں۔کواپریٹرز ڈسٹرکٹ کمیٹیوں کے انتخاب میں نمایاں کرداراداکرتے ہیں اوروہی کمیٹیاں بعدمیں کواپریٹرز کاچناؤ

1- Militants

2- Technocratic Oligarchy

3- Party Co-operators

کرتی ہیں۔اس سے ایک ایسی چندسری قائم ہوتی ہے جس میں داخلے کے لیے تشریک کے ساتھ ساتھ تربیتی اداروں میں حاضری ضروری ہے۔

(ب) اندرونی حلقہ اقتدار کی ہیئت اوراس کی تجدید

جب پارٹی کی قیادت میں چندسری کے رجحان ہوتا ہے تو اسے دواہم مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اولاً اندرونی حلقہ اقتدارکی ہیئت اکاتعین اوراُس کی تجدیدکا مسئلہ۔ پہلے مسئلے کا تعلق اس حقیقت سے ہے کہ جماعتوں میں مختلف معاشرتی گروہ ہوتے ہیں اوران گروہوں سے تعلق رکھنے والے اراکین کا تناسب مختلف ہوتا ہے۔ان کو جماعت کے اندرونی حلقہ کے اراکین کی تعداد سے بھی کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ مثلاً کسی سیاسی جماعت میں دانشوروں کا گروہ دوسرے پیشہ وراراکین مثلاً ڈاکٹروں، تاجروں وغیرہ کی نسبت کم ہوتا ہے۔ جماعت کے اندرونی حلقہ میں ان کا اثرورسوخ ان کی عددی قوت کے تناسب سے زیادہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ عموماً جماعتوں کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے ہیں اور ماتحت حیثیت کو پسندنہیں کرتے۔ اس قسم کے مفروضے کی صحت وصداقت کی ٹھوس شہادت موجودنہیں اوران کی بنیادکسی عمومی اصول پربھی نہیں۔مزید برآں زیادہ ترمطالبات میں صرف اعلیٰ درجے کی قیادت کا حوالہ دیتے ہیں جب کہ جماعت میں ماتحت عہدداریعنی نان کمیشنڈ ۲ آفیسرزبھی جماعت میں اہم کرداراداکرتے ہیں۔ وہ کس معاشرتی طبقہ یاگروہ سے تعلق رکھتے ہیں اس کا کوئی یقینی مطالعہ نہیں۔

سیاسی جماعتوں کے منتخب شدہ لیڈروں اور آمرانہ طریقوں سے مقرر شدہ لیڈروں کی معاشرتی ہیئت۳ کا موازنہ یقیناً دلچسپی سے خالی نہیں۔اس سے جماعتوں میں جمہوریت کے کچھ مسائل کا نئے زاویہ نگاہ سے جائزہ لینے کا موقع ملتا ہے۔یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ منتخب شدہ لیڈروں کے گروہ کی معاشرتی ترکیب اراکین کی معاشرتی ترکیب سے زیادہ ملتی ہے یا آمرانہ طریقوں

1- Composition

2- Non Commissioned Officers

3- Social Composition

سے تقرر شدہ لیڈروں کی معاشرتی ترکیب اور ان کے اراکین کی معاشرتی ترکیب سے زیادہ ہم آہنگ ہوتی ہے۔صورت حال اس کے برعکس بھی ہوسکتی ہے۔جیسے دیہاتی لوگ صرف دیہاتیوں کو ہی اپنے نمائندے بنانا پسند نہیں کرتے۔بعض اوقات قانون دانون یا دوسرے عالم فاضل لوگوں کو ترجیح دیتے ہیں۔اُن کا خیال ہوتا ہے کہ پڑھے لکھے اُن کی نمائندگی اور مفادات کا تحفظ دیہاتیوں کے مقابلہ میں بہتر طریقے سے کر سکتے ہیں۔اسی طرح کسی بھی جماعتی وفاق کے اراکین اپنے لیڈروں کا انتخاب ان کی قابلیت اور صلاحیت کی بناء پر کرتے ہیں۔مزدوروں کی اُن جماعتوں میں جہاں طبقہ وارانہ شعور زیادہ ہے صورت حال کچھ مختلف نظر آتی ہے۔مثلاً اشتہالی جماعتوں کے اعلیٰ ترین سطح کے اداروں میں مزدور لیڈروں کا تناسب زیادہ ہوتا ہے اور ان کا تقرر بھی آمرانہ طریقوں سے ہوتا ہے جب کہ اشترا کی جماعتوں میں جہاں انتخاب کے جمہوری طریقے اختیار کیے جاتے ہیں ایسا نہیں ہوتا۔

کچھ ایسی جماعتیں جو ظاہراً مطلق العنان اور چند سرانہ دکھائی دیتی ہیں حقیقتاً جمہوری اقدار و روایات کے زیادہ قریب ہیں۔خاص طور پر کمیونسٹ سیاسی جماعتوں کے اعلیٰ اداروں میں مزدوروں کی نمائندگی بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔انہیں بھی اس سلسلے میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔فرانس کی کمیونسٹ پارٹی سے متعلق ایک رپورٹ کے مطابق 1949 کی فیڈرل کمیٹی میں 40 اراکین میں سے صرف 9 مزدوروں کے نمائندے تھے۔اسی طرح ایک اور علاقہ میں قائم شدہ کمیٹی کے 46 اراکین میں سے صرف سات مزدوروں کے نمائندے تھے۔1950 میں ایک اور مقام پر منعقدہ کانگرس میں مزدور لیڈروں کی کمی کی شکایت کی گئی اور اس حقیقت کی نشاندھی کی گئی۔مسئلہ صرف یہی نہیں کہ اندرونی حلقے میں نمائندگی جماعت کے اراکین کی معاشرتی ترکیب سے متناسب ہو۔بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ نچلی سطح اور اعلیٰ اداروں میں بہتر تعلقات قائم کیے جائیں تاکہ سائنسی جمہوریت۲ کا تصور عملاً پورا ہو سکے۔

1- Party Fderation

2- Scientfic Democracy

مزید برآں سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہی کافی ہے کہ اندرونی حلقے میں جماعت کے معاشرتی طبقات کو ان کے تناسب سے نمائندگی حاصل ہو؟ اکثر حالات میں ایسا ہوتا ہے کہ لیڈران اور عوام کے درمیان ایک بڑا خلا ہوتا ہے۔پیشہ ورانہ قیادت کی صورت میں یہ خلاء عوام اور قیادت میں مکمل لاتعلقی اور غیر وابستگی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔اراکین کو نمائندگی قیادت میں اگر ان کے طبقاتی تناسب سے بھی دی جائے تو بھی قیادت اور اراکین میں خلا ختم نہیں ہوتا۔لیڈروں کی ذہنیت کبھی عوام کی ذہنیت سے شناخت نہیں کی جا سکتی خواہ وہ ایک ہی معاشرتی طبقے سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں۔حقیقت یہ ہے کہ لیڈر

خواہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتے ہوں جب وہ ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں تو لیڈروں کی ایک کلاس کے قیام کا باعث بنتے ہیں اور اسی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ چنانچہ نمائندگی کا تصور محض ایک سراب ہے۔ قیادت ہمیشہ ہی چندسرانہ ہوتی ہے۔

چندسرانہ قیادت میں سن رسیدگی یا عمر رسیدہ ہونے کا رجحان پایا جاتا ہے اس لیے قیادت میں نیاپن لانے کے لیے اس فطری رجحان کے خلاف جدوجہد کی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چندسری کا رجحان رکھنے والی سیاسی جماعتوں میں قیادت اکثر عمر رسیدہ ہوتی ہے اور نئے باہمت، خواہش مند نوجوانوں کو جگہ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ جب جماعت میں اعلیٰ عہدوں کی تقسیم نامزدگیوں، وراثت یا تشریک کے ذریعے ہوتی ہو اور عہدوں سے علیحدگی کے لیے بھی کوئی طریقہ متعین نہ ہو تو پرانی قیادت کبھی بھی خود بخود چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ منتخب شدہ قیادت میں یہی صورت حال نظر آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوری ہونے کا دعویٰ کرنے والی سیاسی جماعتوں میں عملاً یہ رجحان زیادہ پایا جاتا ہے۔ اُن جماعتوں میں انتخاب کنندگان نئے اُمیدواروں کی نسبت پرانے عہدیداروں کو دوبارہ منتخب کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ مثلاً امریکن وارڈ کمیٹیوں کے انتخاب میں ایک سال میں 500 میں سے صرف تیرہ افراد دوبارہ منتخب نہ ہو سکے تھے۔ وہ تیرہ بھی پرانے لیڈروں کی موت یا اعزازی ریٹائرمنٹ کی وجہ سے خالی سیٹوں پر منتخب ہوئے تھے۔ اشتراکی جماعتوں کا مشاہدہ بھی اسی قسم کے نتائج ظاہر کرتا ہے۔ نوجوانوں کو اعلیٰ عہدے حاصل کرنے کے لیے سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ قیادت میں نئے لوگوں کی مخالفت جماعت کے اعلیٰ اداروں کی طرف سے نہیں بلکہ عموماً نچلے اداروں سے ہوتی ہے۔ جماعتوں کی شاخوں میں نئے چہروں کو پسند نہیں کیا جاتا۔

عوام کی قدامت پسندی اور جانے پہچانے چہروں کے لیے ان کی پسندیدگی قیادت کی تجدید میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔ کچھ نفسیاتی عوامل بھی اس صورت حال کے ذمہ دار ہیں۔ ان میں سے ایک حسد کا احساس ہے۔ عمر میں بڑا ہونا کوئی ایسا امر نہیں جو دوسروں میں رشک کا باعث ہو۔ نوجوان جانتے ہیں کہ مزید سالوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بھی اتنے ہی عمر رسیدہ اور تجربہ کار ہو جائیں گے جتنے کہ اب ان کے لیڈر ہیں اور یوں اس سے برابری کے اصول کو بھی ٹھیس نہیں پہنچتی۔ نوجوانوں میں اپنی ہمت اور طاقت کے باعث ایک قسم کا احساس برتری موجود ہوتا ہے۔ یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ کمیونسٹ جماعتوں کے لیڈر جو اعلیٰ عہدوں تک تقرر کے استبدادی طریقوں سے پہنچتے ہیں اشتراکی جماعتوں کے منتخب لیڈروں کی نسبت زیادہ جوان ہوتے ہیں۔ جماعت کی معاشرتی ترکیب اس سلسلے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ درمیانے طبقے کی جماعتوں کی نسبت مزدوروں کی جماعتوں کے لیڈر زیادہ عمر کے ہوتے ہیں۔ برطانوی دارالعوام میں آنے والے نمائندوں میں لیبر پارٹی کے اراکین لبرل پارٹی کے اراکین کی نسبت زیادہ عمر رسیدہ ہوتے ہیں۔ خوش قسمتی سے دولت مند ہونا یا ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھنا بھی اُمیدوار کو ایک مزدور کے مقابلے میں برتری عطا کرتا ہے۔ مزدور طبقے کی جماعتوں کی نسبت درمیانے طبقے کی جماعتوں کو نوجوان لیڈر منتخب کرنے میں زیادہ آسانی رہتی ہے۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ان جماعتوں کو لیڈروں کی تربیت کے لیے اتنا تردد نہیں کرنا پڑتا جتنا مزدور طبقے کی جماعتیں کرتی ہیں۔ اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ وظائف اور دوسری سہولتیں حاصل ہونے کے باوجود ثانوی اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں صنعت کاروں، ڈاکٹروں، تاجروں، وکیلوں وغیرہ کے بیٹوں کی نسبت مزدوروں کے بیٹوں کی

نسبت مزدوروں کے بیٹوں کا تناسب کم ہوتا ہے۔ دو عظیم جنگوں کے درمیانی عرصے کے مشاہدے سے ظاہر ہوتا ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ میں کنزرویٹو جماعت کے پچاس فی صد ارکان یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ تھے جب کہ لبرل پارٹی کا تناسب 42.5 فیصد تھا اور لیبر پارٹی کے صرف 22.2 فیصد اراکین یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ تھے۔ نچلے عہدوں پر بھی ثانوی سکول یا یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ مزدور لیڈروں کا تناسب دوسرے معاشرتی طبقات کے لیڈروں کے مقابلے میں کم ہوتا ہے۔

جماعتوں کی قیادت میں عمر رسیدہ افراد کی تعداد اور ان میں نئے خون کی شمولیت کا امکان بڑی حد تک پارٹی کی تنظیم پر منحصر ہے۔ وہ سیاسی جماعتیں جہاں تمام عہدوں کے لیے انتخاب منعقدہ ہوتے ہوں اُن میں یہ ضروری نہیں کہ نئے افراد ہی منتخب ہو کر آگے آئیں۔ اراکین پرانے عہدیداروں کو دوبارہ منتخب کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ البتہ وہ سیاسی جماعتیں جو مطلق العنان ہوتی ہیں، وہاں پر کبھی کبھی نئے باہمت لوگوں کو قیادت میں لانے کی ارادی کوشش کی جاتی ہے۔ جمہوری جماعتوں میں انتخاب کا عمل اس مرحلے کو مشکل بنا دیتا ہے۔ اس سلسلے میں جماعتوں میں مرکزیت اور لامرکزیت کا عنصر بھی اہم ہے۔ مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ مرکزیت رکھنے والی جماعتوں میں نوجوان قیادت کو لانا نسبتاً آسان ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نوجوانوں کی مخالفت کا جذبہ جماعت کی قیادت کے نچلے درجوں میں زیادہ شدید ہوتا ہے۔ صرف مرکزیت رکھنے والی جماعتیں ہی بوڑھے لوگوں کو ہٹانے اور نوجوان قیادت کو میدان میں لانے کی باقاعدہ کوشش کرتی ہیں۔ نوجوانوں کو ذمہ داری سونپنے کے لیے باقاعدہ تربیتی ادارے قائم کئے جاتے ہیں۔ کمیونسٹ جماعتیں اس مسئلے پر خصوصی توجہ دیتی ہیں۔

جمہوری اور لامرکزیت والی سیاسی جماعتوں میں پرانی قیادت کی علیحدگی اور نئی قیادت کی بھرتی کے لیے اول تو ارادی کوشش کی نہیں جاتی، اگر کی جائے تو اس کے لیے بالواسطہ طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے۔ فرانسیسی ریڈیکل سوشلسٹ پارٹی کی تاریخ اس ضمن میں اچھی مثال ہے۔ ایک دفعہ بعض اراکین نے اس امر کی طرف توجہ مبذول کروائی کہ ریڈیکلز کے بوڑھے ہو جانے سے وہ جماعت بوڑھوں کی ہو چکی ہے۔ اس وقت فرانسیسی پارلیمنٹ میں اس کے اراکین کی اوسط عمر دوسری جماعتوں کے اراکین کی نسبت زیادہ تھی۔ اس کے 29 فیصد پارلیمانی نمائندے ساٹھ سال سے زیادہ عمر کے تھے جب کہ اشتراکی جماعت کے صرف 16 فیصد اراکین اور کمیونسٹ جماعت کے صرف ۳ فیصد اراکین ساٹھ سال سے زیادہ عمر کے تھے۔ ریڈیکل سوشلسٹ پارٹی کی مزید خصوصیت یہ تھی کہ کمیونسٹ پارٹی کے علاوہ دوسری جماعتوں کے مقابلے میں اس جماعت میں نوجوانوں کے گروہ زیادہ تھے۔ اس کے نوجوان اپنی عمر میں بھی دوسری جماعتوں کے نوجوانوں سے کم عمر تھے۔ ریڈیکل نمائندوں کے 14 فیصد اراکین کی عمر تقریباً 36 سال تھی جب کہ اس کے مقابلے میں اشتراکی جماعت کے صرف آٹھ فیصد نوجوان اس عمر کے لگ بھگ تھے۔ اشتراکی جماعتوں کی طرح ریڈیکلز میں نوجوانوں کے یہ گروہ دوسری جنگ عظیم میں مدافعتی تحریک کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے۔ دونوں میں فرق یہ رہا کہ ریڈیکل جماعت میں نوجوانوں کے اُن گروہوں نے جماعت کے اعلیٰ اداروں تک رسائی حاصل کی جب کہ اشتراکی جماعت کے نوجوان ایسا نہ کر سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اشتراکی نوجوانوں کو اس سلسلے میں نچلے درجوں کی تنظیموں کی اور برانچ کی سطح کے محاربہ پسندوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے برعکس ریڈیکل جماعت کی کمزور تنظیم کی بدولت اس جماعت کے نوجوانوں کو ایسی کسی رکاوٹ سے واسطہ نہیں پڑا۔ اس مسئلے پر اگر فرانس سے باہر قدامت پسند اور

اعتدال پسند جماعتوں کی تنظیموں کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کمزور مرکز و تنظیم کی جماعتوں میں تجدید قیادت زیادہ آسان اور عام ہے، جبکہ مضبوط تنظیم والی جماعتوں کو اس ضمن میں بہت سی دشواریوں کا سامنا رہتا ہے۔

آخر میں سیاسی جماعتوں پر ان گروہوں کے اثر و رسوخ کا ذکر بھی ضروری ہے جو پس پردہ کام کرتے ہیں۔ مثلاً تحقیق و اشاعت سے متعلق افراد اور ادارے نوجوان ماہرین کے لیے جماعت میں اثر پیدا کرنے کے مواقع مہیا کرتے ہیں۔ پہلے وہ پس پردہ کام کرتے ہیں۔ بعد میں وہی بلوں کے ڈرافٹ تیار کرتے ہیں جو جماعتوں کے پارلیمانی نمائندے ایوانوں میں پیش کرتے ہیں۔ برطانوی لیبر پارٹی میں نوجوانوں کو ترقی کے مواقع اسی طرح فراہم کیے جاتے ہیں۔ ایک اور مثال بلجین سوشلسٹ جماعت میں ایک خاص ادارہ کی ہے جو اس قسم کا کردار ادا کرتا ہے۔ بلجین کرسچین سوشلسٹ جماعت میں اسی طرز پر ریسرچ اینڈ انفارمیشن سنٹر[1] قائم ہوا۔ مذکورہ دونوں جماعتوں کا فرانسیسی اشترا کی جماعت سے موازنہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ وہاں پر بعض دانشور نوجوانوں نے محض اس وجہ سے جماعت چھوڑ دی کہ اس کا ڈھانچہ انہیں موثر اقدامات کے لیے کوئی مواقع مہیا نہیں کرتا تھا۔ اس بات کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس مقصد کے لیے جماعتی نظام میں حد درجہ مرکزیت کا موجود ہونا ضروری ہے۔ تحقیقی ادارے جماعت کی مرکزی قیادت کی قوت کا مظہر ہوتے ہیں اور مرکزی قیادت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کی ترقی کے لیے مناسب اقدام کرے۔

3- قائدین کے اختیارات

اس صدی کے شروع میں سیاسی جماعتوں کی قیادت کے ارتقاء میں دو پہلو زیادہ نمایاں رہے ہیں۔ ایک قیادت کے اختیارات میں اضافہ اور دوسرا ان اختیارات کو شخصی بنانے کا رجحان۔ یہ دونوں پہلو نہ صرف سیاسی جماعتوں میں بلکہ دوسری انسانی تنظیموں اور گروہوں میں بھی غالب نظر آتے ہیں۔

(الف) اختیارات میں اضافہ

سیاسی جماعتوں میں اختیارات کا عمومی جائزہ لینے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تحکم پسندانہ جماعتوں[2] کا ظہور اور عوامی جماعتوں[3] کا ظہور ایک ساتھ ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کاکس کی بنیاد پر قائم کی جانے والی جماعتوں کے زمانے ہی میں جماعتوں میں تحکم پسندانہ انداز کسی نہ کسی حد تک موجود تھا۔ اس کی مثال برطانوی پارلیمنٹ کا طریق کار فراہم کرتا رہا جہاں سیاسی جماعتوں کے نقیب[4] یا ''وپ'' جماعت کے اراکین کو نظم و ضبط برقرار رکھنے پر مجبور کرتے تھے۔ بالکل ایسے ہی جیسے اب امریکی سیاسی جماعتوں میں آقا یا ''باس'' یا تحکمانہ انداز رکھتے ہیں۔ منتخب اراکین اور ووٹرز دونوں

1- Research and Information Centre

2- Authoritarian Parties

3- Mass Parties

4- Whip

پر کڑا نظم وضبط لاگو کرنے کے ایک نظام کے ذریعے برمنگھم کاکس میں تحکمانہ انداز کے اس رجحان کا انتہا تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ انتہائی کوشش کے باوجود وہ رجحانات محدود رہے۔ برطانوی پارلیمنٹ میں نقیبوں کے سخت نظم وضبط کے باوجود تمام اراکین جماعت کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل نہیں کرتے تھے۔ بعض اوقات وہ اپنی مرضی سے ووٹ کا استعمال کرتے تھے۔ امریکہ کی سیاسی جماعتوں میں بھی آقاؤں کے اختیارات کو استعمال کرنے کا دائرہ تنگ ہے۔ ان جماعتوں کے ''وپ'' اپنے اختیارات صرف چند اراکین پر استعمال کر سکتے ہیں۔ وہی اراکین ان کے سامنے سرتسلیم خم کرتے ہیں جو ان سے مادی فوائد کی خواہش یا امید رکھتے ہوں۔ برمنگھم کاکس میں بھی رائے دہندگان ہمیشہ اس امیدوار کو ووٹ نہ دیتے جن کے لیے انہیں احکامات جاری کیے جاتے تھے اور امیدوار منتخب ہونے کے بعد کاکس کے احکامات کو نظر انداز کر دیتے تھے۔

بعض دوسرے علاقوں میں سیاسی جماعتیں معروف شخصیات کے ایک گروہ کی حیثیت اختیار کر لیتی تھیں جو بہت حد تک ایک دوسرے سے آزاد ہوتے تھے۔ اراکین کو کسی ایک امیدوار کو ووٹ دینے کے لیے مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔ اُن کے مقامی کاکس مرکز کے اثر سے آزاد ہوتے تھے۔ کاکس کے اراکین کی تعداد بھی نسبتاً کم ہوتی تھی اور وہ اتنے بااثر ہوتے کہ ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ اپنے آپ کو کسی نظم وضبط کا پابند کریں گے۔ یہ صورت حال نہ صرف سیاسی جماعتوں کی تنظیم بلکہ ان کی معاشرتی ترکیب پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔ وہ سیاسی جماعتیں اشرافیہ اور درمیانے طبقے کی جماعتیں تھیں اور اس کے ساتھ وہ انفرادیت پسند اور آزاد خیال بھی تھیں۔

اشتراکی جماعتوں کے قیام نے بہت حد تک اس نظام کو تبدیل کر دیا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان پارٹیوں کا مقصد عوام کو ایک بڑے پیمانے پر جماعت کی شکل میں منظّم کرنا تھا۔ یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ اراکین میں سخت نظم وضبط قائم ہو۔ چھوٹے گروہوں کی نسبت بڑے گروہوں کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے نظم وضبط کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ جب ایک پارٹی چند سو اراکین پر مشتمل ہو تو نظم وضبط کا مسئلہ سنگین نوعیت کا نہیں ہوتا۔ جب جماعت کے اراکین لاکھوں کی تعداد میں ہوں تو نظم وضبط کا مسئلہ زیادہ شدت اختیار کر جاتا ہے۔ اشتراکی جماعتوں میں مزدوروں کو انفرادی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک طبقہ کی حیثیت سے شرکت حاصل ہوتی ہے۔ جماعت ان کے لیے طبقاتی تنظیم اور نظم وضبط مہیا کرتی ہے۔ روسی کمیونسٹ جماعت نے عوام کی آزادی کے لیے جو جدوجہد کی اس کی کامیابی کی ایک وجہ پارٹی کا سخت نظم وضبط تھا۔ تاجروں، صنعت کاروں، ڈاکٹروں، وکیلوں وغیرہ کے لیے آزادی ایک ذاتی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ آزادانہ مقابلے میں اپنا مقام خود بناتے ہیں۔ امریکہ کے مزدور طبقہ میں ہی رجحان پایا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہاں مزدوروں میں طبقاتی شعور پیدا نہیں ہوا۔

اشتراکی جماعتوں کے وجود میں آنے سے پہلے مزدور طبقہ کے ووٹ لبرل اور ریڈیکل جماعتوں کے امیدواروں میں بٹے ہوتے تھے۔ خالص مزدوروں کی جماعتوں کی وساطت سے انہیں پارلیمنٹ میں کوئی اثر حاصل نہیں تھا۔ انہوں نے متحد ہو کر جب اشتراکی جماعتوں کے قیام کے لیے قدم اٹھایا تو انہیں سیاسی اثر حاصل ہوا۔ عوامی جماعتوں میں دوسری جماعتوں کی نسبت زیادہ منظّم ہونے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ اُن کے لیڈر اس رجحان کو مزید مضبوط کرنے کا باعث بنتے ہیں کیونکہ نظم وضبط کے ذریعے ہی وہ اراکین کو فرمانبرداری کے لیے مجبور کر سکتے ہیں۔ سخت نظم وضبط کے ذریعے ان جماعتوں کی قیادت دو

مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہے۔ پہلے یہ کہ وہ اپنی طاقت واختیارات میں اضافہ چاہتے ہیں۔مزدور طبقہ کے لیڈروں میں یہ رجحان زیادہ پایا جاتا ہے۔ دیگر طبقات میں لیڈروں کو دولت مند یا اچھے خاندان کا فرد ہونے کی حیثیت سے برتری حاصل ہوتی ہے،لیکن مزدوروں کے لیڈروں میں چونکہ اختیارات ہی ان کی برتری قائم رکھنے کا ذریعہ ہوتے ہیں اس لیے وہ ہمیشہ بڑھاتے رہنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

دوسرا مقصد جو مزدور لیڈروں کو کڑے نظم وضبط کی طرف راغب کرتا ہے وہ اُن کی صلاحیت یا اہلیت تحرک ا ہے۔ ہڑتالوں اور پروپیگنڈہ وغیرہ جیسے ورائے پارلیمنٹ اقدامات ۲ کو موثر بنانے کے لیے دوسری جماعتوں کی نسبت منظم جماعتوں کی اہلیت زیادہ ہوتی ہے۔ان کے پاس عوام کی کثیر تعداد ہوتی ہے جو نظم وضبط کی پابند اور بغیر کسی سوچ و بچار کے اپنے لیڈروں کے احکامات بجالانے کی عادی ہوتی ہے۔نظم وضبط کی عدم موجودگی میں اشترا کی اور فسطائی جماعتوں کو کوئی حیثیت حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔ تاہم اشترا کی جماعتوں میں جمہوری اقدار کو اختیار کرنے کی خواہش لیڈروں کے اختیارات میں اضافہ کی خواہش کو کسی حد تک متوازن کرنے کا باعث بنتی ہے۔اب بھی انتخابی طریق کار اشترا کی جماعتوں میں دوسری جماعتوں کی نسبت زیادہ موثر ہے۔کسی دوسری جماعت میں پارٹی کے انتخابات سے متعلق اتنی تفصیل سے ہدایات جاری نہیں کی جاتیں اور نہ اتنی سختی سے ان پر عمل کروایا جاتا ہے جتنا کہ اشترا کی جماعتوں میں ہوتا ہے۔کچھ اشترا کی جماعتوں کی انتظامی کمیٹیوں میں مختلف گروہوں کی مناسب نمائندگی ۳ اقلیتی گروہوں کو یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ اکثریتی گروہوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھ سکیں۔بعض دوسری اشترا کی جماعتوں میں اراکین کو پارٹی کے اندر رائے شماری کا اختیار دے کر پارٹی امور میں اراکین کی شمولیت کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔سویڈش سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا موجودہ آئین عام اراکین کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ رائے شماری کے ذریعے پارٹی کانگرس کے فیصلوں کو بدل دیں یا انہیں رد کردیں۔ ریفرنڈم کروانے کے لیے ضروری ہے کہ اراکین کی 5 فیصد تعداد اس کا مطالبہ کرے۔ ریفرنڈم کے لیے ضوابط کار وضع کرنے کی ذمہ داری انتظامی کمیٹی پر ہے۔سوئٹزر لینڈ کی اشترا کی جماعت میں اراکین کو ریفرنڈم کے ذریعے کانگرس کے فیصلے بدلنے کا اختیار حاصل ہے بشرطیکہ وفود کی 2/5 تعداد یا ایک چوتھائی شاخیں اس کا مطالبہ کریں۔ 1919 میں جب انٹرنیشنل سے اُس جماعت کی وابستگی کا مسئلہ پیدا ہوا تو اُسی طریقے سے اراکین

1- Mobilization Capability/ Ability

2- Extra-parliamentry Measures

3- Prportional Representation

نے تجویز کو رد کردیا تھا۔

جماعتوں کے راہنماؤں کے اختیارات پر یہ پابندیاں حقیقت میں زیادہ موثر ثابت نہیں ہوتیں۔ ریفرنڈم کے طریقہ کار پر عمل بہت کم کیا جاتا ہے۔اس کی ایک معمولی مثال یہ ہے کہ سوئٹزر لینڈ کی اشترا کی جماعت میں 1921 کے بعد سے اس طریقہ کو استعمال نہیں کیا گیا۔اس کے علاوہ انتخابی طریقہ کار پر بھی قیادت کی طرف سے اس قسم کی پابندیاں عائد کی جاتی ہیں کہ وہ عملاً غیر موثر ہو کر رہ جاتا ہے۔ راہنما اپنے اختیارات کو بڑھانے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی استعمال کرتے ہیں کہ ان تمام اعمال اور مراحل پر پابندیاں عائد کر کے ان کی اہمیت گھٹا دیتے ہیں جو ان کے اختیارات کو کم کرنے کا باعث بن سکتے ہوں۔ دوسرا طریقہ یہ استعمال کیا جاتا ہے کہ اُن تمام حربوں کو بروئے کار لایا جاتا ہے جو اراکین کسی زیادہ سے

زیادہ وفاداری حاصل کرنے میں مددگار رہوں۔مثلاً تشدد یا رشوت اور ترغیب دلانا وغیرہ۔

بعض سیاسی جماعتوں میں کڑا نظم وضبط قائم رکھنے کے لیے جبر وتشدد روا رکھا جاتا ہے اور اس کے لیے باقاعدہ نظام قائم کیا جاتا ہے۔اُس نظام کی سطحوں کا دائرہ اختیار متعین کیا جاتا ہے۔اس قسم کے اقدامات کے خلاف چارہ جوئی کے لیے بھی ادارے قائم کیے جاتے ہیں۔اس صدی کے شروع میں اشتراکی جماعتوں نے تادیبی کمیٹیاں قائم کیں۔دیگر مسائل اور تنازعات کے تصفیہ کیلیے قائم کردہ کمیٹیاں تادیبی کمیٹیوں سے بالکل الگ حیثیت رکھتی ہیں۔جماعتوں میں یہ رجحان اس وجہ سے پایا جاتا ہے کہ اُن کے ماتحت راہنما یا اراکین اعلیٰ عہدوں کے راہنماؤں سے چھٹکارا حاصل کرنے اور خود اختیار پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ایسے گروہوں کی موجودگی بالآخر جماعت کو کمزور کرنے اور اس میں انتشار پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔

مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ اراکین میں فرمانبرداری کے جذبات پیدا کرنے کے لیے پابندیوں کی بجائے ترغیب 1 زیادہ اہم کردار ادا کرتی ہے۔تمام جماعتوں میں نظم وضبط اور اتحاد قائم رکھنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے

1- Persuation

ہیں۔کچھ جماعتوں میں جماعت کے احکامات کی فرمانبرداری کو بنیادی اصول کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے۔اسی اصول سے جماعت میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔اتحاد کی صورت میں متعلقہ جماعت محض عقیدہ پر متحد شہریوں کے گروہ کی بجائے ایسے گروہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے جو ایک قسم کے نظم وضبط کا پابند ہوتا ہے۔فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی بڑے واضح الفاظ میں اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ جماعت کی رکنیت صرف افراد کے لیے ہے جو جماعت کے نظم وضبط کی پابندی کریں۔ان کے لیے ضروری نہیں کہ وہ جماعت کے نظریات سے اتفاق کرتے ہوں۔البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ مخالف نظریات کو جماعت میں فروغ دینے کا باعث نہ بنیں۔نظریاتی اعتبار سے اس اصول سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ افراد بھی فرانسیسی کمیونست جماعت کی رکنیت اختیار کر سکتے ہیں جو کمیونسٹ نہ ہوں۔ان کے لیے صرف یہ ضروری ہے کہ وہ جماعت کے نظم وضبط کی پابندی کریں اور جماعت کے اندر مخالف نظریات کو فروغ نہ دیں۔عملاً اُس جماعت میں ایسے اراکین کی تعداد بہت کم ہے۔تاہم یہ اصول جماعت میں نظم وضبط کی برتری اور اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی کا سا شدید نظم وضبط کسی حد تک جماعتوں کے زوال کا باعث بھی بنا ہے۔ موجودہ دور کی کمیونسٹ جماعتوں کا موازنہ 30-1925 کے درمیانی عرصے کی کمیونست جماعتوں سے کیا جائے تو یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ مارکسزم کے چند بنیادی اصولوں کے علاوہ مارکسی نظریات کو نظم وضبط کا پابند کر دیا گیا ہے۔نظم وضبط پر اصرار کے ذریعہ قائدین کی ذہنی صلاحیتوں کو بھی محدود کر دیا جاتا ہے۔ایسا ذہنی تنزل فسطائی جماعتوں میں بھی واقع ہوا ہے، وہ جماعتیں کھلے دل کے ساتھ اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ عقائد کو جماعت میں ثانوی حیثیت حاصل ہے جب کہ فوقیت منظّم اعمال کو دی جاتی ہے اس سے اراکین میں فسطائی جماعت کے ساتھ وابستگی کا جذبہ اس حد تک مضبوط ہو جاتا ہے کہ وہ جماعت کے نظم وضبط کو ایک فرض سمجھ کر قبول نہیں کرتے، بلکہ ایک خواہش یا احساس کے تحت

1- Disciplined Actions

ایسا کرتے ہیں۔ اس مرحلہ پر فسطائی جماعتوں پر رہنماؤں کا تسلط اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ فسطائی جماعت کی تاریخ میں یہی وہ مقام بھی ہوتا ہے جب رہنماؤں اور عام اراکین میں گہرا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ رہنما عام اراکین کے میلان اور خیالات سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ یہ تخصیص کرنا دشوار ہو جاتی ہے کہ آیا رہنما عام اراکین کی رہنمائی کر رہے ہیں یا عام اراکین رہنماؤں کے احکامات پر از خود عمل کر رہے ہیں۔ باہمی اعتماد کی اس صورت میں صرف رہنما ہی اراکین کو احکامات نہیں دیتے بلکہ اراکین کو بھی کہنے سننے کا موقع دیا جاتا ہے۔ نظریاتی اعتبار سے فسطائی جماعتوں کی تاریخ میں ایسی صورت بہت خوش کن ہوتی ہے۔ عملاً یہ صورت بہت کم ہوتی ہے۔ ان میں بہت کم لیڈر ایسے گزرے ہیں جنھوں نے اپنی مہارت سے فسطائی جماعت کے اراکین اور قیادت کو یک جان دو قالب کو دکھایا ہو۔

(ب) اختیارات کا شخصی ہونا

سیاسی جماعتوں کی قیادت کے اختیارات میں ارتقاء کو دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا وہ دور ہے جس میں ذاتی اختیارات ۲ کی طرف ارتقاء ہوا۔ دوسرا وہ دور جب کہ اختیارات میں دوبارہ شخصی ہونے کا رجحان عام ہوا۔ موجودہ دور میں قیادت کے اختیارات میں دوبارہ شخصی ہونے کا رجحان نمودار ہو رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اداری دور کا قائم شدہ ڈھانچہ بھی موجود ہے۔ ارتقاء کا یہ رخ صرف سیاسی جماعتوں تک محدود نہیں بلکہ اقتدار و اختیار کے حامل دوسرے اداروں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

اُنیسویں صدی کے آخر میں اشتراکی جماعتوں کے فروغ نے اداری اقتدار کو تکمیل تک پہنچا دیا۔ ان کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے دوسری سیاسی جماعتوں خصوصاً کرسچین ڈیموکریٹک جماعتوں نے بھی ان کے طور طریقے اپنائے۔ اس سے

1- Personalisation of Power

2- Personal Power

3- Institutional Power

پہلے ان کی تنظیم اکثر و بیشتر کمزور اور کھلی ہوتی تھی۔ مقامی تنظیموں میں اختیار اس علاقے کی پارٹی کے پارلیمانی نمائندے کو حاصل ہوتا تھا۔ بصورت دیگر اختیار کسی بااثر فرد کو ہوتا جو مقامی تنظیم کا یا صدر ہوتا یا خود گمنانی میں رہتا اور اس کے کارندے تنظیم کو کنٹرول کرتے تھے۔ کرسچین ڈیموکریٹک جماعتوں کی تنظیم کی قومی سطح پر مختلف کمیٹیاں اور دوسرے ادارے موجود تھے۔ اُن میں بھی موثر حیثیت چند مسلمہ لیڈروں کو حاصل ہوتی تھی۔ مذکورہ اداروں کی نوعیت بناوٹی اور صرف دکھاوے کے اداروں کی تھی۔ ان کے اراکین اپنے جائز اختیارات سے محروم تھے۔ ادارے محض اضافی ۲ حیثیت رکھتے تھے جہاں پر اقتدار کی جنگ میں شخصی اثر و رسوخ پیدا کرنے کی کھلی چھٹی تھی۔

اس کے برعکس اشتراکی جماعتوں نے ایک منظم ڈھانچہ قائم کرنے کی بھرپور کوشش کی جس میں اقتدار کو اداری بنایا گیا۔ اس نظام میں فرد کی نسبت اس کا عہدہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اُن جماعتوں نے اختیارات کی اس نوعیت کی تنظیم کی ہے جس سے اقتدار کو چند ہاتھوں میں مرتکز ہونے سے بچایا جا سکے۔ مختلف ممالک اور حالات کی وجہ سے تھوڑے بہت رد و بدل کے ساتھ اشتراکی جماعتوں کی تنظیم بالعموم

مندرجہ ذیل خطوط پر استوار ہوتی ہے۔اس میں ایک سنٹرل آفس ہوتا ہے جو چند مستقل اراکین پر مشتمل ہوتا ہے۔دوسرے درجہ پر ایک سنٹرل کمیٹی ہے جس میں اراکین کی تعداد سنٹرل آفس کے اراکین کی نسبت کچھ زیادہ ہوتی ہے۔سنٹرل کمیٹی نیم مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ان کے علاوہ ایک سالانہ کونسل یا کانگرس ہوتی ہے جو تنظیم کی مختلف سطحوں سے آنے والے وفود پر مشتمل ہوتی ہے۔

اصولی اعتبار سے فیصلے کرنے کا اختیار سالانہ کانگرس کو ہوتا ہے۔سنٹرل یا نیشنل کمیٹی، کانگرس کے اجلاسوں میں وقفوں کے درمیان سرگرم عمل رہتی ہے۔اصولاً سنٹرل آفس صرف انتظامی اختیارات رکھتا ہے۔لیکن عملی طور

1- Fictitious

2- Supplementary

پر یہ تنظیم میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔بعض اشترا کی جماعتوں نے اس کے متوازی تنظیم بھی قائم کی ہوتی ہے۔انتظامی کمیٹی، سنٹرل آفس اور نیشنل کانگرس کے متوازن ایک کنٹرول کمیٹی ہوتی ہے۔سنٹرل آفس اور انتظامی کمیٹی کو سیاسی انتظام وانصرام کے فرائض سونپے جاتے ہیں جب کہ کنٹرول کمیٹی کے ہاتھ میں مالی نگرانی کا اختیار دیا جاتا ہے۔اس تقسیم اختیارات کے اصول کو نظم وضبط کے لیے دوسری کمیٹیاں قائم کر کے انتہا تک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشترا کی جماعتوں میں اختیارات افراد کے پاس نہیں بلکہ اداروں کے پاس ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔کچھ اشترا کی لیڈر بہت اثر ورسوخ والے رہے ہیں۔انہوں نے تحکمانہ انداز اختیار کیا اور اپنے شخصی اقتدار کو اداری اقتدار پر غالب رکھا۔مثلاً پہلی انٹرنیشنل میں کارل مارکس کا اثر ورسوخ۔جرمن سوشلسٹ پارٹی کے بانی نے بھی اسی طرح پارٹی کو ایک آمرانہ ڈھانچہ دیا جس میں اس کی اپنی حیثیت برتر تھی۔لینن بلوم اور اس جیسے کئی قائدین نے اپنی اپنی اشترا کی جماعتوں میں جو اقتدار حاصل کیا وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔حقیقت یہ ہے کہ درمیانے طبقے کی سیاسی جماعتوں کی طرح اشترا کی جماعتوں میں بھی پس پردہ اقتدار کے شخصی ہونے کا رجحان پایا جاتا ہے۔دوسری وجوہات کے علاوہ اس کی ایک وجہ اشترا کی جماعتوں کی عوامی جماعتوں میں ڈھلنے کی خواہش ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اشترا کی جماعتوں سے وابستہ مزدوروں میں اداروں اور عہدوں کی بجائے اشخاص کے احکامات بجالانے کا جذبہ اُسی طرح موجود ہوتا ہے جیسا کہ درمیانہ طبقہ کی سیاسی جماعتوں میں ہے۔

بہر حال اشترا کی جماعتوں کے اس دعویٰ کو جھٹلانا مشکل ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکا انہوں نے اقتدار واختیار کو شخصی ہونے سے روکا ہے۔ان جماعتوں میں انتظامی اداروں کی اجتماعی نوعیت نے ذمہ داریوں میں تقسیم پیدا کر دی ہے۔اصولاً ان جماعتوں میں لیڈر اور صدر کا کوئی تصور موجود نہیں۔صرف کمیٹیاں ہیں اور عہدے دار اور سیکرٹری ہیں۔ان سب کو اپنے دائرہ کار میں ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں۔سب سے پہلی کمیونسٹ جماعتوں نے اسی طرح عمل کیا تھا۔اس وقت روس میں رہنماؤں کی پرستش کا مسلک ابھی رائج نہیں ہوا تھا۔کمیونسٹ پارٹی میں لینن کو بہت وقار اور عزت حاصل تھی۔اس کے باوجود لینن نے تمام اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار کیا۔اُس دوران میں روسی کمیونسٹ جماعت میں تمام کام اجتماعی ہوتے تھے۔کمیٹی میں ہونے والا بحث ومباحثہ حقیقی حیثیت رکھتا تھا اور فیصلے عام رائے سے کیے جاتے تھے۔اُن دنوں مساوات کے اصول کو اس قدر اہمیت دی گئی کہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام

عہدے دار ایک جتنی تنخواہ وصول کریں گے۔ روس کے علاوہ دوسرے ممالک کی کمیونسٹ سیاسی جماعتوں نے بھی اُن خصوصیات کو اپنایا۔ اُن میں بھی اس بات کی طرف خاص توجہ دی گئی کہ اختیارات کو شخصی ہونے سے روکا جائے۔

کمیونسٹ جماعتوں کے برعکس فسطائی سیاسی جماعتوں نے اس رجحان کو یکسر بدل ڈالا۔ ان جماعتوں میں پہلی دفعہ لیڈر کی شخصیت کی پرستش کا رجحان پیدا ہوا۔ فسطائیت میں تمام اختیارات کا منبع لیڈر رہے نہ کہ انتخابات اور لیڈر کے اقتدار کی بنیاد اس کی ذاتی خصوصیات اور خوش قسمتی ہوتی ہے۔ اٹلی کے فاشسٹ کہا کرتے تھے کہ مسولینی ہمیشہ ٹھیک کرتا ہے۔ جرمنوں نے اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا اور ہٹلر کے اقتدار کو جائز قرار دینے کے لیے ایک نیا قانونی نظریہ گھڑ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کمیونسٹ سیاسی جماعتوں نے بھی اس راستے کو اختیار کیا اور مختلف وجوہات کی بنا پر اپنی پرانی پالیسی بدل ڈالی۔ لینن کے بعد سوویٹ کمیونسٹ پارٹی میں ہونے والی تبدیلیاں اس کی گواہ ہیں۔ سٹالن کی ذات کی پرستش اس کی ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ اختیارات کو شخصیانے کے رجحان کی مدافعت کرنے والوں اور یورپی ممالک کی آزادی کی تحریکوں میں قربانی دینے والوں کا ذکر بھی ضروری ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد اکثر یورپی ممالک میں جرمنی سے آزادی کی تحریکوں سے وابستہ شخصیات کو پارٹی کی قوت بڑھانے کے لیے استعمال کیا گیا۔ آزادی کے بعد جماعتوں نے ان کی قربانیوں کو اپنے لیے پروپیگنڈہ کی بنیاد بنایا اور عوام میں ہر دلعزیز ہونے کی کوشش کی۔

مرحوم قائدین کے لیے ستائش کا جذبہ بقید حیات لیڈروں کے لیے بھی پرستش کا جذبہ پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ فاشسٹ پارٹیوں میں اس قسم کے پروپیگنڈہ کی کامیابی نے کمیونسٹ پارٹیوں کو ترغیب دی کہ وہ بھی وہی طریقہ اختیار کریں۔ جرمنی سے آزادی کے بعد سے کمیونسٹ جماعتیں اپنے اراکین میں شخصی وفاداریاں پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ان کا طریقہ کار قدرے مختلف ہے۔ فسطائی جماعتوں کی طرح وہ اپنے لیڈروں کو عام انسان سے برتر انسان کے روپ میں پیش نہیں کرتے بلکہ ان کے ماضی کو شاندار اور ان کو خوبیوں کا مجسمہ بنا کر عوام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ فرانس میں موریس تھوریزا کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی نے خصوصی رکنیت نامے چھپوائے جس میں رکنیت کے لیے مخاطب مورس تھوریز کو کیا گیا تھا۔ فارم کے شروع میں ایسے الفاظ درج تھے جن سے تاثر یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ کمیونسٹ جماعت ہونے سے زیادہ مورس تھوریز کی شخصی جماعت ہے۔ اقتدار اس نوعیت کا شخصی ہونے سے بعض اوقات مقتدر افراد کے لیے پوجا اور پرستش کا جذبہ اہم ہوتا ہے۔ دراصل یہ بادشاہوں کی پرستش کے[۲] قدیم نظریہ کی تجدید شدہ صورت ہے۔ لیڈر کو عقل کا اور مختار کل[۳] بنا لیا جاتا ہے جو ہر قسم کے عیب اور غلطی سے مبرا ہو۔ جدید ذرائع ابلاغ اُن کی صفات کی تشہیر و تبلیغ کرنے میں مزید مددگار ثابت ہوئے ہیں۔ لیڈر کی تصاویر گھروں میں، باہر دیواروں پر، دفتروں، کارخانوں اور زرعی فارموں میں موجود ہوتی ہیں۔ وہ خود بھی کبھار عوام کے سامنے آتا ہے۔ بالآخر وہ ایک قابل احترام نام اور ایک عقیدہ بن جاتا ہے، جہاں سے احکامات جاری ہوتے ہیں اور بے چون و چرا اُن پر عمل کیا جاتا ہے۔ مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اقتدار کے شخصی ہونے کی انتہا یہ ہے کہ وہ باوقار اور باعزت فرد بذات خود ایک ادارے کا روپ دھار لیتا ہے۔

4- پارٹی کے رہنما اور پارلیمانی نمائندے

سیاسی جماعتوں کے حلقہ ہائے اقتدار کا مطالعہ کرتے وقت پارٹی رہنماؤں اور پارلیمانی نمائندوں کے تعلق کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ پارلیمانی نمائندے عوام

1- Mourice Thorez

2- Divine Right of Kings

3- Omnipotent

کے نمائندے ہوتے ہیں جب کہ پارٹی لیڈرز پارٹی اراکین کے رہنما ہوتے ہیں۔ ان دونوں طبقوں کا باہمی تعلق پارٹی کی تنظیم اور اس کی کارکردگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ان کے مابین تعلقات خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ جمہوری تقاضا یہ ہے کہ پارلیمانی نمائندوں کو پارٹی کی قیادت پر برتری حاصل ہو اور ووٹروں کو جماعت کے اراکین پر فوقیت ہو۔ لیکن عملاً ایسا نہیں ہوتا۔ بہت سی سیاسی جماعتوں میں یہ صورت حال دیکھنے میں آتی ہے کہ جماعتی رہنما پارلیمانی نمائندوں پر احکامات صادر کرتے ہیں اور پارلیمانی نمائندے ان کا حکم بجالاتے ہیں۔ بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ جماعتی رہنماؤں اور پارلیمانی نمائندوں کے درمیان تمیز دشوار ہو جاتا ہے۔ جماعتوں کے کچھ رہنما دونوں عہدوں پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ وہ بیک وقت پارٹی رہنما اور پارلیمانی نمائندے ہوتے ہیں۔

دونوں قسم کے مذکورہ رہنماؤں میں علیحدگی اور پارلیمانی نمائندوں پر پارٹی تنظیم کی برتری سیاسی جماعتوں کے ارتقاء کے مختلف ادوار میں بتدریج ظاہر ہوئی۔ اس ضمن میں جماعتوں کے ارتقاء کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے دور میں پارلیمانی نمائندوں کو جماعتی تنظیم پر برتری حاصل رہی۔ دوسرا دور پارلیمانی نمائندوں اور جماعتوں کے رہنماؤں کے باہمی تعلق میں نسبتاً توازن کا دور ہے۔ تیسرا وہ دور ہے جب پارٹی کو پارلیمانی نمائندوں پر برتری حاصل ہوئی۔

(الف) پارلیمانی نمائندوں کی پارٹی میں برتری

فرانسیسی اشتراکی جماعت پارلیمانی نمائندوں کی برتری کی بہترین مثال ہے۔ 1955 کی اصلاحات سے پہلے تمام سینیٹرز، کونسلرز اور منتخب نمائندے پارٹی کی انتظامی کمیٹی کی رکنیت کے حق دار تھے اور ان کی تعداد پچاس ہزار سے زیادہ تھی۔ علاوہ ازیں قومی اور مقامی اداروں کے منتخب نمائندے بھی اس میں شامل تھے جماعت کی وفاقی اکائیوں کے صدر صاحبان اور سیکریٹریوں کا تناسب ان کی کل رکنیت کے مقابلے میں صرف ایک تہائی تھا۔ پارلیمانی نمائندوں کو نہ صرف اخلاقی اعتبار سے بلکہ تعدادی قوت کے اعتبار سے بھی اُن سب پر برتری حاصل تھی۔ اخلاقی اعتبار سے اس طرح کہ ان کا عہدہ دوسرے تمام اراکین کی نسبت زیادہ باوقار سمجھا جاتا تھا۔ اور تعدادی قوت کے اعتبار سے اس طرح کہ کمیٹی میں پارلیمانی نمائندوں کا تناسب دوسرے اراکین کی نسبت زیادہ تھا نتیجتاً پارلیمانی نمائندوں کا گروہ انتظامی کمیٹی کے اثر ورسوخ سے آزاد تھا۔ اس وقت پارٹی کی روزمرہ سرگرمیوں کے متعلق نہ کوئی عمومی پالیسی تھی اور نہ حکومت میں اراکین کی شرکت کے لیے کوئی مخصوص اصول وضع کیے گئے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد اور خصوصاً زراعتی بحرانوں کے دوران فرانسیسی اشتراکی جماعت کے فعال اراکین کو اختیار منتقل کرنے کی

خصوصی کوشش کی گئی۔

کسی سیاسی جماعت کے پارلیمانی نمائندوں کی برتری اس جماعت میں غیر مرکزی نوعیت کے تنظیمی ڈھانچہ کی نشاندھی کرتی ہے۔ ہر نمائندہ چونکہ کڑے پارٹی کنٹرول سے آزاد ہوتا ہے اس لیے وہ اپنے علاقے میں پارٹی کے کاکس کو اپنی مرضی کے مطابق کنٹرول کرتا ہے۔ پارٹی کی مرکزی قیادت کی حیثیت اس بادشاہ کی طرح ہوتی ہے جو یا اپنی عزت ووقار کھو چکا ہو یا اپنے عوام پر اس کا اختیار کمزور پڑ چکا ہو۔ ایسی صورت میں پارلیمانی نمائندوں کی ایک گروکی حیثیت سے نہ کوئی اجتماعی رائے ہوتی ہے اور نہ اجتماعی عمل۔ پارلیمنٹ میں ووٹنگ کے سلسلہ میں کوئی نظم وضبط روا نہیں رکھا جاتا ہے۔ ہر فرد اپنی انفرادی حیثیت میں اپنی مرضی سے عمل کرتا ہے۔ فرانسیسی ریڈیکل پارٹی میں 1911 تک صورت حال اور بھی عجیب وغریب تھی۔ ایوان میں پارٹی کے نمائندوں کے دو مخالف گروہ بن گئے تھے۔ ریڈیکل بایاں بازو اور ریڈیکل سوشلسٹ بایاں بازو۔ اُن میں سے کچھ بہ یک وقت جمہوری اتحاد ا اور ریڈیکل پارٹی کے رکن تھے۔ یکم جنوری 1911 کو پارٹی کی انتظامی کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ ایوان میں پارٹی کا ایک ہی گروپ بنام ریڈیکل ریپبلکن اور ''ریڈیکل سوشلسٹ پارٹی گروپ'' قائم ہوگا۔ اس فیصلے کے باوجود سینٹ کے ریڈیکل اراکین نے اپنا بائیں بازو کا گروہ قائم رکھا اور ان کی پالیسی اکثر اوقات ایوان میں موجود دوسرے ریڈیکلز کی پالیسی سے مختلف رہی۔ ان مثالوں

1- Democratic Alliance

سے واضح ہو جاتا ہے کہ اُس جماعت میں پارلیمانی برتری ایک کمزور اور غیر مرکزی تنظیمی ساخت کی ترجمان تھی۔

عام مشاہدے سے ایک عمومی اصول یہ بھی وضع کیا جا سکتا ہے کہ خصوصاً ان سیاسی جماعتوں میں پارلیمانی نمائندوں کو پارٹی پر برتری حاصل ہوتی ہے جو پرانی طرز کی تنظیمی ساخت کی ترجمانی کرتی ہوں۔ یعنی جن کی بنیاد کاکس پر ہو اور جو درمیانہ طبقے کی سیاسی جماعتیں ہوں۔ مثلاً قدامت پسند جماعتیں۔ ان جماعتوں کا بنیادی مقصد پارلیمانی انتخاب میں کامیابی اور پارلیمنٹ کی کاروائی میں عمل دخل حاصل کرنا ہوتا ہے۔ ان کی تمام سرگرمیوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پارٹی کے زیادہ امیدواروں کو انتخاب میں کامیاب کروایا جائے اور ان کے ذریعے پارلیمنٹ کی کاروائی میں بھرپور حصہ لیا جائے۔ اس کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ وہ پارٹی میں بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوں۔ مزید برآں ان کے اختیارات ومقام کو چیلنج کرنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا۔ سوائے ان مخالفین کے جو ان کے مقابلے میں ہار چکے ہوتے ہیں یا آئندہ انتخاب میں ان کے بالمقابل عہدے کے امیدوار ہوتے ہیں۔ اس قسم کی جماعتوں میں کوئی نظام مراتب نہیں ہوتا۔ ان میں نیم فوجی دستوں کی تعداد اتنی کم ہوتی ہے کہ وہ پارٹی تنظیم کے قیام کے لیے کوئی بنیاد مہیا نہیں کر پاتے ہیں۔ اُن کی انتظامیہ اتنی کمزور ہوتی ہے کہ کسی مستقل عملے کے قیام کا تصور ناممکن ہے۔ صرف ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو ان پر اپنا اثر قائم کر سکتا ہے اور وہ ایسی جماعتوں کی مالی امداد کرنے والوں کا ہے۔ اکثر اوقات اُن کا اثر محدود ہوتا ہے۔ وہ حضرات سیاسی جماعتوں پر مستقلاً اثر انداز ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے، صرف مواقع پر اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس کے برعکس بعض ایسی جماعتیں ہیں جہاں مضبوط، منظّم اور مرکزی تنظیم کے باوجود پارلیمانی گروہ کو برتری حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً ایم۔ آر۔ پی میں پارلیمانی گروہ سے الگ نیم فوجی دستوں کی تعداد

اتنی کافی ہے کہ پارٹی کا نظام مراتب قائم کیا جاسکتا ہے۔ جماعت کا آئین بناتے وقت خصوصی کوشش کی گئی کہ ایسی دفعات رکھی جائیں کہ متشدد اراکین کو اس نظام مراتب میں بااختیار ہونے سے روکا جائے اور منتخب نمائندوں کی برتری برقرار رکھی جائے۔ اس مقصد کے پیش نظر آئین کی دفعہ 32 کے تحت نیشنل کمیٹی میں پارلیمانی گروہوں کے وفود کا تناسب ایک تہائی رکھا گیا۔ حقیقتاً ان کی تعداد نیشنل کمیٹی مین اس سے کہیں زیادہ تھی۔ کیونکہ نیشنل اسمبلی اور ریپبلک کی کونسل میں گروہوں کے نمائندوں کے ساتھ ساتھ کچھ اور لوگ بھی شامل تھے۔ مثلاً ایم۔ آر۔ پی کا صدر اور جنرل سیکرٹری (جو کہ سینیٹر یا ڈپٹی بھی ہوسکتا تھا) پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے صدر (جب کہ یہ ایم۔ آر۔ پی کے رکن ہوں) وزرا، پارلیمنٹ کے دو عام رکن، شریک کردہ نیم فوجی دستے (جو کہ سینیٹرز یا ڈپٹی بھی ہو سکتے ہیں) اور وہ اراکین جو کہ فرانسیسی یونین کی اسمبلی کے گروہ کے منتخب کردہ ہوں۔ تمام مذکورہ اراکین پارلیمانی ذہنیت رکھتے ہیں اور پارلیمانی گروہ میں شریک سمجھے جاتے ہیں۔

مذکورہ جماعت کی ایک مستقل انتظامی کمیٹی تھی جس کو پارٹی کا انتظام وانصرام سونپا گیا۔ اس میں بھی پارلیمانی گروہ کی عددی قوت زیادہ تھی جب کہ وفاقی اکائیوں کے وفود کی تعداد اٹھارہ تھی اور پارلیمانی نمائندوں کے وفود کی تعداد بارہ تھی۔ اس کے علاوہ پانچ سابقہ وزیر، جماعت کا چیئرمین یا جنرل سیکرٹری اور پانچ شریک کردہ اراکین ا، جو پارلیمنٹ کے رکن بھی ہو سکتے تھے، کو بھی نمائندگی حاصل تھی۔

امریکن سیاسی جماعتیں ایک مختلف نوعیت کی مثال پیش کرتی ہیں۔ وہ جماعتیں کمزور تنظیم رکھتی ہیں۔ وہ غیر مرکزی ہیں اور کاکس کی بنیاد پر قائم ہیں۔ اُن میں پارلیمانی نمائندے ہمیشہ فائق و برتر حیثیت نہیں رکھتے۔ امریکی سیاسی جماعتوں کا مشاہدہ کرتے وقت ہمیں ان کی کچھ امتیازی خصوصیات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ مثلاً اُن کی علاقائی تنظیموں میں اس قدر اختلافات ہیں کہ ان کا مکمل احاطہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ نیویارک میں قائم کی جانے والی تنظیم پارٹی کی مقامی تنظیم سے بالکل مختلف نوعیت کی تنظیمیں ملتی ہیں۔ اگر کانگرس کا کوئی نمائندہ پارٹی کی مقامی تنظیم کو کنٹرول کر رہا ہے اور وہاں پارٹی کا ''باس'' بھی ہو تو کہا جائے گا کہ وہاں کانگرس کا اثر ہے۔

1- Co-opted Members

اگر موثر کنٹرول کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جو نہ سینٹ کا رکن ہو اور نہ نمائندہ ہو تو بیرونی پارٹی کو برتری حاصل ہوگی اور پارٹی تنظیم کانگرس کے نمائندوں پر حاوی ہوگی۔ دو جماعتی نظام اور بعض علاقوں میں یک جماعتی نظام (مثلاً جنوبی ریاستوں میں جمہوری پارٹی) بھی پارلیمانی نمائندوں کے اثر ورسوخ میں کمی کی وجہ ثابت ہوا ہے۔ جماعت کے لیے اُمیدواروں کی نامزدگی عام انتخابات سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ دراصل امریکی جماعتوں میں ابتدائیوں اکا نظام اسی لیے اختیار کیا گیا تھا کہ اُمیدواروں اور نمائندوں پر کاکس کے اختیارات کو محدود رکھا جائے اور نمائندوں کو کسی حد تک آزادی دی جائے اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو حاصل نہیں کیا جا سکا۔

برطانوی سیاسی جماعتوں کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکی سیاسی جماعتوں کے برعکس برطانوی سیاسی جماعتیں اپنی تنظیم میں مرکزیت رکھتی ہیں اور اُن میں پارلیمانی نمائندوں کو پارٹی میں برتر حیثیت حاصل ہے۔ برطانوی پارلیمنٹ کے اراکین پارٹی کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اور ان کی رہنمائی پارٹی کے لیڈر اور نقیب کرتے ہیں۔ جماعتوں کے اراکین میں نظم وضبط پیدا کرنے کی خواہش نے برطانوی

جماعتوں کو مرکزیت دی ہے۔ تاہم 1882 میں دونوں جماعتوں میں پارلیمانی نمائندوں کی برتری کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ تنقید کا عمل پہلے لبرل پارٹی میں یوں شروع ہوا کہ 1878 میں بریڈفورڈ میں ایک سابقہ وزیر فاسٹر اور مقامی جماعت کے کاکس کے درمیان مقامی کاکس کے آئین کی ایک دفعہ پر جھگڑا ہو گیا۔ آئین کی اس دفعہ میں یہ کہا گیا تھا کہ منتخب ہونے کے بعد نمائندے کاکس کے فیصلے کے پابند ہوں گے۔ منتخب ہونے کے بعد فوسٹر نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ آہستہ آہستہ انکار کی آگ ملک بھر میں پارٹی کی تمام تنظیموں میں پھیل گئی۔ بالآخر ایک سمجھوتہ ہوا جو پارٹی کے حق میں تھا۔ کچھ سالوں کے بعد نیوکیسل میں ایک معروف ریڈیکل لیڈر کی کاکس کے اراکین نے پٹائی کر دی۔ 1880 میں لبرل پارٹی کے برسر اقتدار آنے کے بعد مرکزی دفتر نے پارٹی کی مقامی تنظیموں کے اراکین کو عام اجازت دے دی کہ وہ پارلیمنٹ کے اراکین سے نافرمانبرداری پر پوچھ گچھ کر سکتے ہیں۔

1- Primaries

لیکن مرکزی دفتر خود پارلیمانی لیڈروں کے زیر اثر تھا۔ مزید برآں لبرل جماعت کی تنظیم نو کے بعد پارلیمانی نمائندوں کا اثر کم ہونے کی بجائے بڑھ گیا۔ تنظیم میں مرکزیت بھی مزید بڑھ گئی۔ مقامی سطح پر اپنے حلقہ انتخاب میں تو نمائندوں کی کاکس پر برتری کم ہوگئی مگر اجتماعی طور پر قومی تنظیم میں پارٹی لیڈروں کے اختیار میں اضافہ ہوا۔ پارلیمنٹ کے اراکین پر ان کا اختیار اور بھی بڑھ گیا۔ اُن پر نظم وضبط مزید سخت کر دیا گیا۔ میرٹ ترمیم پر ووٹنگ کے موقع پر گورنمنٹ نے یہ دھمکی دی کہ اگر پارٹی کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو پارلیمنٹ توڑ دی جائے گی۔ ان لبرل ممبرز کو جو ترمیم کے حق میں ووٹ دینا چاہتے تھے وارننگ دی گئی کہ اگر انہوں نے جماعتی نظم وضبط کی پابندی نہ کی تو وہ اپنے کاکس میں آئندہ انتخاب کے لیے دوبارہ نامزد نہ ہو سکیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صرف پانچ نے ترمیم کے حق میں ووٹ دیے اور باقی دستبردار ہو گئے۔ ہوم رول امبران کے بعد لبرل جماعت کی تنظیم مکمل طور پر پارلیمانی نمائندوں کے زیر اختیار آ گئی۔

کنزرویٹو جماعت کو بھی رینڈولف چرچل کی اصلاحات کے بعد اسی قسم کے بحران کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ 1883 میں پارٹی کونسل اور یونین نے یہ مطالبہ کیا کہ سنٹرل کمیٹی کو ختم کر دیا جائے۔ کمیٹی نقیبوں اور پارلیمنٹ کے اراکین پر مشتمل تھی۔ بظاہر اسے انتخابات کے لیے نامزدگیوں اور جماعتی فنڈز اختیارات حاصل تھے۔ بالآخر دونوں فریقین میں ایک سمجھوتہ ہوا جس کی روس طے پایا کہ کمیٹی میں پارلیمانی اراکین کے ساتھ ساتھ کونسل کے دو اراکین بھی ہوں گے۔ ان اراکین کو عمومی حکمت عملی، امیدواری اور مالیات سے متعلق خصوصی اختیارات حاصل ہوں گے۔ چرچل کے دستبردار ہونے کے بعد ایک بار پھر پارلیمانی اراکین نے جماعت میں موثر کنٹرول حاصل کر لیا اور اس صدی کے آخر میں پارلیمانی برتری دوبارہ قائم ہوگئی۔

1- Home Rule

(ب) پارلیمانی نمائندوں اور پارٹی رہنماؤں میں رقابت

پارلیمانی نمائندوں اور پارٹی کے رہنماؤں میں دوسری طرح کے تعلق وہ ہے جہاں ان میں باہمی رقابت سے توازن کی کیفیت پیدا ہوگئی ہو۔ انیسویں صدی کے آخر میں برطانوی سیاسی جماعتوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن جماعتوں میں کی جانے والی نئی تنظیمی تبدیلیاں پارلیمانی نمائندوں اور پارٹی

لیڈرز میں رقابت کو جنم دیتی ہیں۔ جوں جوں تنظیم بڑی ہوتی جاتی ہے یہ رقابت بھی بڑھتی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ پارلیمانی نمائندوں کے اختیار میں کمی اور جماعتی رہنماؤں کے اختیارات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ آخر کار کمیونسٹ اور فاشسٹ جماعتوں کی صورت میں ایسی سیاسی تنظیمیں سامنے آئیں جہاں پارلیمانی نمائندے بالکل معمولی حیثیت رکھتے ہیں۔ سوشلسٹ جماعتوں میں قواعد کی رو سے پارلیمانی نمائندے پارٹی لیڈروں کے ماتحت ہوتے ہیں۔ لیکن عملاً انہیں بہت سی اہم مراعات حاصل ہوتی ہیں۔ پارٹی رہنماؤں اور پارلیمانی نمائندوں میں تناؤ کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ ان جماعتوں میں وضاحت سے یہ نہیں کہا جاتا کہ ہر دو میں سے کون برتر حیثیت رکھتا ہے۔ دونوں کی ذمہ داریاں اور اختیارات تقسیم کر دیے جاتے ہیں اور دونوں میں مستقل رقابت کی کیفیت جاری رہتی ہے۔

ایسا کیوں ہے؟ کسی جماعت میں قائم کی جانے والی تنظیم کی نوعیت پارلیمانی نمائندوں اور جماعتی قیادت کے درمیان تعلقات پر اثر انداز ہوتی ہے۔ شاخ پر مبنی عوامی جماعتوں میں مضبوط تنظیم کے بل بوتے پر ایک اندرونی نظام مراتب منظم کیا جاتا ہے۔ اس نظام مراتب کو نیم فوجی دستوں کی مکمل پشت پناہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جماعتی افسر شاہی اور آئین کی مدد سے اجتماعی رہنما پارلیمانی نمائندوں پر برتر حیثیت قائم کرتے ہیں۔ اس کے باوجود پارٹی کے نیم فوجی دستوں اور پارلیمنٹ کے اراکین میں مستقل کشمکش جاری رہتی ہے۔ اس کی وجہ معاشرتی بھی ہوسکتی ہے اور سیاسی بھی۔ معاشرتی اس لیے کہ مزدور طبقے کے نیم فوجی دستوں کے نقطۂ نظر سے پارلیمانی نمائندوں بالآخر درمیانے طبقے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ منتخب ہونے کے بعد وہ دوہری حیثیت کر جاتے ہیں یعنی وہ مزدور تو ہوتے ہی ہیں اور نمائندہ بھی ہو جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ ان میں مزدور ہونے کا احساس کم ہوتا جاتا ہے اور وہ صرف نمائندوں ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ان کا طرز زندگی مزدوروں سے مختلف اور معیار زندگی بلند ہوتا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مزدور طبقہ کی بجائے درمیانے طبقے کی نمائندگی کرنے لگتے ہیں۔

نیم فوجی دستوں کو پارلیمانی نمائندوں سے ہمیشہ شکایات رہی ہیں۔ وہ پارلیمانی نمائندوں میں بدعنوانی کے انسداد کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ 1791 میں فرانس کی قانون ساز اسمبلی کے اراکین نے اس خوف سے کہ کہیں بادشاہ وزارتی عہدوں کو عوامی نمائندوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے استعمال نہ کرے، بادشاہ کو اسمبلی میں سے اپنے وزرا کے انتخاب سے روک دیا تھا۔ نیم فوجی دستے ہمیشہ اس خوف میں مبتلا رہتے ہیں کہ پارلیمانی نمائندے سیاسی اور مالی بدعنوانی کا شکار نہ ہو جائیں۔ سیاسی بدعنوانی دوسری قسم کی بدعنوانی کی نسبت زیادہ گہری اور خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ خصوصاً اشترا کی جماعتوں میں جو انقلابی دور سے گزر رہی ہوں۔

نیم فوجی دستوں اور پارلیمانی نمائندوں کی اس کشمکش کے پس پردہ جو عنصر دراصل غالب نظر آتا ہے وہ نیم فوجی دستوں اور عام ووٹروں کی طبعی افتاد میں فرق ہے۔ ووٹروں کی نسبت نیم فوجی دستے زیادہ انقلابی واقع ہوتے ہیں۔ پارلیمانی نمائندے نیم فوجی دستوں کی نسبت ووٹروں کی خواہش کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اسی کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نیم فوجی دستے اور ووٹروں میں یہ فرق فرانسیسی اشترا کی جماعت میں 19-1936 کے عرصے میں زیادہ نمایاں تھا۔ اس کے ووٹروں کا رجحان معتدل اصلاحات کی جانب تھا۔ جب کہ نیم فوجی دستے انقلاب کا نعرہ بلند کرتے تھے۔

پارلیمانی نمائندوں کو پارٹی رہنماؤں کے ماتحت رکھنے کے لیے سیاسی جماعتیں کچھ مخصوص طریقے

استعمال کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ سیاسی جماعتوں کے خاص اداروں میں نمائندوں کی تعداد کر دی جاتی ہے۔ سیاسی جماعتوں کے قیام کے ابتدائی ایام میں یہ ادارے مکمل طور پر پارلیمانی اراکین پر مشتمل ہوتے تھے۔ ارتقاء کے مختلف مراحل میں جوں جوں جماعتیں مضبوط اور منظم ہوتی گئیں پارلیمانی نمائندوں کو ان اداروں میں اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے مختلف کوششیں کرنا پڑیں۔ اشتراکی جماعتوں نے یہ صورت حال بدل دی ہے۔ ان جماعتوں کے اعلیٰ اداروں میں اکثریتی حیثیت وفود کو دی گئی۔ مثلاً فرانس میں اشتراکی جماعت کے پہلے آئین کے مطابق نیشنل کونسل میں کل پارلیمانی نمائندوں کو ایک گروہ کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا اور ان کی کل تعداد کے صرف بیسویں حصے کو نمائندگی دی گئی۔ 1913 میں نیشنل کونسل کی کمیٹی میں انہیں اس شرط پر کچھ نمائندگی دی گئی کہ کمیٹی میں ان کے نمائندوں کی تعداد کل رکنیت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ اٹلی کی وحدانی اشتراکی جماعت میں پارلیمانی گروہ کو پارٹی انتظامیہ میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔ صرف پارلیمانی گروہ کا صدر بحیثیت مشیر شرکت کا حق دار تھا۔ ان آئینی تدابیر اور احتیاط کے باوجود دونوں جماعتوں میں پارلیمانی نمائندوں کی برتری برقرار ہے۔ مذکورہ جماعتوں کے علاوہ بعض دیگر اشتراکی جماعتوں کے آئین میں یہ وضاحت کر دی جاتی ہے کہ پارلیمانی نمائندے پارٹی کے رہنما نہیں ہو سکتے۔ بلجیین سوشلسٹ جماعت کے بیورو میں پارلیمانی نمائندے صرف ایک مشیر کی حیثیت سے شرکت کر سکتے ہیں۔ بیورو کے اراکین جو وزیر بن جاتے ہیں ان کو بیورو کے فیصلوں میں ووٹ کا کوئی حق حاصل نہیں رہتا۔ آسٹرین اشتراکی جماعت میں بھی اس قسم کے اقدامات کیے گئے ہیں۔

اشتراکی جماعتوں میں پارلیمانی نمائندوں کو انفرادی یا اجتماعی طور پر پارٹی کے ماتحت رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اصولاً پارٹی کا پارلیمانی نمائندہ اپنی فیڈریشن کے ماتحت تصور ہونا چاہیے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہوتا۔ انتخابی طریقہ کار اس ضمن میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یک رکنی حلقہ انتخاب پر مبنی طریق انتخاب اس سلسلہ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ انتخابی حلقے امیدواروں کی شخصیت کی بناء پر ان کے لیے مضبوط قلعے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بدیں وجہ منتخب شدہ نمائندوں کا اپنے علاقے میں اثر ورسوخ زیادہ ہوتا ہے۔ حلقوں میں پارٹی کی بجائے امیدوار کی شخصیت کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ لامحالہ ان جماعتوں میں نمائندوں کو پارٹی کے ماتحت رکھنے کی زیادہ کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس لسٹ سسٹم میں امیدواروں کے لیے پارٹی کی مدد اہمیت رکھتی ہے۔ اس صورت میں ان کو پارٹی کے ماتحت رکھنے کی کوشش زیادہ بارآور ہوتی ہے۔ لیکن جب متناسب نمائندگی کے ساتھ متعین لسٹ کے نظام ۲ انتخاب کو اختیار کیا جاتا ہے۔ تو پارٹی کا کس پارلیمانی نمائندوں پر حد درجہ اختیار حاصل کر لیتا ہے۔

بعض اشتراکی جماعتوں نے اس مقصد کے لیے ایک اور طریقہ بھی اختیار کیا جسے بعد میں کمیونسٹ جماعتوں نے بڑے پیمانے پر اپنایا۔ پارلیمانی نمائندوں پر یہ فرض عائد کیا گیا کہ وہ حکومت سے ملنے والے تمام الاؤنس جماعت کے حوالے کر دیں۔ اس کے بدلے میں جماعت انہیں معقول تنخواہ دیتی ہے جس سے پارلیمانی نمائندے جماعت کے تنخواہ دار ہو جاتے ہیں پارلیمانی نمائندوں کو متعلقہ پارٹی قیادت کے تابع رکھنے کا یہ طریقہ بھی زیادہ موثر ثابت نہیں ہوا۔ 1890 میں فرانس میں انقلابی اشتراکی مزدور پارٹی نے یہ طریقہ اختیار کیا لیکن 1896 کے پارٹی انتشار کے بعد پارلیمانی اراکین نے اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لیے کمیونسٹ اتحاد کے نام سے الگ جماعت قائم کر لی۔

پارلیمانی نمائندوں کو جماعت کے ماتحت رکھنے کی انتہائی کوششیں اسمبلیوں میں ووٹ دینے میں

نظم وضبط برقرار رکھنے کی صورت میں کی جاتی ہیں۔ان پارلیمانی نمائندوں کو جو پارٹی کی ہدایات سے انحراف کریں جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے۔اس قسم کے اخراج کی بہت سے مثالیں بیان کی جا سکتی ہیں۔خصوصاً برطانوی لیبر پارٹی اور فرانسیسی اشترا کی جماعت میں اس کی مثالیں عام ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ووٹنگ میں نظم وضبط قائم رکھنے کا یہ طریقہ نمائندوں کو جماعت کے تابع رکھنے کے ایک ذریعے کی حیثیت سے استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ طریقہ پہلے سے موجود اُس صورت حال کا نتیجہ ہے جس میں نمائندے جماعت کے ماتحت ہوتے ہیں۔ پارلیمانی نمائندے جماعت کی ہدایات پر پہلے ہی عمل پیرا ہوتے ہیں۔ پارلیمنٹ میں آنے یا ووٹ ڈالنے سے پہلے وہ

1- Proportional Representation

2- Fixed List System

انتخابی یا مالی وجوہات کے باعث جماعت کے ماتحت ہوتے ہیں۔مزید برآں اس طریقہ کی نوعیت اجتماعی ہے۔ ہر نمائندے کو پارلیمانی پارٹی کے فیصلے کے مطابق ووٹ دینا ہوتا ہے۔ پارلیمانی پارٹی کے فیصلے درحقیقت پالیسی وضع کرنے والے جماعتی لیڈروں کے فیصلے ہوتے ہیں اور پارلیمانی گروہ اجتماعی حیثیت میں جماعت کے ماتحت ہوتے ہیں۔1929 میں فرانسیسی اشترا کی پارلیمانی گروہ نے اپنی صدر کی دعوت پر حکومت میں شرکت کا فیصلہ کیا،لیکن جماعت کی نیشنل کونسل نے اس فیصلے کو منسوخ کر دیا تھا۔

اہم مسائل مثلاً حکومت کی تشکیل یا اس میں شمولیت اور اعتماد وغیرہ کے سلسلہ میں جماعتوں کے نیم فوجی دستے اور پارٹی لیڈر پارلیمانی لیڈروں پر باہمی صلاح ومشورے کی ذمہ داری عائد کرتے ہیں۔اس قسم کے مشاورتی اجلاس نیشنل اور جنرل کونسل کے اندر بھی ہوتے ہیں۔ وہاں پارلیمانی نمائندوں کو ایک مشاورتی گروہ کی حیثیت سے یا نمائندگی حاصل ہوتی ہے یا پارلیمانی گروہ کے وفود کو اسی صورت میں ووٹ کا حق حاصل ہوتا ہے۔فرانسیسی اشترا کی جماعت میں اس قسم کے مشاورتی فیصلے نیشنل یا پارلیمانی گروہ کے جلسوں میں بھی ہوتے ہیں اور ان میں جماعت کے وفود شرکت کرتے ہیں۔ اٹلی اور بلجیئن کی اشترا کی جماعتوں میں بھی ایسا ہوتا ہے۔اس کے علاوہ باہمی مشاورت کا عمل مخصوص رابطہ کمیٹیوں کے ذریعہ بھی ہوتا ہے۔جیسا کہ لیبر پارٹی کی نیشنل ورابطہ کمیٹی اور بلجیئن کرسچین سوشل جماعت کی رابطہ کمیٹی میں کیا جاتا ہے۔

جماعتوں میں قائم کیے جانے والے ریسرچ بیوروسی قسم کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ان پر یہ فرض عائد کیا جاتا ہے کہ وہ پارلیمانی نمائندوں کی تجاویز کی روشنی میں بل اور صلاحات کے مسودے تیار کریں۔اگر بیورو پارلیمانی گروہ کی بجائے جماعتی رہنماؤں پر انحصار کرتے ہوں اور پارلیمانی نمائندوں پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہو کہ وہ اپنے بلوں کے مسودوں کے لیے بیورو سے رجوع کریں تو بیورو اکثر پارلیمانی نمائندوں پر اثر رکھتے ہیں اور جماعتی رہنماؤں کی

1- Special Liaison Committees

نمائندوں پر برتری قائم کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ طریقہ زیادہ تر ان سیاسی جماعتوں میں اختیار کیا جاتا ہے۔ جہاں پارلیمانی نمائندوں مکمل طور پر جماعت کے ماتحت کر دیے گئے ہوں۔

نظریاتی اعتبار سے یہ تمام طریقے پارٹی لیڈروں کی اپنی پارلیمانی نمائندوں پر برتری قائم کرنے کے لیے اپنائے جاتے ہیں۔لیکن پارلیمانی نمائندے بھی کچھ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں۔جن کے

ذریعے وہ اختیارات کا زیادہ تر حصہ خود حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کے لیے پہلا ذریعہ وہ عزت و وقار ہے جو پارلیمانی نمائندے اپنے عہدے کی نسبت سے حاصل کرتے ہیں۔ بظاہر نیم فوجی دستے پارلیمانی نمائندوں کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ ان سے رشک کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ربط و تعلق بڑھانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ پارلیمانی نمائندے عموماً جماعتی لیڈروں سے زیادہ قابلیت و صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے جماعت میں برتر حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمیشہ پارلیمانی نمائندوں اور پارٹی رہنماؤں میں تمیز مشکل ہوتا ہے، جس سے پارلیمانی نمائندے فائدے میں رہتے ہیں۔ بارہا ایک ہی فرد یا چند افراد دونوں عہدوں پر فائز ہوتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ باصلاحیت پارٹی لیڈروں کی کمیابی ہے۔ اُن میں سے جو زیادہ باصلاحیت ہوتے ہیں وہ پارلیمانی نمائندے بن جاتے ہیں جس کی بدولت وہ جماعت کے رہنماؤں کی ذمہ داریاں بھی سنبھال لیتے ہیں۔ بعض اوقات اس صورت حال کے امکانات پر آئینی پابندیاں عائد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن ضرورت کسی قانون کی محتاج نہیں ہوتی۔

پارلیمانی نمائندوں اور پارٹی لیڈروں کے مابین تعلقات میں باہم پابندی و توازن کے نظام اکا نتیجہ دونوں گروہوں میں رقابت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ رقابت کی نوعیت جماعتوں کے مخصوص حالات و ماحول کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے۔ اس ضمن میں عمومی اصول یہ ہے کہ جو جماعتیں ٹریڈ یونین تحریک سے وابستہ ہوں دوسری جماعتوں کی نسبت زیادہ کامیابی سے پارلیمانی نمائندوں کے اثر و رسوخ

1- Mutual Check and Balance

کی مدافعت کر سکتی ہیں۔ ان جماعتوں کا نظم و ضبط اور مضبوط نظام مراتب پارٹی میں نمائندوں کا اثر قبول کرنے کی راہ میں بھرپور طریقہ سے حائل ہوتا ہے۔ آسٹریلیا کی مزدور پارٹی اور برطانیہ کی لیبر پارٹی اس کی اچھی مثال ہیں۔ اس کے برعکس لاطینی ممالک کی اشتراکی جماعتوں میں پارلیمانی نمائندوں کا اثر بہت وسیع اور گہرا ہے۔ اسی طرح جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی اور بلجین سوشلسٹ پارٹی میں پارلیمانی نمائندے پورے طور پر اثر انداز ہیں۔ سیاسی جماعتوں کی عمر بھی پارلیمانی نمائندوں کا اثر بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کے ابتدائی ایام میں پارلیمانی نمائندوں کا اثر زیادہ نہیں تھا۔ جوں جوں پارٹی پرانی ہوئی بالخصوص پہلی جنگ عظیم کے بعد، اس کے پارلیمانی نمائندوں کے اثر میں اضافہ ہوتا گیا۔

(ج) پارلیمانی نمائندوں پر جماعتی رہنماؤں کی برتری

پارلیمانی نمائندوں کے اختیار میں ارتقاء کے مراحل میں آخری مرحلہ کمیونسٹ اور فسطائی سیاسی جماعتوں کے وجود میں آنے سے واقع ہوا۔ سیاسی جماعتوں کے ارتقاء میں یہ وہ دور ہے جس میں پارلیمانی نمائندے جماعت کے تابع کر دیے گئے۔ ''کمیونسٹ انٹرنیشنل'' کی دوسری کانگرس میں ہر ڈپٹی پر یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ قانون ساز اسمبلی میں اسے ایک قانون ساز کی حیثیت سے نہیں بلکہ پارٹی کے شورش پسند اور جانباز کے طور پر بھیجا گیا تا کہ دشمنوں کے درمیان جماعت کے فیصلوں کو لاگو کرنے کی کوشش کرے۔

کمیونسٹ اور فسطائی پارلیمانی نمائندوں پر اپنی جماعتوں کی برتری کی دو وجوہات بیان کی جاتی

ہیں۔ پہلی کا تعلق جماعت کی ساخت سے ہے جب کہ دوسری وجہ جماعت کی تنظیم سے باہر کے ماحول سے متعلق ہے۔ مثلاً متعلقہ ملک کا انتخابی نظام اس سلسلہ میں موثر کردار ادا کرتا ہے۔ متناسب نمائندگی اور لسٹ سسٹم کے ذریعے ووٹنگ کا طریق کار جماعت کی برتری کے قیام کا باعث بنتا ہے۔ یہ طریقہ انتخاب اشتراکی اور فسطائی جماعتوں کی اجتماعی تنظیم اور مقاصد کے لیے نہایت موزوں ہے۔

1- Agitator

مذکورہ جماعتوں کی تنظیم قائم کرتے وقت ایسے فنی طریقے اپنائے جاتے ہیں جن میں پارلیمانی نمائندوں کو جماعت کے تابع رکھنے کی ارادی کوششیں کی جاتی ہیں۔ تنخواہ دار پارلیمانی نمائندہ کے تصور کو کچھ ردوبدل کے ساتھ پھر سے اپنایا گیا ہے۔ اشتراکی جماعتوں میں پارلیمانی نمائندے اپنی تنخواہ کا ایک مقررشدہ حصہ بطور چندہ جماعت کو ادا کرتے ہیں۔ اشتراکی جماعتوں میں اس طریقہ کو اختیار کرنے کی بنیادی وجہ ان جماعتوں کی مالی ضروریات ہیں جب کہ کمیونسٹ جماعتوں میں یہ طریقہ سیاسی اہمیت کا حامل ہے۔ اُن میں یہ اس لیے اختیار کیا جاتا ہے۔ کہ ڈپٹی کو احساس رہے کہ وہ جماعت کا تنخواہ دار ہے۔ علاوہ ازیں انہیں تنخواہ کم دی جاتی ہے لیکن دوسری سہولتیں زیادہ فراہم کی جاتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت کو پارلیمانی نمائندوں پر برتری قائم رکھنے میں آسانی رہتی ہے۔ مثلاً کمیونسٹ جماعتوں میں پارلیمانی ڈپٹی کو اپنا ذاتی عملہ رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ذاتی عملہ انہیں جماعت کی طرف سے مہیا ہوتا ہے اور جماعت اس کے ذریعے سے ڈپٹی کی تمام مصروفیات پر نظر رکھتی ہے۔

بعض کمیونسٹ جماعتوں میں اُمیدواروں سے انتخاب سے پہلے ایک استعفیٰ نامہ پر دستخط کروا لیے جاتے ہیں۔ اس پر کوئی تاریخ نہیں ڈالی جاتی اور نہ استعفیٰ دینے کی وجوہات درج ہوتی ہیں۔ جوں ہی جماعت محسوس کرتی ہے کہ کوئی نمائندہ اس کے کنٹرول سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا ہے اس استعفیٰ نامہ میں خالی جگہیں پر کر لی جاتی ہیں اور نمائندے کو جماعت سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ کچھ دوسری سیاسی جماعتیں ایک اور طریقہ اختیار کرتی ہیں۔ اُمیدواروں سے صرف یہ حلف نامہ لے لیا جاتا ہے کہ اگر وہ جماعتی قوانین کی خلاف ورزی کریں تو انہیں استعفیٰ دینا پڑے گا۔ فرانسیسی اشتراکی جماعت کے آئین میں اسی قسم کا اہتمام ہے۔ اشتراکی جماعتوں کے دساتیر میں اس قسم کی دفعات کی ضرورت اس لیے پڑی کہ خالی استعفیٰ نامہ موثر ثابت نہ ہوا تھا۔ کسی ڈپٹی یا جماعت کے مخالف کے لیے یہ بہت آسان تھا کہ استعفیٰ نامہ کو تسلیم نہ کرے یا دعویٰ کرے کہ اس سے زبردستی اور دباؤ کے تحت دستخط کروائے گئے تھے۔

جماعتوں کی برتری کے حصول کے لیے ایک اور طریقہ بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد پارلیمانی نمائندوں کے انتخابی حلقوں کو ان کے ذاتی قلعے بننے سے روکنا ہوتا ہے تاکہ حلقہ کے لوگوں سے ان کے تعلقات مزید مضبوط نہ ہوں۔ کئی حلقوں کی نمائندگی کے لیے انتخابات میں امیدوار کی مقبولیت سے قطع نظر اس کے حلقہ انتخاب سے باہر کے افراد کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کے حق میں دلیل یہ ہے کہ متعلقہ انتخابی حلقے میں مقیم فرد کو اس کے علاقے کا نمائندہ بنانے سے علاقائی جذبات کو ہوا ملتی ہے اور یہ انتخاب میں تفریق کا باعث بنتا ہے۔ متعین لسٹ کا طریقہ انتخاب اس میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ فہرست میں سب سے اوپر حلقہ انتخاب سے باہر کے امیدوار کا نام لکھا جاتا ہے اور نیچے اپنے حلقے سے انتخاب لڑنے والے امیدواروں کے نام ہوتے ہیں تاکہ ان معززین کی وجہ سے حلقہ انتخاب کے باہر سے آنے والے امیدوار بھی منتخب ہو جائیں۔ کمیونسٹ جماعتوں میں امیدواروں کے حلقہ ہائے انتخاب کو ہر

نئے انتخاب میں تبدیل کر دیا جاتا ہے تا کہ وہ مضبوط مقامی استوار نہ کر سکیں۔

پارلیمانی نمائندوں کو ماتحت رکھنے کے لیے متذکرہ طریقہ بہت کم استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ سیاسی جماعتیں خصوصاً کمیونسٹ جماعتیں اس مقصد کے لیے اور بہت سے طریقے استعمال کرتی ہیں۔ بعض اوقات سیاسی جماعتیں ایسے امیدوار کو نامزد کرتی ہیں جس کی کوئی انفرادی شہرت و کامیابی جماعت کی وساطت سے حاصل کی ہے۔ یہ احساس ان کو جماعت کے ماتحت رکھتا ہے۔ کمیونسٹ جماعتوں میں کئی مشہور مصنف، فن کار اور عالم ہوتے ہیں۔ انہیں کبھی پارلیمنٹ کی نشست عطا نہیں کی جاتی اور اگر کبھی عطا کی جاتی ہے تو صرف ایسے نامور افراد کو جن کی وفاداری کو کئی بار آزما لیا گیا ہو یا جو بزدل پائے گئے ہوں۔

کمیونسٹ اور فسطائی جماعتوں میں اس مقصد کے لئے مطالعہ و تحقیق کے اداروں کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً بل ہمیشہ جماعت کی طرف سے تیار کئے جاتے ہے نمائندوں کا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ انہیں پارلیمنٹ میں پیش کریں اور ان کا دفاع کریں اور منظور کروائیں۔ اس کام کے لئے جماعت میں ایک الگ شعبہ قائم کر دیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ نمائندوں کو متعلقہ جماعتوں کے عقائد میں خاص تربیت دی جاتی ہے اور اس مقصد کے لئے الگ سکول اور تربیتی ادارے قائم کئے جاتے ہیں۔

پارٹی نمائندوں کی دوہری حیثیت کو بھی جماعت کے پارلیمانی گروہ میں نظم وضبط کے قیام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کی یہ حیثیت دودھاری تلوار جیسی ہے جو درمیانہ طبقے اور اشترا کی جماعتوں میں پارلیمانی نمائندوں کی برتری کا باعث بنتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نمائندوں کی دوہری حیثیت کو جماعت کی برتری قائم رکھنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ پارلیمانی نمائندے نہ صرف جماعت کے رہنما ہوتے ہیں بلکہ وہ پارلیمنٹ میں بھی لیڈر کی حیثیت سے نشستیں حاصل کرتے ہیں اس سے جماعت کے استحکام کو پارلیمنٹ کے استحکام پر ترجیح دی جاتی ہے۔ کمیونست جماعتوں میں سخت نظم وضبط اور جماعتی رہنماؤں کے لئے احترام کا جذبہ یہ صورت پیدا کرنے میں مددگار رہے۔ ان جماعتوں کے سیاسی بیورو اور سنٹرل کمیٹی کے اراکین کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کی فرمانبرداری کی کوشش کی جاتی ہے۔ پارٹی کے اداروں کو عزت اور پارلیمانی اداروں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کمیونسٹ جماعتوں میں یہ واضح ہے کہ سنٹرل کمیتی کے اراکین جماعت کے پارلیمانی نمائندوں سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ جب دونوں حیثیتیں اور عہدے یعنی رکن سنٹرل کمیتی اور رکن پارلیمنت ایک فرد میں اکٹھے ہو جائیں تو کہا جاتا ہے کہ اس کو جو عزت حاصل ہوئی ہے وہ صرف اس کی جماعت کی سنٹرل کمیتی کی رکنیت کی وجہ سے ہے۔

فسطائی اور کمیونسٹ جماعتوں میں پارلیمانی نمائندوں پر پارٹی کی فوقیت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں انتخابی سرگرمیوں اور پارلیمانی مصروفیات کو بہت کم اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ جماعتیں پارلیمنٹ کو صرف پروپیگنڈہ اور شورش کے لئے پلیٹ فارم کی حیثیت دیتی ہیں۔ پارلیمنٹ میں ان کے نکائندے پراپیگنڈہ کرنے والے زیادہ اور قانون ساز کم ہوتے ہیں۔ 1924 میں فرانسیسی کمیونسٹ جماعت کے سیاسی بیورو نے یہ ہدایات جاری کیں کہ منتخب نمائندے جو بل پیش کرتے ہیں وہ محض پر پیگنڈہ کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

پارلیمانی نمائندوں کو جماعتوں کے ماتحت رکھنے کے بیان کردہ طریقوں میں سے کچھ طریقوں کو اکثر کمیونسٹ اور فسطائی جماعتیں نظر انداز کر دیتی ہیں۔ مثلاً فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی کی انتظامی کمیٹیوں میں

پارلیمانی نمائندوں کے داخلے کے لئے کوئی تعداد مقرر نہیں ہے۔ کمیٹیوں اور دوسرے اداروں میں وہ اکثریت میں بھی ہو سکتے ہیں۔ حقیقی معنوں میں وہ پارلیمانی نمائندے نہیں ہوتے بلکہ وہ جماعت کے اندرونی حلقہ کے رکن ہونے کے ناطے سے پارتی کی انتظامی کمیٹیوں میں زیادہ مضبوط حیثیت رکھتے ہیں۔

اس کتاب کو مارکسسٹس ڈاٹ آرگ marxists.org کے لئے رضیہ سلطانہ نے کمپوز کیا۔
اس کتاب کو مارکسسٹس ڈاٹ آرگ marxists.org کے لئے ابن حسن نے ترتیب دیا۔

اگر آپ اس کتاب کے بارے کوئی رائے دینا چاہیں تو درج ذیل پتے پر ای میل کریں:

hasan@marxists.org

آپ ترقی پسند فلسفے کی ترویج کے لئے اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر پیش کرنا چاہیں تو اوپر دیے گئے ای میل پر رابطہ فرمائیں